قال النبی ﷺ کل غلام مرتہن بعقیقتہ

مسائل عقیقہ

تالیف

مولانا مفتی ریاض محمد بگرامی

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
رئیس دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی



الخلیل پبلشنگ ہاؤس
راولپنڈی

نام کتاب .... مسائل عقیقہ

مصنف .... مولانا مفتی ریاض محمد بلگرامی

سرورق .... وسیم گرافکس، اردو بازار لاہور

ناشر .... الخلیل پبلشنگ ہاؤس، راولپنڈی

قیمت ....

ملنے کے پتے

- کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ راجہ بازار، راولپنڈی
- احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی
- دارالاشاعت، کراچی
- زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی
- مکتبہ معارف القرآن، احاطہ دارالعلوم کورنگی، کراچی
- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
- کتب خانہ اشرفیہ، قاسم سینٹر، کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
- المیزان، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
- مکتبہ حقانیہ، ملتان
- مکتبۃ العارفی، فیصل آباد
- مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک
- مکتبہ معارف، محلہ جنگی، پشاور
- وحیدی کتب خانہ، قصہ خوانی بازار، پشاور
- بیت القرآن، حیدرآباد، سندھ
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش

کواستاذ محترم

حضرت مولانا غلام قادر صاحب دامت برکاتھم

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

کے نام منسوب کرنے کی

سعادت حاصل کرتا ہوں

بندہ نے حضرت کی فصیح زبان اور خداداد

انتظامی صلاحیتوں سے بہت کچھ

سکھایا ہے۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء

فہرست

عقیقہ کے لغوی معنی:

عقیقة (بفتح العين المهملة)عَقَّ يَعِقُّ (باب ضرب ونصر)عَقًّا،عَقَقاً وعِقَاقًا سے مشتق ہے ،عقیقہ میں ایک لغت العقة بکسر العین اورایک العقیق بھی ہے اور کلام عرب میں باب ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے، اس کے لغوی معنی میں کئی اقوال ہیں۔

(۱)ابوعبیدؒ،اصمعیؒ اور زمخشریؒ فرماتے ہیں:عقیقہ کے لغوی معنی ہیں وہ بال جومولود بچے کے سر پر نکلتے ہیں،اس قول کے مطابق عقیقہ انسان کے بالوں کے ساتھ خاص ہے۔(۱)

صاحب مختارالصحاح نے اس کے لغوی معنی میں تعمیم کی ہے :

هو الشعر الذی یولد علیه کل مولود من الناس و البهائم.

یعنی وہ بال جوکسی بھی مولود کے سر پر بوقت ولادت موجوہوں،خواہ وہ لوگوں میں سے ہو یا جانوروں میں سے۔

فقه السنة للسیدسابق(۲)

عربی کا ایک شاعر کہتا ہے:

ایاهندلاتنکحی بوهة　　　علیه عقیقة احسبا

اے ہندہ کمزور کم عقل شخص سے نکاح نہ کرنا،میرے خیال میں اس پر ابھی تک ولادت کے وقت کے بال موجود ہوں گے۔(۳)

---

(۱)اوجز المسالک(۲۰۳/۹)ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

(۲)فقه السنة(۲۶۹/۳)دار الکتاب العربی بیروت

(۳)المغنی لا بن قدامة(۴۴۳/۸)کتاب الاضاحی ،دارالکتب العلمیة.بیروت

(۲)امام لغت ازہریؒ فرماتے ہیں اس کے لغوی معنی ہیں:

القطع و الشق یعنی کاٹنا اور پھاڑنا،والدین کی نافرمانی کو العقوق کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں اولاد والدین سے رشتہ کاٹتی ہے،عاق(نافرمان بیٹا)اس سے ہے ،اور جب کوئی شخص کپڑا پھاڑتا ہے تو کہا جاتا ہے:

عق فلان الثوب ای شقه یعنی فلاں نے کپڑا پھاڑ ڈالا۔

اوجز المسالک(۱)

(۳) لغات فقہ کی جدیدترین معجم لغۃ الفقہاء میں اس کے لغوی معنی لکھے ہیں:

الشعر المقطوع یعنی کاٹے گئے بال۔(۲)

عقیقہ کی جمع عقائق آتی ہے۔

عقیقہ کے اصطلاحی معنی:

شریعت کی اصطلاح میں عقیقہ سے مراد وہ جانور ہے جو بچہ کی طرف سے یوم پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جاتا ہے ۔(۳)

یقول الد کتور الزهیلی فی الفقه اسلا می ادلته(۴)

والعقیقة؛الذبیحةالتی تذبح عن المولودیوم اسبوعه ،والاصل فی معناها اللغوی :انهاالشعرالذی علی المولودثم اسمیت العرب الذبیحة عند حلق شعرالمولود عقیقةعلی عاد تهم فی تسمیة الشیئی باسم سببه

---

(۱)اوجز المسالک(۲۰۳/۹)والمغنی لابن قدامه(۴۴۳/۸)

(۲) معجم لغة الفقهاء (۳۱۸)ادارة القران کراتشی

(۳)معجم لغةالفقهاء(۳۱۸)(۴)الفقه اسلا می و ادلته(۲۷۳۰/۴)

اومایجاورہ.

امام احمد بن حنبل، ابن عبدالبرؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ عقیقہ اس جانور کونہیں کہا جاتا بلکہ ساتویں دن اس کے ذبح کرنے کو کہا جا تا ہے(۱)

عقیقہ کا اطلاق مجازاً اس طعام اور کھانے پر بھی ہوتا ہے جسے مولود کی طرف سے پکا کرلوگوں کو اس کی دعوت دی جاتی ہے۔(۲)

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ کا اصطلاحی معنی اہل عرب میں اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ یہ اسماء عرفیہ میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا حقیقی اور لغوی معنی اس میں ڈھنپ چکا ہے، چنانچہ لغت عرب میں جب عقیقہ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مذبوحہ جانور مراد ہوتا ہے۔(۳)

لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت :

اصلاحی معنی کی لغوی معنی سے مناسبت یہ ہے کہ شرعی عقیقہ میں بھی ساتویں دن بچے کے سر کے بال کاٹے جاتے ہیں، اس میں تینوں لغوی معانی سے مناسبت ظاہر ہوگئی، پہلے معنی سے اس طرح کہ اس میں مولود کے سر کے پیدائشی بالوں کو کاٹا جاتا ہے اور دوسرے سے اس طرح کہ اس میں القطع (کاٹنا) پایا گیا، اور تیسرے سے اس طرح کہ عمل عقیقہ کے نتیجہ میں بچے کے بال کٹ جاتے ہیں، وھو الشعر المقطوع

اور بعض حضرات نے دوسرے لغوی معنی سے یہ مناسبت بیان فرمائی ہے کہ شرعی عقیقہ میں بھی جانور کے مذابح یعنی ذبح کرنے کی چار رگوں (۱) حلقوم، سانس کی رگ

---

(۱) المغنی لابن قدامة (۸/ ۴۴۳)

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً

(۲)مری،کھانے پینے کی نالی(۳)ودجان،خون کی دورگوں کوکا ٹا جاتا ہے۔(۱)

یہ تسمية الشيئ باسم سببه یا تسمية الشيئ باسم مايجاوره کے قبیل سے ہے الفقه الاسلامی وادلته(۲)

فی النهاية فی غريب الحديث والاثر(۳)

العقيقة:الذبيحةالتی تذبح عن المولودواصل العق:الشق والقطع،وقيل للذبيحة عقيقة لانها يشق حلقها.....ويقال للشعرالذی يخرج علی رأس المولود من بطن امه:عقيقه،لانهاتحلق،وجعل الزمخشری الشعر اصلا،والشاة المذبوحةمشتقة منه.

عقیقہ کے فوائد،حکمتیں اور مصلحتیں:

شریعت مطہرہ کا کوئی حکم بھی حکمت اور فائدے سے خالی نہیں ہوتا،ایک حکم میں کئی حکمتیں ہوسکتی ہیں البتہ ناقص انسانی عقل ان حکمتوں کے ادراک سے قاصر ہوتی ہے،عقیقہ کی مشروعیت میں بھی بہت سی حکمتین ،فلسفے اور مصالح پنہاں ہیں،حکماء اسلام اور فقہاء کرامؒ نے اس کی مشروعیت کی مختلف حکمتیں بیان فرمائی ہیں، فیلسوف اسلام حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف زمانہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں عقیقہ کے بارے لکھتے ہیں۔

واعلم ان العرب كانوايعقون عن اولادهم وكانت العقيقةامرالازماعندهم وسنة مؤكدة وكان فيها مصالح كثيرة راجعة الی

---

(۱)اوجزالمسالک (۹/۲۰۳)

(۲)الفقه الاسلامی وادلته (۴/۲۷۴۰) مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(۳)النهاية فی غريب الحديث والاثر(۳/۲۷۶)مطبوعة ایران،قم

المصلحة الملية والمدنية والنفسية فابقاهاالنبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وعمل بهاورغب الناس فيها. حجة الله البالغه(۱)

یعنی زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کیا کرتے تھے اور یہ ان کے ہاں لازم اورمؤکد طریقہ تھااوراس میں چونکہ ملی مدنی اور نفسی مصلحتیں موجودتھیں،اسلئے نبی علیہ السلام نے اسے باقی رکھا،خودبھی اس پرعمل کیا اور مسلمانوں کواس کی ترغیب دی۔

عقیقہ کی چند مصلحتیں حکمتیں اورفوائد مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کسی کے ہاں بچہ پیداہوتورشتہ داروں،دوست احباب اورعام معاشرہ میں بچے کااپنے سے نسب کا متعارف کرانا ایک ضروری عمل ہے،تاکہ اہل معاشرہ کومعلوم ہو جائے کہ یہ بچہ فلاں شخص کابیٹا ہے اور بعد میں کوئی شخص اس کے بارے ناپسندیدہ بات نہ کرسکے ۔اس کے تعارف کیلئے ایک صورت یہ ہے کہ یہ شخص گلی کوچوں میں گھومے پھرے اوراعلان کرے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے،ظاہر ہے کہ یہ بات ناگواراور ناپسندیدہ ہے، اس لئے شریعت نے عقیقہ کاحکم دے دیا،والدجب بچے کی طرف سے عقیقہ کر کے لوگوں کودعوت طعام کیلئے بلائے یاان کے پاس گوشت بھیجے گا تو لوگوں کومعلوم ہو جائے گا کہ فلاں کے ہاں بچہ پیدا ہو ہے۔

(۲) عقیقہ کرنے سے انسان میں جودوسخاوت کا مادہ پیدا ہوتاہے،یہ بخل اور کنجوسی جیسے مذموم صفات سے بچنے کی ایک اہم تدبیر اورذریعہ ہے۔

(۳) عقیقہ میں ملت ابراہیمی سے تعلق کامظاہرہ ہوتا ہے،جس کی تفصیل یہ ہے کہ عسائیوں کے ہاں بچہ پیدا ہوتو وہ اسے زردرنگ کے پانی میں رنگ دیتے ہیں جسے وہ المعموریۃ (بپتسمہ) کہتے ہیں۔

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ (۱۴۴/۲) المکتبۃ السلفیۃ لاہور۔

قرآن کریم میں ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (سورة البقرة)(۱)

ہم نے اللہ کا رنگ قبول کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہوسکتا ہے اور ہم تو اسی اللہ تعالیٰ کے پرستار ہیں۔

عیسائیوں کے مقابلہ میں لازم تھا کہ مسلمان اپنے معاشرتی افعال، مذہبی اور ملی امور میں اپنی نسبت اور تعلق ملت ابراہیمی سے ظاہر کریں، کیونکہ اسلام کی بنیاد ہی ملت ابراہیمی پر ہے، ملت ابراہیمی میں دو امور زیادہ متعارف رہے تھے۔

(ا) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی جگہ ایک دنبہ ذبح کیا تھا

(۲) افعالِ حج، جن میں جانور ذبح کرنا اور اپنے سر کے بال منڈوانا بھی شامل ہے۔ولادت کے ساتویں دن بچے کے سر کے بال اتار کر اس کی طرف سے عقیقہ کرنے سے دونوں امور میں ملت ابراہیمی کے ساتھ نسبت اور تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔

(۴) بچے کی ولادت کے ایام میں عقیقہ کرنا فرمانبرداری اور تابعداری کی ایک نشانی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور انسان کا بدل ہے اور اسلام کی تعلیم بھی ہے کہ اگر کسی نے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو (ایک قول کے مطابق اس کی نظر صحیح ہے) اور بچہ ذبح نہ کرے بلکہ اس کی جگہ جانور ذبح کردے، پیدائش کے وقت عقیقہ کرنا ایسا ہی ہوا جیسے والد نے اپنا بیٹا ہی اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کردیا۔(۲)

(۵) ہر شخص کو اپنا بچہ پیارا لگتا ہے اور اس کی پیدائش پر والدین اور دوسرے

---

(۱) سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۳۸

(۲) حجۃ اللہ البالغۃ والفتاوی الکاملیۃ (ص ۲۴۰)

اقرباء کو بہت خوشی ہوتی ہے،اس خوشی،فرحت اور قلبی سرور کے شکر کے طور پر عقیقہ کیا جاتا ہے۔

(۶)اولاد اللہ کی بہت بڑی نعمت اور رحمت خداوندی کی مظہر ہے،نسل ونسب کی بقاء کا ذریعہ ہے،اس نعمت کے شکر کے طور پر عقیقہ مشروع کیا گیا ہے۔

(۷)عقیقہ فقراء ومساکین،دوست واحباب اوردیگر اقرباء ورشتہ داروں کی دعاؤں کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے،کیونکہ جب یہ لوگ دعوت طعام میں شریک ہوں گے یا ان کو گوشت دیا جائے گا تو فطری اور طبعی طور پر ان کے دل سے بچے کیلئے دعائیں نکلیں گی جس سے بچہ کا مستقبل روشن ہوگا اور رحمت الٰہی کا مورد ٹھہرے گا۔

(۸)عقیقہ بچے کے والدین اور رشتہ داروں،دوست احباب اور عام لوگوں کے درمیان محبت،مودت اور الفت پیدا کرنے کا سبب اور بہترین ذریعہ ہے،دعوت عقیقہ سے لوگوں کے دل قریب اور مانوس ہوتے ہیں۔

الشیخ وہبہ الزحیلی ان حکمتوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

وحکمتهاشکرنعمة الله تعالى برزق الولد،وتنمية فضيلةالجود والسخاء وتطييب قلوب الاهل والاقارب والاصدقاء بجمعهم على الطعام ،فتشيع المحبة والمودة والالفة.(۱)

(۹)عقیقہ کرنے سے بچہ آفات سماویہ اور امراض وحوادث سے محفوظ ہوجاتا ہے ،عقیقہ کرنے سے بلائیں اور مصائب ٹل جاتے ہیں،انتقال کے بعد عقیقہ مشروع نہ ہونے کی بنیاد بھی یہی ہے۔

احسن الفتاوی (۲) میں ایک سوال کے جواب میں ہے:

---

(۱)الفقه الاسلامی وادلته (۲۷۴۶/۴)مکتبه رشیدیه کوئٹه

(۲)احسن الفتاوی (۵۳۶/۷)

انتقال کے بعد عقیقہ نہیں کیونکہ عقیقہ رد بلاء کیلئے ہوتا ہے۔

سنن ابوداؤد، کتاب الاضاحی باب فی العقیقة،سنن نسائی، کتاب العقیقه،باب متی یعق؟میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا: کل غلام رهین بعقیقته الخ (١)

یعنی ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ مرہون ہوتا ہے، اس حدیث کا کیا مطلب ہے ؟اس بارے تفصیل آگے آرہی ہے کہ اس کے کئی مطالب ہیں،ان مطالب میں سے ایک مطلب یہ ہے کہ جس بچے کا عقیقہ نہ کیا جائے تو وہ خیر اور بھلائی سے محروم رہتا ہے اور بلیات ومصائب کا بھی شکار ہوسکتا ہے، دنیاوی مشقتوں اور تکالیف میں گھر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں اس کے بعد یہ جملہ بھی آیا ہے۔

وامیطواعنه الاذی

یعنی عقیقہ کر کے اس بچے سے اذی اور تکلیف کو ہٹاؤ۔

فی مرقاة المفاتیح،باب العقیقة.یعنی انه محبوس سلامته عن الآفات بهااه(٢)

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ زادالمعاد(٣)میں لکھتے ہیں:

وظاهرالحدیث انه رهینة فی نفسه،ممنوع محبوس عن خیر یرادبه ،ولا یلزم من ذلک ان یعاقب علی ذلک فی الا خرة، وان حبس بترک ابویه العقیقةعماینالہ من عق عنه ابواه وقد یفوت الولد خیر بسبب تفریط الآبوین و ان لم یکن من کسبه کمااله عندالجماع اذاسمی ابوه لم یضرالشیطان ولده

(١)سنن ابوداؤد(٣٢/٢) کتاب الاضاحی باب فی العقیقة وسنن نسائی کتاب العقیقه،باب متی یعق(٢)مرقاة المفاتیح (١٥٦/٨)باب العقیقة(٣)زادالماد (٣١٦/٢)دارالکتب العلمیة بیروت

،واذا ترک التسمیة،لم یحصل للولد هذاالحفظ .

حدیث کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ ایسا بچہ اپنے نفس میں مرہون (گروی) ہوتا ہے، وہ اس بھلائی اور خیر سے روکا جاتا اور قید کیا جاتا ہے جس کا اس کے ساتھ ارادہ کیا جاتا ہے البتہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی وجہ سے اسے آخرت میں سزا ملے گی، اگر چہ وہ ان بھلائیوں، برکات اور فضائل سے محروم رہتا ہے جو اس بچے کو ملتے ہیں جس کے والدین نے اس کا عقیقہ کیا ہو، اور کبھی والدین کی کوتاہی کے سبب بچہ بھلائی سے محروم رہتا ہو جاتا ہے اگر چہ وہ اس کے کسب وعمل سے نہیں جیسا کہ والد اگر جماع کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کے بچے کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی تو بچے کو ایسا تحفظ نہیں ملتا۔

(۱۰) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشروعیت عقیقہ کا راز یوں بیان فرماتے ہیں:

والسر فی العقیقة ان الله اعطاکم نفسا فقربواله انتم ایضا بنفس وهوالسرفی الا ضحیةولذااشترطت سلامة الاعضاء فی الموضعین غیران الا ضحیة سنویة وتلک عمریة. (۱)

عقیقہ میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تمہیں جان عطا کی ہے لہذا تم بھی جان کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کرو، یہی راز قربانی کا ہے، یہی وجہ ہے کہ عقیقہ اور قربانی دونوں کے جانور میں اعضاء کی سلامتی شرط ہے، فرق یہ ہے کہ قربانی ہر سال ہوتی ہے، یہ سنوی عبادت ہے اور عقیقہ زندگی میں ایک بار ہوتا ہے، اور یہ عمری عبادت ہے۔

(۱۱) مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ معارف الحدیث (۲) میں لکھتے ہیں:

دنیا کی قریب قریب سب ہی قوموں اور ملتوں میں یہ بات مشترک ہے کہ بچہ

---

(۱) فیض الباری (۳۳۷/۴) (۲) معارف الحدیث (۲۲/۶)

پیدا ہونے کو ایک نعمت اور خوشی کی بات سمجھی جاتی ہے اور کسی تقریب کے ذریعے اس خوشی کا اظہار بھی کیا جاتا ہے، یہ انسانی فطرت کا تقاضہ بھی ہے اور اس میں ایک مصلحت یہ ہے کہ اس سے نہایت لطیف اور خوبصورت طریقے پر یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ باپ اس بچے کو اپنا ہی بچہ سمجھتا ہے اور اس بارے میں اس کو اپنی بیوی پر کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اس سے بہت سے فتنوں کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، عربوں کے یہاں زمانۂ جاہلیت (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے قبل) میں بھی عقیقہ کا رواج تھا، یہ دستور تھا کہ بچہ کی پیدائش کے چند روز بعد نومولود بچے کے سر کے وہ بال جو وہ ماں کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوا ہے، صاف کرا دیئے جاتے اور اس خوشی میں کسی جانور کی قربانی کی جاتی (جو ملت ابراہیمی کی نشانیوں میں سے ہے)

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصولی طور پر اس کو باقی رکھتے ہوئے بلکہ اس کی ترغیب دیتے ہوئے اس کے بارے میں مناسب ہدایات دیں اور خود عقیقہ کر کے عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔

(۱۲) جس بچے کا عقیقہ کیا جاتا ہے وہ شیطانی اثرات، بہکاوے اور اس کے شرور وفتن سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(۱۳) عقیقہ کے عمل میں جان نثاری کے جذبے کا اظہار ہے یعنی عقیقہ کرنے والا اپنی زبان حال سے کہتا ہے کہ اے اللہ ہم فی الحال عقیقہ کا جانور ذبح کر کے ایک جان تیری بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں، ہم آپ کے ہر حکم کے فرمانبردار ہیں، آپ پر اپنی ہر عزیز متاع نچھاور کر دیں گے، اگر چہ وہ ہماری اپنی ہی جان کیوں نہ ہو۔

عقیقہ کی شرعی حیثیت

عقیقہ کی شرعی حیثیت کے بارے اختلاف ہے، اس بارے مشہور اقوال تین ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) حضرت امام حسن بصری، داؤد ظاہری، لیث بن سعد مصری، ابن حزم ظاہری ،قاضی ابوالحسن بصری اور ابوالزناد رحمہم اللہ کے ہاں عقیقہ کرنا واجب (فرض) ہے، امام احمد کی ایک روایت بھی وجوب کی ہے اور ان کے بعض شاگردوں نے یہی روایت اختیار فرمائی ہے۔

(۲) امام مالک، امام شافعیؒ کا مذہب اور احمد بن حنبلؒ کی مشہور روایت اور فقہ حنبلی کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ عقیقہ کرنا سنت یا مستحب ہے، پھر سنت موکدہ یا غیر موَکدہ؟ کتب حدیث و فقہ کی طرف مراجعت کی جائے تو اس بارے اختلاف پایا جاتا ہے اور تعبیر کے الفاظ میں بڑا اضطراب ہے لیکن صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں عقیقہ مستحب ہے اور اس کی اہمیت عام مستحبات سے زیادہ ہے جبکہ امام شافعیؒ کے ہاں سنت موَکدہ ہے۔

فی موطاالامام مالک (ص۱۸۶)(۱)،قال مالک:الا مر عند نا فی العقیقة ان من عق فا نما یعق عن ولده بشاة شاه،الذکر والاناث ولیست العقیقة بواجبة ولکنها یستحب العمل بها وهی من الامرالذی لم یزل الناس عندنا.

(۳) احناف کا راجح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ عقیقہ مستحب عمل ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب یہ نقل کیا گیا ہے کہ عقیقہ منسوخ ہے۔

(۱) **موطاالامام مالک (ص۱۸۶) کتاب العقیقة**

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ موطا امام محمد میں فرماتے ہیں:

قال محمد: اماالعقیقة فبلغنا انها کانت فی الجاهلیة وقد فعلت فی اول الاسلام ثم نسخ الاضحی کل ذبح کان قبله الخ

موطاالامام محمد(۱)

لیکن فقہ حنفی میں فتوی اس پر ہے کہ عقیقہ مستحب ہے، اس بارے تفصیل آگے آرہی ہے۔

دلائل فریق اول:

ان حضرات نے عقیقہ کے واجب ہونے پر کئی احادیث سے استدلال فرمایا ہے۔

(ا) مختلف کتب حدیث میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایات ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

کل غلام رهینة بعقیقته تذبح عنه یوم سابعه ویحلق ویسمی(۲)

یعنی ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ مرہون (گروی) ہوتا ہے، اس کی ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے عقیقہ ذبح کیا جائے اور اس کے سر کے بال منڈوائے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے۔

وجہ استدلال اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مولود کو رہن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وجہ تشبیہ لزوم اور عدم انفکاک ہے، گویا کہ عقیقہ بچے کیلئے لازم ہے اور بچہ اس

---

(۱) موطاالامام محمد (ص ۲۹۱).

(۲) سنن ابو داؤد (۲/۴۲) کتاب الاضاحی، باب فی العقیقة.

وسنن النسائی (۱۸۸/۲) کتاب العقیة، باب متی یعق؟

وسنن الترمذی (۱/۱۱۴) ابواب الاضاحی، باب بلا ترجمة.........

سے کسی صورت الگ نہیں ہوسکتا، یہ وجوب کی نشانی ہے۔

قال ابن الاثیر فی النها یة:المعنی ان العقیقة لازمة لا بد منها فشبه المولود فی لزو مهاله وعدم انفکاکه منهابالرهن فی ید المرتهن.(۱)

وفی مصنف عبدالرزاق(۲) کتاب العقیقة،باب العقیقة:عن مکحولؒ ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال:المولود مرتهن بعقیقته،قال:وبلغنی عن ابن عمرؓ انه کان یقوله.وکذلک عن الحسن.

وفی مجمع البحرین(۳) کتاب الولیمة والعقیقه،باب المولود مرتهن بعقیقته،عن ابن بریدة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال: کل مولود مر تهن بعقیقته.

وسنن ابن ماجة(ص۲۲۸)ابواب الذبائح،باب العقیقة.

ومستدرک حاکم(۲۶۴/۴)کتاب الذبائح.

وسنن الدارمی (۱۱۱/۲)باب السنة کتاب الا ضاحی.

والسنن الکبری للبیهقی (۲۹۹/۹)کتاب الضحایا جماع ابواب العقیقة ،باب العقیقة سنة،وکنزالعمال (۱۸۰/۱۶)کتاب النکاح قسم الاقوال.

ومصنف ابن ابی شیبه (۳۲۰/۱۲)کتاب العقیقة (الباب الاول فی العقیقة:من راها،ومسنداحمد(۲۴۸/۷)رقم

الحدیث(۲۰۱۰۴و۲۰۱۵۳و۲۰۱۵۹و۲۰۲۰۹و۲۰۲۱۴و۲۰۲۷۶)

(واللفظ لابی داؤد)

(۱)النهایةفی غریب الحدیث والاثر(۲۸۵/۲)مطبوعة ایران،قم.

(۲) مصنف عبدالرزاق(۳۳۱/۴)ادارة القرآن کراتشی

(۳)مجمع البحرین فی زوائدالمعجمین (۱۹۵/۲)

(۲) حضرت سلمان بن عامر الضبیؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مع الغلام عقیقة فاهريقوا عنه دما واميطوا عنه الاذى .(۱)

یعنی بچے کے ساتھ عقیقہ ہے لہذا اس کی طرف سے خون بہاؤ (عقیقہ کرو) اور اس سے تکلیف اور گندگی ہٹاؤ۔

اس حدیث میں عقیقہ کرنے کا امر ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے لہذا عقیقہ کرنا واجب ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول:

عن ابن عمر انه لم يكن يسأله احد من اهله عقيقة الااعطاه اياه وكان يعق عن

---

(۱) صحیح البخاری (۲/ ۸۲۲) كتاب العقيقة، باب اماطة الاذى عن الصبى، وجامع الترمذى (۱/ ۴۰) ابواب الا ضاحى، باب ماجاء فى العقيقة، وابوداؤد (۲/ ۴۲) كتاب الضحايا، باب فى العقيقة، وسنن ابن ماجة ابواب الذبائح، باب العقيقة (ص ۲۲۸)، وسنن النسائى (۲/ ۱۸۷) كتاب العقيقة، باب العقيقه عن الغلام، ومصنف عبدلرزاق (۴/ ۳۲۹) كتاب العقيقة، الباب الاول، وسنن الدارمى (۲/ ۱۱۱) كتاب الاضاحى، باب السنة فى العقيقة، السنن الكبرى للبيهقى (۹/ ۲۹۸) جماع ابواب العقيقة، الباب الاول، مصنف ابن ابى شيبة (۱۲/ ۳۲۱) كتاب العقيقة رقم الحديث (۲۴۷۲۱)، مسند احمد بن حنبل (۵/ ۴۸۲) مسند سلمان بن عامرؓ، دارالفكربيروت رقم الحديث (۱۶۲۲۶، ۱۶۲۲۹، ۱۶۲۳۰، ۱۶۲۳۹، ۱۶۲۳۴، ۱۶۲۳۶، ۱۶۲۳۸، ۱۶۲۳۹، ۱۶۲۴۰، ۱۶۲۴۱) واللفظ للبخارى.

ولده بشاة شاة عن الذكر والانثى.(١)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول یہ تھا کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی بھی ان سے عقیقہ کے جانور کا ذبح کرنے کیلئے سوال کرتا تو آپ اسے دے دیا کرتے تھے، حضرت ابن عمرؓ کا عقیقہ کے بارے اس طرح تاکید سے کام لینا اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے. **وفي مصنف عبدالرزاق. عن ابن عمرانه كان لايضحى عن حبل ولكن كان يضحى عن ولده الصغار والكبار ويعق عن ولده كلهم(٢)**

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ جس طرح اپنی چھوٹی اور بڑی اولاد کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے، اسی طرح آپ کا اپنی ساری اولاد کی طرف سے عقیقہ کرنے کا معمول تھا۔

(٣)ان عائشة رضي الله عنهااخبرتهاان رسول الله ﷺ امرهم عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة. (٣)

---

(١)السنن الكبرى للبيهقي (٣٠٢/٩) كتاب الضحايا،باب من اقتصر في عقيقة الغلام على شاة واحدة. موطاالامام مالك (ص١٨٦) كتاب العقيقة، العمل في العقيقة،موطاالامام محمد(٢٩٠)باب العقيقة،مصنف عبدالرزاق (٣٣١/٤) كتاب العقيقة الباب الاول.

(٢)مصنف عبدالرزاق(٣٨٠/٤، ٣٨١) كتاب المناسك باب الضحايا

(٣)جامع الترمذي(٢١٠/١)ابواب الاضاحي،باب ماجاء في العقيقة،سنن ابن ماجه(ص ١٢٨)ابواب الذبائح،باب العقيقة،مصنف ابن ابي شيبة(٣٢٥/١٢) كتاب العقيقة،الباب الثاني،رقم الحديث (٢٤٧٢٩)،مسند اسحاق بن راهويه (ص ١٢٩٠) ومسند ابويعلى (ص ٤٦٢٩)و(ص٤٦٤٨) وصحيح ابن حبان (ص ٥٣١٠)

یعنی نبی علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو امر فرمایا کہ بچے کی طرف سے دو برابر بکریاں ہیں اور بچی کی طرف سے ایک بکری۔

اس حدیث میں بھی عقیقہ کا امر ہے جو وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔

(۵)المعجم الاوسط للطبرانی میں اسماء بنت یزیدؓ کی روایت میں آتا ہے، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:العقیقة حق،عن الغلا م شاتان مکا فئتان وعن الجاریة شاة.(۱)

عقیقہ حق اور واجب ہے، بچے کی طرف سے دو برابر بکریاں ہیں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ہے۔

استدلال یوں ہے کہ اس حدیث میں حق واجب کے معنی میں ہے۔

(۶)فی المحلی لابن حزم (۲)عن بریدة الاسلمی ان الناس یعرضون علی العقیقة یوم القیمة کما یعر ضون علی الصلوات الخمس.(۳)

حضرت بریدہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کو عقیقہ کے بارے ایسا ہی سامنا کرنا پڑیگا جیسے پانچ نمازوں کے بارے سامنے ہوگا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ عقیقہ ضروری اور واجب ہے۔

دلائل فریق ثانی:

ان حضرات کے دلائل تین قسم کے ہیں:

(ا)وہ تمام احادیث جن میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت حسن

(ا) کنز العمال (۱۸۰/۱۶) کتاب النکاح.قسم الاقوال،مکتبہ رحمانیہ لاهور

(۲) المحلی بالآثار لابن حزم (۲۵۲/۷)

(۳) اعلاء السنن (۱۱۲/۱۷) باب العقیقة وکذا فی فتح الباری (۴۲/۹)

اورحضرت حسینؓ کی طرف سے عملاً عقیقہ کیا اور دوسرے حضرات کو بھی اس کی ترغیب دی لیکن عقیقہ نہ کرنے پر وعید کا ذکر نہیں فرمایا،یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عقیقہ سنت یا مستحب ہے،واجب نہیں ہے،اگرعقیقہ واجب یا فرض ہوتا تواس کے ترک پر سخت وعید آئی ہوتی۔

عن ابن عباسؓ ان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عق عن الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کبشا کبشا.سنن بوداؤد(۱)

یعنی نبی علیہ السلام نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کا عقیقہ کیا۔

عن ابن عباسؓ قال عق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکبشین کبشین. سنن النسائی (۲)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کی طرف سے دودو مینڈھوں کا عقیقہ کیا۔

عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عق عن الحسن والحسین (۳)

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اورحسینؓ کی طرف سے عقیقہ کیا۔

(۲)وہ احادیث کہ جن میں نبی علیہ السلام نے عقیقہ کا اختیار دیاہے اوریہ احادیث دوقسم کی ہیں۔

---

(۱)سنن بوداؤد (۴۴/۲) کتاب الضحایا،باب فی العقیقۃ.

(۲)سنن النسائی (۱۸۸/۲) باب کم یعق عن الغلام؟

(۳)سنن النسائی (۱۸۷/۲)اول کتاب العقیقۃ

(ا)عن عمر وبن شعیب عن ابیه اراه عن جده قال سئل النبی عن العقیقة فقال لا یحب الله العقوق کا نه کره الاسم وقال من ولدله ولد فاحب ان ینسک عنه فلینسک،عن الغلام شاتان مکا فئتان وعن الجاریة شاة الخ (۱)

نبی علیہ السلام سے عقیقہ کے بارے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی والدین کی نافرمانی کو پسند نہیں کرتا، گویا کہ آپ نے نام کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوااور وہ اس کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہےتو کر ڈالے، بچے کی طرف سے دو برابر بکریاں ہیں اور بچی کیطرف سے ایک بکری ہے الخ

(اا)عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنهماقال: سئل رسول صلی الله علیه وآله وسلم عن العقیقة فقال:لااحب العقوق،من ولدله منکم مولود فاحب ان ینسک عنه فلیفعل،عن الغلام شاتان وعن الجاریة شاة.(۲)

اس حدیث کا بھی وہی مفہوم ہے،فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہے نبی علیہ

(ا)ابو داؤد (۲/۴۴)کتاب الضحایا باب العقیقة واللفظ له،موطاالامام مالک (ص۱۸۶) کتاب العقیقة،السنن الکبری للبیهقی (۹/۳۰۰) کتاب الضحا یا باب مایستدل به علی ان العقیقة علی الا ختیار لا علی الوجوب،مصنف ابن ابی شیبة (۱۲/۳۲۱)کتاب العقیقة رقم الحدیث (۲۴۷۲۲)،سنن النسائی (۲/۱۸۷)اول کتاب العقیقة.

(۲)مستدرک الحاکم (۴/۲۶۵)کتاب الذبائح،قال الحاکم:هذا الحدیث صحیح الاسنادولم یخرجاه،قال الذهبی فی التلخیص:صحیح ومصنف عبدا لرزاق (۴/۳۳۰)کتاب العقیقة،الباب الاول رقم الحدیث (۷۹۶۱)

السلام فرماتے ہیں کہ میں والدین کی نافرمانی کو پسند نہیں کرتا اور پہلی حدیث میں تھا کہ اللہ والدین کی نافرمانی کو پسند نہیں کرتا۔

(III)عن ام سلمة رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی العقیقة قال : من ولدله ولد فا حب ان ینسک عنه فلیفعل.(۱)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے عقیقہ کے بارے فرمایا کہ جس کا بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو کرے۔

(۳)صحابہ کرامؓ اور سلف کے اقوال :صحابہ کرامؓ اور سلف سالحین کے ہاں بھی عقیقہ سنت یا مستحب ہے واجب اور فرض نہیں ہے۔

(ابن عباسؓ)قال:سبعة من السنة فی الصبی یوم السابع یسمی ویختتن ویماط عنه الاذی وتثقب اذنه ویعق عنه ویلطخ رأسه بدم عقیقته ویتصدق بوزن شعره ذهباوفضة. للاوسط.وقال السید الیمانی:فی اعزب الموارد فی تخریج جمع الفوائد:ورجاله ثقات(۲)

---

(۱)مجمع البحرین فی زوائدالمعجمین (۱۹۴/۲)باب العقیقة رقم االحدیث(۱۸۹۸)

وکذافی المعجم الاوسط للطبرانی (۱۷۳/۲)رقم الحدیث(۱۶۲۱)ومجمع الزوائد (۶۰/۴)

(۲)جمع الفوائد فی جامع الاصول ومجمع الزوائد (۵۵۸/۲)للعلامة المغربی،ادارة القرآن والعلوم الا سلامیة کراتشی باب العقیقة والفرع والعتیرة رقم الحدیث (۳۹۹۵)وکذافی مجمع الزوائد (۵۹/۴) ومجمع البحرین فی زوائدالمعجمین(۱۹۵/۲) کتاب الولیمة والعقیقة،رقم الحدیث (۱۹۰۳)و المعجم الاوسط للطبرانی (۱۷۶/۱)رقم الحدیث (۵۵۸)

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بچے کے بارے سات امور سنت ہیں (۱)ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے(۲)اوراس کا ختنہ کیا جائے(۳) اور اس سے گندگی (بالوں)کو دور کیا جائے(۴)اوراس کے کانوں میں سوراخ کیا جائے (۵)اور اس کی طرف سے عقیقہ کیا جائے(۶) اوراس کا سر عقیقہ کے جانور کے خون سے آلودہ کیا جائے (یہ حکم منسوخ ہے)(۷) اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کی جائے۔

(۲) عن محمد بن ابراهيم بن الحارث التيمي انه قال سمعت ابی يستحب العقيقة ولوبعصفور.(۱)

ابراہیم بن حارث تیمیؒ فرماتے کہ عقیقہ مستحب ہے اگر چہ چڑیا کے ساتھ کیا جائے۔

چڑیا ذبح کرنے سے عقیقہ کی سنت ادا نہیں ہوتی،اس اثر کا مقصد عقیقہ میں مبالغہ اوراس کی تاکید ہے۔

(۳)فی جامع الترمذی،ابواب الا ضاحی،باب ماجا ء فی العقیقة،قال الامام الترمذی:والعمل علی هذا عنداهل العلم يستحبون ان يذبح عن الغلام العقيقة ليوم السابع الخ (۲)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اہل علم بچے کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کرنے کو مستحب سمجھتے ہیں۔

---

(۱)مو طاالامام مالک (ص ۱۸۲) کتاب العقیقة

(۲) جامع الترمذی (۱/ ۲۱۱)ابواب الا ضاحی.باب ماجاء فی العقیقة

راجح قول:

عقیقہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں جمہور کا مذہب راجح اور مفتی بہ ہے یعنی عقیقہ مستحب یا سنت موکدہ ہے۔

فریق اول کے دلائل کے جوابات:

فریق اول نے وجوب عقیقہ پر جن دلائل سے استدلال کیا ہے ان کا ترتیب وار مختصر جواب یہ ہے۔

(۱) بچے کے عقیقہ کے ساتھ مرہون ہونے کے مختلف مطالب ہو سکتے ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے، ان حضرات نے جو مطلب لیا ہے وہ متعین نہیں بلکہ صرف محتمل ہے، اس لئے اصول اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال کی رو سے اس حدیث سے وجوب عقیقہ پر استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲) اصول فقہ میں تصریح ہے کہ امر ہمیشہ وجوب کیلئے نہیں ہوتا بلکہ اس کے بہت سے معانی آتے ہیں اور سیاق وسباق اورقرائن کی مدد سے کسی معنی کومتعین کیاجاتاہے، یہاں امر کے وجوب کے لئے ہونے کا کوئی قرینہ موجودنہیں ہے بلکہ دوسری احادیث میں عقیقہ کو والد کے اختیار اور پسند پر موقوف کیا گیاہے جن کی تفصیل آچکی ہے، وہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ یہاں امر وجوب کیلئے ہرگز نہیں، اگر وجوب کے لئے ہوتا تو عقیقہ کا حتمی حکم دیا جاتا، والد کو اختیا نہ دیا جاتا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عقیقہ کے بارے اتنا اہتمام کرناایک عمل ہے عقیدہ نہیں، اوراہتمامِ عمل وجوب کی دلیل نہیں ہے، سنت ومستحب کا بھی عملاًاس قدر بلکہ اس سے زیادہ اہتمام ہوسکتاہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمااتباع سنت کے

اتنے شیدائی تھے کہ چلتے ہوئے نبی علیہ السلام نے جہاں جہاں پاؤں رکھا ہوتا آپ وہاں قدم رکھ کر چلا کرتے تھے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عن ابن عمرقال:لم یکن احدمن اهله یسأله بالمدینة ضحیة الا ضحی عنه و کان لا یضحی عنهم بمنی.(۱)

یعنی حضرت ابن عمرؓ سے ان کے اہل وعیال میں سے کوئی بھی قربانی کا مطالبہ کرتا تو آپ اس کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔

اوردلائل کے بیان میں یہ روایت نقل کی جا چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی بالغ اورنابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے لیکن یہ عمل وجوب قربانی کی دلیل نہیں، چنانچہ اسی اثر سے پہلے ابن عمرؓ سے منقول ہے:

ابن عمرؓ قال:لیس الاضاحی بشیئی اوقال لیس بواجب من شاء ضحی و من شاء لم یضح.

یعنی قربانی واجب نہیں جو چاہے قربانی کر لے اور جو نہ چاہے نہ کرے۔

قربانی کی طرح عقیقہ کا عمل اہتمام بھی اس کے وجوب کی دلیل نہیں ہے۔

(۴)اس میں بھی امر کا لفظ ہے جو ہر صورت وجوب کا تقاضا نہیں کرتا،لہذا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۵)حق کا معنی ہمیشہ ''واجب'' نہیں ہوتا، یہ اس کا متیقن اور متعین معنی نہیں ہے،حق کا اطلاق سنت ومستحب پر ہوسکتا ہے۔

(۶)اس روایت میں عقیقہ کو نماز پنجگانہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور تشبیہ میں

---

(۱)مصنف عبدالرزاق (۴/۳۸۱) کتاب المناسک، باب الضحایا.

ضروری نہیں ہوتا کہ مشبہ مشبہ بہ کے ساتھ من کل الوجوہ مشابہ ہوا اور مشبہ بہ کا ہر حکم مشبہ کیلئے ثابت ہو، بسا اوقات مستحب عمل کی اہمیت ظاہر کرنے کیلئے اس کی فرض یا واجب کے ساتھ تشبیہ دیدی جاتی ہے، عقیقہ بھی مستحب ہی ہے البتہ صحابہ کرامؓ اس کا اہتمام کرتے تھے حضرت بریدہ اسلمیؓ نے اسی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے اس کو پانچ نمازوں کے مشابہ قرار دیا ہے۔

مشترکہ جواب:

اگر ان روایات سے عقیقہ کا وجوب تسلیم کرلیا جائے تو علی سبیل التسلیم سب کا مشترکہ جواب یہ ہے کہ عقیقہ ابتداء میں واجب تھا لیکن بعد میں وجوب منسوخ ہو گیا، صرف استحباب باقی رہا، جن روایات سے عقیقہ کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے وہ اسی پر محمول ہیں یعنی وجوب منسوخ ہے، نفس استحباب باقی ہے، تفصیل آگے آرہی ہے۔

مشروعیت عقیقہ کے بارے مزید وضاحت فقہ حنفی کی رو سے:

فقہ حنفی میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ عقیقہ مستحب اور سنت غیر مؤکدہ ہے لیکن اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال ملتے ہیں، اس لئے یہاں سب اقوال کا استقصاً کر کے ان کی تحقیق وتنقید کی جاتی ہے۔

کتب حدیث وفقہ کا تتبع کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں عقیقہ کی شرعی حیثیت کے متعلق کل سات اقوال ملتے ہیں۔

(۱) عقیقہ منسوخ ہے (۲) عقیقہ سنت نہیں ہے (۳) عقیقہ مکروہ ہے (۴) عقیقہ بدعت ہے (۵) عقیقہ مباح ہے (۶) عقیقہ تطوع اور مستحب ہے (۷) عقیقہ سنت ہے۔

قول اول "نسخ"

امام ابوحنیفہ اورامام محمد رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ عقیقہ منسوخ ہے۔

فی موطاالإمام محمد قال محمد: اماالعقیقة فبلغنا انها کانت فی الجا هلیة وقد فعلت فی اول الاسلام ثم نسخ الاضحی کل ذبح کان قبله ونسخ صوم شهررمضان کل صوم کان قبله ونسخ غسل الجنابة کل غسل کان قبله ونسخت الزکوة کل صدقة کان قبلها کذلک بلغنا.(۱)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے بارے ہمیں خبر پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتا تھا اور اسلام کے ابتدائی زمانہ میں میں بھی ہوتارہا پھر قربانی نے اس سے پہلے ہونے والے ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور رمضان کے روزہ نے اس سے پہلے ہر روزہ کو اور غسل جنابت نے اس سے قبل ہر غسل کو اور زکوۃ نے اس سے قبل ہر صدقہ کو منسوخ کردیا ہے،اسی طرح کی خبر ہمیں پہنچی ہے۔

دلائل نسخ:

عقیقہ کے منسوخ ہونے کے چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

دلیل (۱)

(۱)فی السنن الکبری للبیهقی عن عامر عن مسروق عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال:قال رسول صلی الله علیه وآله وسلم:نسخ الا ضحی کل ذبح وصوم رمضان کل صوم والغسل من الجنابة کل غسل والزکوة کل صدقة،قال علی خالفه المسیب نب واضح عن المسیب بن شریک وکلا هما

---

(۱)موطاالامام محمد (ص ۲۹۱)دارالحدیث ملتان

ضعیف والحسیب بن شریک متروک.(۱)

(۲)وفیهاایضاً عن الشعبی عن مسروق عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول صلی الله علیه وآله وسلم نسخت الزکوة کل صدقة فی القرآن ونسخ غسل الجنابة کل غسل ونسخ صوم رمضان کل صوم ونسخ الاضحی کل ذبح.(۲)

فی کنزالعمال:نسخت الزکوة کل صدقة فی القرآن ونسخ غسل الجنابة کل غسل ونسخ صوم رمضان کل صوم ونسخ الا ضحی کل ذبح (۳)

دلیل (۲)

فی مصنف عبدالرزاق قال عبدالرزاق:وسمعت رجلا یحدث معمرا قال:اخبر نی الا شعث والحجاج بن ارطاة انهما سمعاابااسحق یحدث عن الحارث عن علی رضی الله تعالیٰ عنه انه قال:نسخ رمضان کل صوم ونسخت

---

(۱)السنن الکبری للبیهقی(۹ ۲۲ ۲)اول کتاب الضحایااداره تالیفات اشرفیة ملتان

(۲)السنن الکبری للبیهقی(۹ ۲۲ ۲)اول کتاب الضحایا وکذا فی سنن الدارقطنی (۴/۱ ۲۸) کتاب الصید والذبائح.

(۳)(الدارقطنی،الکامل لابن عدی ومصنف عبدالرزاق)کنزالعمال(۲/۸ ۲۸ ۱) کتاب الزکوة،قسم الاقوال رقم الحدیث (۱۵۷۷۷) قال الشیخ السهارنفوری فی اوجزا لمسالک(۹/۲۰۶)روی هذاالحدیث عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ایضاوکذاقال صاحب بدائع الصنائع العلامة الکاسانیؒ.

الزکوۃ کل صدقۃونسخ المتعۃ الطلاق والعدۃُ والمیراثُ،قال:وسمعت غیرالحجاج یحدث عن علیؓ قال:ونسخت الا ضحیۃ کل ذبح.(۱)

واضح رہے کہ حضرت علیؓ کی مذکورہ مرفوع وموقوف روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں بطور بلاغیہ نقل فرمائی ہے اور امام محمدؒ کے بلاغات بھی مسند ہیں۔(۲)

سنن دارقطنی اور سنن بیہقی میں دودو مختلف سندوں سے حضرت علیؓ کی مرفوع روایت اور مصنف عبدرزاق میں حضرت علیؓ سے موقوف روایت ہے کہ:

(۱)زکوۃ نے تمام صدقات کو (۲) غسل جنابت نے ہر غسل کو (۳) رمضان کے روزوں نے ہر قسم کے روزوں کو (۴)اور قربانی نے ہر قسم کے ذبیحہ کو منسوخ کردیا ہے،واضح ہو کہ یہ حدیث حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔

اس حدیث کی رو سے جس طرح رجبیہ اور عتیرہ منسوخ ہے عقیقہ بھی منسوخ ہے کیونکہ عقیقہ بھی دیگر ذبائح کی طرح ایک ذبیحہ ہے۔

☆اس حدیث کی سند میں اگرچہ کلام موجود ہے لیکن اس کے طرق متعدد ہیں اور علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلاء السنن(۳) میں اس حدیث کو حسن کہا ہے پھر حضرت علیؓ کا موقوف اثر بھی مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ یہ غیر مدرک بالقیاس مسئلہ ہے، شرعی اصول یہ ہے کہ جو فعل شریعت سے کسی درجہ میں ثابت ہواور کسی وقت معمول بہ رہاہوتو کوئی صحابیؓ اپنی طرف سے اس کو منسوخ نہیں کہہ سکتا،اگر منسوخ کہے تو

---

(۱) مصنف عبدالرزاق (۵۰۵/۷)ابواب الر ضاع،باب المتعۃ،قبیل باب قوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقم الحدیث(۱۴۰۴۶)

(۲) مقدمۃ التعلیق الممجد (ص۴۰)للشیخ اللکنویؒ

(۳)اعلاء السنن(۱۰۹/۱۷)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے یہ بات نبی علیہ السلام سے ضرور سنی ہے۔

☆حضرت علیؓ کا موقوف اثر ہدایہ کتاب الاضحیہ کی تخریج کرتے ہوئے علامہ زیلعیؒ نے نصب الرأیہ،ابن حجرعسقلانیؒ نے الدرایہ اور علامہ عینیؒ نے البنایہ میں مصنف عبدالرزاق سے نقل کیا ہے لیکن انہوں نے" اواخر کتاب النکاح" کا حوالہ دیا ہے جوکہ صحیح نہیں ہے،یہ اثر ابواب الرضاع کے آخر میں ہے جیسا کہ ہم نے باحوالہ نقل کیا ہے اور "ونسخت المتعة الطلاق" کی مناسبت سے باب المتعہ میں درج کیا ہے، مصنف عبدالرزاق میں کتاب النکاح کے بعد کتاب الطلاق ہے،اس کے بعد ابواب الرضا ع ہے،باب الرضاع کو عام کتب حدیث وفقہ میں کتاب النکاح کے آخر میں درج کیا جاتا ہے، شاید علامہ عینیؒ کی درمیان میں کتاب الطلاق پر نظر نہ پڑی ہواور اسے" اواخرالنکاح" قرار دیدیا ہو۔

دلیل (۳)

فی کتاب الا ثار.ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم قال:کانت العقیقة فی الجاهلیة فلماجاء الاسلام رفضت.(۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں رائج تھا پھر جب اسلام آیا تو عقیقہ ختم کردیا گیا۔

دلیل (۴)

ابوحنیفة قال:حدثنا رجل عن محمد بن الحنفیة:ان العقیقة کانت فی الجا هلیة فلما جاء الاسلام رفعت قال محمد:وبه نأخذوهوقول ابی حنیفة

(۱)کتاب الآ ثار(ص۱۸۶) باب زکوة الجنین والعقیقة.

رحمه الله تعالى. ايضاً (۱)

حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ عقیقہ کا عمل جاہلیت میں ہوتا تھا پھر جب اسلام آیا تو عقیقہ منسوخ ہوگیا۔

ان دو اقوال سے بھی معلوم ہوا کہ عقیقہ منسوخ ہے۔

واضح رہے کہ ان اقوال کا یہ مطلب نہیں کہ عقیقہ صرف جاہلیت کا عمل ہے اور اسلام نے اسے منسوخ کر دیا ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں خود اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ عقیقہ کی ابتداء زمانہ جاہلیت سے ہوئی تھی اور ابتداء اسلام میں بھی مشروع تھا لیکن جب قربانی واجب قرار دیدی گئی تو عقیقہ کو منسوخ کر دیا گیا۔

دلیل (۵)

فی المحلی لا بن حزم الظاهری: عن ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین قال: نسخ الاضحی کل ذبح کان قبله. (۲)

حضرت ابو جعفر باقرؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ قربانی نے اس سے پہلے ہر قسم کے ذبح کو منسوخ کر دیا ہے۔

دلیل (۶)

نبی علیہ السلام نے اپنے بیٹے ابراہیم کا عقیقہ کیا تھا یا نہیں؟ اس بارے روایات مختلف ہیں، شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ نبی علیہ السلام

---

(۱) کتاب الآثار (ص ۱۸۶) باب زکوة الجنين والعقيقة.

(۲) المحلی لا بن حزم الظاهری (۵۲۹/۷)، عن اعلاء السنن (۱۰۷/۱۷)

نے ان کا عقیقہ نہیں کیا۔

فی اعلاء السنن:فالاولی ان یقال:ان العقیقة باراقة الدم کا نت مشروعة الی زمن الحدیبیة ثم نسخت بد لیل انه صلی الله علیه وآله وسلم لم یعق عن ابنه ابرهیم ولو کا نت واجبة اوسنة لعق عنه فانما یؤخذ بالآخرفالاخر من فعل رسول صلی الله علیه وآله وسلم ظ.....واماعقیقة ابراهیم فهو قول الزبیر بن بکا ر ولم یذکر له سندا فکیف یجوزالاحتجاج بالقول الذی لاسندله ولوکانت عقیقة ابراهیم ثابتالروی بالا سانید الصحیحة کمارویت احادیث الولیمة عن رسول صلی الله علیه وآله وسلم فدل ذلک علی انه لیس بثابت وصر ح الحافظ فی الفتح بانه لم یقل احد انه عق عنه ((٩/٥٠٧)واذاکان کذلک فهوحجة لنالا نه لو لم ینتسخ العقیقة لکا ن ابراهیم احق بالعقیقة من غیره ومممایرد قول الزبیرانه قال:سماه رسول صلی الله علیه وآله وسلم یو م اسابعه الخ . (١)

دلیل (۷)

جب حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے ان کے عقیقہ کا ارادہ کیا تو نبی علیہ السلام نے عقیقہ سے منع فرمایا کہ ان کا عقیقہ نہ کرو البتہ سر مونڈھا کر بالوں کا وزن کرو اور اس وزن کے برابر چاندی اللہ کی راہ میں صدقہ کردو،اس سے معلوم ہوا کہ عقیقہ منسوخ ہے۔

فی مسنداحمد بن حنبل:عن ابی رافع مولی رسول صلی الله علیه وآله وسلم ان الحسن بن علی لماولد ارادت امه فاطمةؓ ان تعق عنه بکبشین

(١)اعلاء السنن (١٧/١٠٧)کشف الحقیقة عن احکام العقیقة

فقال: لا تعقی عنه ولکن احلقی شعر رأسه ثم تصدقی بوزنه من الورق فی سبیل الله ثم ولد حسین بعد ذلک فصنعت مثل ذلک.(۱)

وفی السنن الکبری للبیهقی، کتاب الضحایا،باب ماجاء فی التصدق بزنة شعره فضة وماتعطی القابلة:عن ابی رافع قال لما ولدت فاطمه حسنارضی الله تعالیٰ عنه قالت یا رسول صلی الله علیه وآله وسلم الا اعق عن ابنی بدم ؟قال لا ولکن احلقی شعره وتصدقی بو زنه من الورق علی الا وفاض اوعلی المساکین،قال قال علی(بن الجعد)قال شریک یعنی بالا وفاض اهل الصفة ففعلت ذلک فلما ولدت حسینا فعلت مثل ذلک.(۲)

و فیها ایضاً عن ابی رافع ان الحسن بن علی علیهما السلام حین ولدته امه اردت ان تعق عنه بکبش عظیم فا تت النبی صلی الله علیه وآله وسلم فقال لها:لا تعقی عنه بشیئی ولکن احلقی شعر رأسه ثم تصدقی بوزنه من الورق فی سبیل الله او علی ابن السبیل وولدت الحسین من العام المقبل فصنعت مثل ذلک.(۳)

---

(۱)مسنداحمدبن حنبل(۱۰/۳۴۳)رقم الحدیث(۲۷۲۶۲)

(۲)السنن الکبری للبیهقی (۹/۳۰۴) کتاب الضحایا،باب ماجاء فی التصدق بزنة شعره فضة وماتعطی القابلة

(۳)السنن الکبری للبیهقی (۹/۳۰۴) کتاب الضحایا،باب ماجاء فی التصدق بزنة شعره فضة وماتعطی القابلةو کذافی کنزالعمال (۱۶/۱۷۱)کتاب النکا ح،الفصل الثانی، العقیقة،رقم الحدیث (۴۵۲۹۵)عن مسند احمد والطبرانی الکبیر والبیهقی (هق)فکانه ارادان یتولی العقیقة عنهمابنفسه کما روینا فا مرها بغیرهاوهو التصدق بوزن شعر هما من الورق.

مزید تائید:

نبی علیہ السلام نے خود حضرت حسن اور حسینؓ کا عقیقہ کیا تھا جس کی وضاحت آگے آرہی ہے، یہ مشروعیت عقیقہ کی دلیل ہے لیکن نسخ عقیقہ کی مذکورہ روایات بھی اہل بیت سے مروی ہیں اور اہل بیت کو اس بارے زیادہ علم تھا، معلوم ہوا کہ عقیقہ ابتداء میں تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔

نسخ اصل یا نسخ لزوم؟

مذکورہ روایات واقوال سے قدرے مشترک یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ فی الجملہ عقیقہ کے بارے نسخ وارد ہوا ہے لیکن یہ نسخ اصل ہے یا نسخ وجوب؟ یعنی عقیقہ کی مشروعیت ہی منسوخ کر دی گئی ہے کہ اب عقیقہ بالکل مشروع نہیں رہا یا صرف وجوب منسوخ کر دیا گیا ہے کہ عقیقہ واجب اور لازم تو نہیں رہا البتہ مباح یا مستحب ہے؟ صحیح یہ ہے کہ اصل عقیقہ باقی ہے، صرف وجوب اور لزوم منسوخ ہوا ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں رائج تھا اور اس بارے اہل جاہلیت کے مختلف عقائد و خیالات اور عجیب وغریب قسم کے رسوم تھے مثلاً:

(۱) اہل جاہلیت عقیقہ کو ضروری، لازمی اور سنت مؤکدہ تصور کرتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واعلم ان العرب کا نوایعقون عن اولادھم وکا نت العقیقة امرالا زماعندھم وسنة مؤکدة الخ. (۱)

یعنی اہل عرب اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کرتے تھے اور عقیقہ ان کے نزدیک

---

(۱) حجۃاللہ البالغہ (۱۴۴/۲)

لازمی عمل اور سنت مؤکدہ تھا۔

(۲)زمانہ جاہلیت میں جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو اس کی طرف سے بکری ذبح کر کے اس کا سر بکری کے خون کے ساتھ لتھیڑ دیا کرتے تھے ،حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ اسلام آنے کے بعد ہم بچے کا سر مونڈھا کر اس پر زعفران لگا دیا کرتے تھے۔

عبد الله بن بريدة قال سمعت ابی بريدة يقول: كنافی الجا هلية اذا ولد لا حد نا غلا م ذبح شاة ولطخ رأسه بدمها فلما جاء بالا سلام كنا نذبح شاة ونحلق رأسه ونلطنه بزعفران.(۱)

(۳)اہل جاہلیت روئی کو عقیقہ کے جانور کے خون میں لتھیڑتے پھر اسے بچے کے سر پر لگاتے تھے، نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمادیا اور حکم فرمایا کہ اس کی بجائے بچے کے سر پر خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگائی جائے۔

(۱)عن عمرة عن عائشةؓ رضی الله تعالیٰ عنها فی حديث العقيقة قالت: وكان اهل الجاهلية يجعلون قطنة فی دم العقيقة ويجعلونه علی رأس الصبی فأمررسول صلی الله عليه وآله وسلم ان يجعل مكان الدم خلوقا. السنن

---

(۱)ابوداؤد(۲ /۴۵) باب فی العقيقة،اخر كتاب الضحاياومستدرك الحاكم(۲۶۶/۴)كتاب الذبائح رقم الحديث (۷۵۹۴/۲۰) وقال:هذا حديث صحيح علی شرط الشيخين ولم يخرجاه وقال الذهبی فی التلخيص:صحيح علی شرط البخاری ومسلم والسنن الكبری للبيهقی (۳۰۲/۹) كتا ب الضحايا،باب لا يمس الصبی بشيئی من دمها وجمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد(۵۵۷/۲)وقال فی اعذب الموارد: رواه احمد والنسائی ايضاً.

الکبری للامام البیهقی (۱)

(۲)وفی سنن ابن ماجة (۲) عن ایوب بن موسی ان یزیدبن عبدا لمزنی حدثه ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال:یعق عن الغلام ولایمس راسه بدم.

(۳)وفی المغنی وروی یزید بن عبد المزنی عن ابیه.... قال مهنا:ذکرت هذاالحدث لاحمد فقال ما أ ظرفه ورواه ابن ماجة ولم یقل عن ابیه.(۳)

نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ بچے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اوراس کے سر پر خون نہ ملا جائے۔

نسخ کی حقیقت

سابقہ روایات میں عقیقہ کو جومنسوخ کہا گیا ہےان کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے جاہلیت کی مذکورہ رسوم وبدعات کومنسوخ کیا ہے جیسا کہ ان روایات میں تصریح بھی ہے کہ نبی علیہ السلام نے بچے کے سرکوخون سے رنگنے کی بجائے خوشبو لگانے کا حکم دیا اور بریدہؓ کی روایت میں خون کے بدلے زعفران لگانے کا ذکر ہے،خودعقیقہ سے منع کاذکرنہیں ہے،سابقہ روایات کا یہ مطلب ہرگزنہیں ہے کہ عقیقہ بالکل منسوخ ہوگیاہے۔ خلاصہ یہ کہ اصل عقیقہ کی مشروعیت باقی ہے،زمانہ جاہلیت کی رسوم باطلہ کوختم کیا گیاہے،یوں بھی کہاجاسکتاہے کہ عقیقہ کی اباحت یااستحباب باقی ہے،اس کا وجوب

---

(۱)السنن الکبری للبیهقی (۹/۳۰۳)کتاب الضحایا،باب لا یمس الصبی بشیئی من دمها۔

(۲) سنن ابن ماجة (ص ۲۲۸)(۳)المغنی لابن قدامة(۸/۳۴۶)

منسوخ کردیا گیا ہے۔

قرائن ودلائل :

ان روایات میں نسخ لزوم مراد ہے نسخ شروعیت مراد نہیں، اس کے کئی قرائن اور دلائل ہیں مثلاً:

(۱) اگر ان نصوص سے نفس عقیقہ کو منسوخ مان لیا جائے تو ان کا ان تمام روایات و احادیث سے تعارض آئیگا جو عقیقہ کے جواز بلکہ استحباب اور اہمیت کے بارے وارد ہیں اور نسخ وجوب ولزوم پر محمول کرنے سے تطبیق کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) صحابہ کرامؓ نے ان روایات سے نسخ وجوب ہی سمجھا ہے نسخ مشروعیت نہیں چنانچہ صحابہ کرامؓ عقیقہ کا اہتمام کرتے تھے، اگر ان سے نسخ وجوب مراد ہوتا تو صحابہ کرام منسوخ عمل کو کیوں کرتے ؟

(۳) سلف صالحین استحباب عقیقہ کے قائل تھے اور عقیقہ کی ادائیگی کے بارے امت مسلمہ کا تعامل رہا ہے، یہ اجماع اور تعامل اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں نسخ وجوب مراد ہے، نسخ مشروعیت نہیں ۔

یقول الامام مالک بن انس:ولیست العقیقة بواجبة ولکنهایستحب العمل بهاوهی من الامرالذی لم یزل علیه الناس عندنا.(۱)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عقیقہ واجب تو نہیں البتہ ایک ایسا مستحب ہے جس پر لوگ ہمیشہ عمل کرتے رہے ہیں۔

یقول الامام الترمذی:والعمل علی هذا عنداهل العلم یستحبون ان

---

(۱)موطاالامام مالک (ص۱۸۶) کتاب العقیقة

یذبح عن الغلام العقیقة.(۱)

امام ترمذیؒ عقیقہ کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اہل علم عقیقہ پر عامل ہیں، یہ حضرات عقیقہ کو مستحب سمجھتے ہیں۔

یقول ابن المنذر وغیرہ:ان الد لیل علیه الاخبارالثابتة عن رسول صلی اللہ علیه وآله وسلم وعن الصحابة والتابعین بعدہ،قالوا:وھو امر معمول به فی الحجاز قدیما وحدیثا ....وقال یحی بن سعید الانصاری التابعی: ادرکت الناس ومایدعو ن العقیقة عن الغلام والجاریة ....وانتشر عمل ذلک فی عامة بلدان المسلمین.(۲)

ابن منذروغیرہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے مستحب ہونے کی دلیل وہ احادیث و اخبار ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور بعد کے حضرات سے منقول ہیں ،عقیقہ پرحجاز میں پرانے زمانے سے اب تک عمل رہا ہے.... یحیٰ بن سعید انصاری تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو بچے اور بچی کا عقیقہ ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا.... عقیقہ کا عمل مسلمانوں کے علاقوں اور ممالک میں مشہورومعروف رہا ہے۔

(۴)نسخ عقیقہ کی جو روایات نقل کی گئی ہیں ان میں سے اکثر موقوف ہیں،حضرت علیؓ کی ایک روایت مرفوع ہے اور اس پر کلام بہر حال موجود ہے لہذا اگر ان کو نسخ وجوب پر محمول کیا جائے تو بلاشبہ درست ہے اور دوسری تمام روایات سے ان کی تائید ہوتی ہے لیکن نسخ مشروعیت پر محمول کرنا درست نہیں ہے،ایسی روایات سے ایک معمول بہ عمل کی مشروعیت منسوخ نہیں کی جاسکتی۔

(۵)نسخ کی اصل دلیل حضرت علیؓ کی مرفوع وموقوف روایت ہے لیکن خواہ اس

---

(۱)جامع الترمذی (۱/۱ ۲۷)ابواب الاضاحی با ب ماجاء فی العقیقة.

(۲)اعلاء السنن (۱۷/۱۱۴) عن شرح المهذب

میں قرینہ موجود ہے کہ یہاں نسخ وجوب مراد ہے، اس روایت میں عقیقہ کے ساتھ مزید تین امور کا بھی ذکر ہے (۱) زکوۃ (۲) صوم رمضان (۳) غسل جنابت۔ اور یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ زکوۃ کی فرضیت سے دیگر صدقات کی فرضیت منسوخ ہوئی ہے لیکن مشروعیت اب بھی باقی ہے، اور رمضان کی فرضیت سے عاشورہ، ایام بیض وغیرہ کے روزوں کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی لیکن استحباب اب بھی باقی ہے، غسل جنابت کی فرضیت نے دوسرے ہر قسم کے غسل کی فرضیت ختم کردی ہے لیکن نفس استحباب اب بھی موجود ہے، چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں خود حضرت علیؓ کا قول موجود ہے کہ چھ چیزوں سے غسل کرنا چاہئے۔

(۱) جنابت سے (۲) حمام میں داخل ہونے سے (۳) میت کو غسل دینے سے (۴) حجامت (پچھنے لگانے) کے بعد (۵) جمعہ کے دن (۶) عیدین کے دن۔

ان علیاً قال: الطهارات ست، من الجنابة ومن الحمام ومن غسل الميت ومن الحجامة والغسل للجمعة والغسل للعيدين.(۱)

اس لئے نسخ الاضاحی کل ذبح کان قبله میں بھی نسخ وجوب مراد ہے نسخ مشروعیت مراد نہیں ہے، لہذا عقیقہ واجب تو نہیں البتہ مستحب اور مشروع ہے۔

(۶) قال العینی فی عمدة القاری، کتاب العقيقة وقال محمد بن الحسن: هی تطوع كان الناس يفعلونها ثم نسخت بالاضحی.(۲)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عقیقہ نفلی چیز ہے، لوگ اسے (لازمی) کرتے تھے پھر قربانی کی وجہ سے منسوخ ہوگیا۔

اس عبارت میں "هی تطوع" میں عقیقہ کی شرعی حیثیت بیان فرمائی ہے کہ یہ

---

(۱) مصنف عبدالرزاق (۱/۲۹۷) رقم الحديث (۱۱۴۰)

(۲) عمدة القاری شرح صحیح البخاری (۱۴/ ۲۶۳) كتاب العقيقة

نفلی کام ہے،آگے اس کے وجوب کا منسوخ ہونا بیان فرمایا ہے،اس عبارت میں تطوع کا منسوخ ہونا مراد نہیں ورنہ تعبیر یوں ہوتی ھی کانت تطوعا الخ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نفس مشروعیت باقی ہے،صرف وجوب منسوخ ہوا ہے۔

(۷) قربانی کی مشروعیت ہجرت کے پہلے سال ہوئی ہے جبکہ نبی علیہ السلام نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیقہ ہجرت کے تیسرے یا چوتھے سال فرمایا ہے اور ام کرزؓ کی حدیث حدیبیہ کے سال کی ہے جو ہجرت کے چھ سال بعد پیش آیا تھا اور ایک قول کے مطابق نبی علیہ السلام نے ۹ ہجری میں حضرت ابراہیم کا عقیقہ کیا تھا، معلوم ہوا کہ عقیقہ کا صرف وجوب منسوخ ہے ۔(۱)

فی النکت الطریفة:وقال محمد ابن الحنفیة وابراھیم النخعی:ان العقیقة کانت تعدواجبة فی عھد الجاھلیة،فرفضھاالاسلام یعنی وجوبھا.....فلماجاء الاسلام رفضت اہ یعنیان رفض الوجوب فتکون علی الا ختیار الخ النکت الطریفة (۲)

کیا حسنینؓ کا عقیقہ نہیں ہوا ؟

نسخ کی ساتویں دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت فاطمہؓ کو حسنینؓ کے عقیقہ سے منع کر دیا تھا،یہ روایت اسی طرح مطلق ہے اور صحیح ہے لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے حسنینؓ کا عقیقہ خود کرلیا تھا یا خود کرنے کا ارادہ تھا، اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ان کا عقیقہ نہ کرو کیونکہ عقیقہ کا تکرار مشروع نہیں،حسنینؓ کا عقیقہ تواتر سے ثابت ہے،چنانچہ امام بیہقیؒ مذکورہ روایات نقل کرنے

---

(۱)اوجزالمسالک(۹/۲۰۷)

(۲) النکت الطریفة (ص ۱۴۹)للامام الکوثریؒ

کے بعد فرماتے ہیں:

فکانه ارادان یتولی العقیقة عنهما بنفسه کما روینا فامر ها بغیر ها وهوالتصدق بو زن شعرهما من الورق.(۱)

نبی علیہ السلام کا ارادہ یہ تھا آپ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیقہ خود کریں جیسا-کہ ہماری نقل کردہ روایات سے معلوم ہوتا ہے،اس بناء پر آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عقیقہ کی بجائے ان کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔

دوسرا قول : عقیقہ سنت نہیں

علامہ عینیؒ نے عمدہ القاری شرح صحیح البخاری میں امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول نقل فرمایا ہے۔

وقال ابوحنیفة:لیست بسنة عمدة القاری(۲)

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ سنت نہیں ہے۔

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

وذکرمحمد رحمة الله علیه فی العقیقة فمن شاء فعل ومن شاء لم یفعل وهذایشیر الی الا باحة فیمنع کو نه سنة. (۳)

امام محمدؒ نے عقیقہ کے بارے ذکر فرمایا ہے کہ جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے،اس میں عقیقہ کے مباح ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ اس کے سنت ہونے سے مانع ہے۔

---

(۱)السنن الکبری للبیهقی (۳۰۴/۹) کتاب الضحایا،باب ماجاء فی التصدق بزنة شعره فضة وماتعطی القابلة(۲) عمدة القاری(۲۶۳/۱۴)دارالحدیث ملتان

(۳)بدائع الصنائع(۶۹/۵)بیروت

تیسرا قول: عقیقہ مکروہ ہے:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع الصغیر میں لکھا ہے۔

ولا یعق عن الغلام ولا عن الجاریة .(۱)

یعنی بچے کی طرف سے عقیقہ کرے اور نہ بچی کی طرف سے۔

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وانه اشارة الی الکرهة لان العقیقة کانت فضلا ومتی نسخ الفضل لا یبقی الا الکراهة. (۲)

یعنی اس میں اشارہ ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کیونکہ عقیقہ افضل و مستحب تھا، جب افضلیت ختم ہوگئی تو پھر صرف کراہت باقی رہ گئی ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امالی فیض الباری میں ہے۔

رأیت فی کتاب "الناسخ والمنسوخ" عن الطحاویؒ ان محمدا قال فی بعض امالیه: ان العقیقة غیر مرضیة. (۳)

میں نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں امام طحاویؒ کے حوالے سے یہ قول دیکھا ہے کہ امام محمدؒ نے اپنی بعض امالی میں فرمایا ہے کہ عقیقہ پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

ناپسندیدہ عمل ہونے کا مرجع بھی کراہت ہی ہے، اس سے بھی عقیقہ کا مکروہ ہونا ثابت ہوا۔

---

(۱)(۲)بدائع الصنائع(۶۹/۵)بیروت

(۳)فیض الباری (۴ /۳۳۵) مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ

چوتھا قول : عقیقہ بدعت ہے

یہ قول صاحب التوضیح نے نقل کیا ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ونقل صاحب التوضيح عن ابى حنيفة والكوفيين انهابدعة.(١)

یعنی صاحب توضیح نے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور اہل کوفہ سے مروی ہے کہ عقیقہ بدعت ہے۔

اس قول پر سخت نکیر کی گئی اور مختلف حضرات کی طرف سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر طعن وتشنیع کرنا منقول ہے مثلاً:

(ا)امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

افرط فيها رجلان قال احد هما:هى بدعة والاخر قال : واجبة

یعنی دو بندوں نے عقیقہ کے بارے حد سے تجاوز کیا ہے ایک نے اسے بدعت کہ دیا اور دوسرے نے واجب، وجوب کے قائلین سے ابن حزم ،لیث بن سعد، داؤد ظاہریؒ وغیرہ مراد ہیں جس کی تفصیل آچکی ہے البتہ بدعت کس نے کہا ہے؟امام شافعیؒ نے اس کی تعیین نہیں فرمائی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والذى نقل عنه انها بدعة ابو حنيفة.(٢)

یعنی جس سے عقیقہ کا بدعت ہونا منقول ہے وہ امام ابوحنیفہ ہیں۔

(۲)ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف (۳) میں ایک مستقل کتاب اور باب باندھا ہے:

---

(١)(٢)عمدة القارى (٢٦٣/١٣) كتاب العقيقة

(١)فتح البارى (٧٣٣/٩) قديمى كتب خانه كراچى .

(٣) مصنف ابن ابى شيبة(٥٣/٢٠)

كتاب الرد على ابى حنيفة،هذا ما خالف به ابو حنيفة الاثر الذى جاء عن رسول صلى الله عليه وآله وسلم .

اس کتاب میں انہوں نے دعوی کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ایک سو پچیس (۱۲۵) امہات مسائل میں صحیح احادیث کی مخالفت کی ہے،ان میں سے اٹھتر واں مسئلہ عقیقہ کا ہے، علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل کتاب النکت الطریفہ فی التحدث عن ردود ابن شیبہ علی ابی حنیفہ لکھ کر ان الزامات کا کافی شافی اور مدلل جواب دیا ہے۔

(۳)ابن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

وجعلهاابوحنيفة من امرالجاهلية وذلک لقلة علمه ومعرفته بالاخبار.(۱)

یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عقیقہ کو جاہلیت کا معاملہ قرار دیا ہے اور یہ ان کے احادیث واخبار کے بارے کم علمی کی وجہ سے ہے۔

اقوال ثلاثہ کی حقیقت:

عقیقہ کے مکروہ، بدعت اور عدم سنت ہونے کے مذکورہ تین اقوال وروایات امام ابوحنیفہؒ سے کسی کتاب میں منقول نہیں ہیں،امام صاحبؒ سے صرف نسخ کا قول منقول ہے، بعض حضرات نے مذکورہ تین اقوال کو اسی پر مبنی کیا ہے،کیونکہ جب عقیقہ منسوخ کہلایا تو اس کا کرنا مکروہ ہونا چاہئے،نیز اسے شریعت کا حکم اور حصہ سمجھ کر کرنا بدعت ہونا چاہئے،اسی طرح یہ سنت بھی نہیں ہونا چاہئے لہذا یہ اقوال بعد کے حضرات کی تخریج ہیں، ان اقوال کی نسبت براہ راست امام صاحبؒ کی طرف کرنا اور ان کی وجہ سے آپ کو مطعون کرنا کسی

---

(۱)المغنى لا بن قدامة (۳۴۴/۸) كتاب الاضاحى،دارالكتب العلمية بيروت.

طرح دیانت و امانت کے تقاضے پورے نہیں کرتا، پھران اقوال کا ظاہری مطلب بھی مراد نہیں لیا جا سکتا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سنت نہ ہونے کا مطلب :

یہ قول امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے اور خود ہی اس کا مطلب بھی بیان فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت مؤکدہ (۲) سنت غیر مؤکدہ ، یہاں سنت مؤکدہ کی نفی مقصود ہے، سنت غیر مؤکدہ کی نفی مقصود نہیں ہے، خلاصہ یہ کہ عقیقہ سنت مؤکدہ نہیں ہے اور اس سے مطلق سنت ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

فی عمدة القاری،اول کتاب العقیقة وانما قال لیست بسنة فمراده امالیست بسنة ثابتة واما لیست بسنة مؤکدة.(۱)

یعنی امام صاحبؒ نے جو فرمایا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عقیقہ سنت ثابتہ نہیں ہے یا سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

کراہت عقیقہ کی توجیہات:

اصل بات تو یہی ہے کہ کراہت عقیقہ کا قول امام صاحبؒ سے منقول نہیں، صاحب بدائع کا اپنا استنباط ہے جو کہ حجت شرعیت نہیں ہے، اگر اس قول کو درست تسلیم کرلیا جائے تو علی سبیل التسلیم اس کی توجیہات مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی توجیہ : اس قول کی حقیقت یہ ہے کہ بسا اوقات معاشرہ میں لوگ کسی مستحب یا مباح فعل کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جو ایک فرض اور واجب کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مستحب امر کو فرض یا واجب کا درجہ دینا زیادۃ علی الشرع کے

---

(۱)عمدة القاری (۲۶۴/۱۴) اول کتاب العقیقة

مترادف ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، فقہاء کرامؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ جہاں فرق مراتب کی رعایت ختم کر کے مستحب کو فرض یا واجب سمجھا جائے تو ایسی جگہ امر مستحب عوارض کی وجہ سے مکروہ ہوجاتا ہے تا کہ عوام کے اذہان سے اس کی اہمیت چلی جائے یا کم ہو جائے۔فقہاء کرام اور علماء عظامؒ نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اوردوسرے حضرات کے زمانہ میں عوام الناس کے اذہان میں عقیقہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور اسے قربانی کی طرح واجب اور ضروری سمجھا جاتا تھا،عقیقہ نہ کرنے والے کو مطعون کیا جاتا تھا جو کہ حدود شرع سے تجاوز ہے،مذکورہ اصول کے پیش نظر اس کا تدارک ضروری تھا،اس لئے امام صاحبؒ اور دیگر حضرات نے کراہت کا قول اختیار کیا۔

اس توجیہ کا حاصل دو چیزوں میں سے کوئی ایک ہے۔

(۱) کراہت کا قول مستقل حکم شرعی نہ تھا بلکہ عارضی اور وقتی تھا۔

(۲) کراہت نفسِ عقیقہ کی نہیں بلکہ ان امور خارجہ کی ہے جو عوام نے اپنائے اور جو حدود سے تجاوز کے زمرے میں آتے ہیں۔

دوسری توجیہ: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ وغیرہ حضرات کے زمانہ میں لوگوں نے عقیقہ میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا اوراس میں منکرات اور خلاف شرع باتوں کو شامل کردیا تھا،اس بناء پر عقیقہ کو مکروہ کہہ دیا ،ورنہ نفس عقیقہ مکروہ نہیں ہے اوراس کی مثال اشعار ہے، اشعار کہتے ہیں:

شق احدی طرفی سنا مهاحتی یسیل منه الدم لیعلم انه هدی.(۱)

یعنی ہدی کے جانور کی کی کوہان کے دواطراف میں سے کسی ایک کو زخمی کردینا تاکہ اس سے خون نکل آئے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ہدی کا جانور ہے۔

(۱) معجم لغة الفقهاء (ص ۲۹)ادارة القرآن کراتشی

یہ عمل خود نبی علیہ السلام سے ثابت ہے جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت عائشہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ حضرات سے منقول ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اشعار کے بارے بہت مبالغہ سے کام لئے جانے لگا،لوگ جانور کو اتنا زیادہ زخمی کر دیتے کہ اس کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو جاتا،اس بناء پر امام ابوحنیفہؒ نے اشعار کو مکروہ قرار دیا، صاحب ہدیہ لکھتے ہیں:

وقیل ان ابا حنیفة کرہ اشعار اهل زمانه لمبالغتهم فیه علی وجه یخاف منه السرایة.الهدایه (۲۶۲/۱)(۱)

ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے زمانے کے لوگوں کے اشعار کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ وہ اشعار میں مبالغہ سے کام لیتے تھے جس سے زخم کے بڑھنے اور جانور کی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہوتا تھا۔

خاتم المحدثین حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ولانهم کانو یفعلون عندا لعقیقة بعض المحظورات کتلطخ الا شعار بدم الحیوان مع ورودالحدیث فی النهی عن ذلک الرسم فکان مراده هذا فیض الباری (۳۴۷/۴)(۲)

یعنی لوگ عقیقہ کرتے وقت بعض خلاف شرع رسوم کرتے جو حدیث کی رو سے ممنوع تھیں مثلاً بچے کے بالوں پر عقیقہ کے جانور کا خون لگانا، امام ابوحنیفہ کی مراد اس کی کراہت ہے۔

تیسری توجیہ :امام ابوحنیفہؒ نے عمل عقیقہ کو ممنوع نہیں قرار دیا ،آپ بھی

---

(۱) .الهدایه (۲۶۲/۱)باب التمتع

(۲)فیض الباری (۳۴۷/۴) مکتبه عثمانیه کوئٹه

اس کے مسنون ومستحب ہونے کے قائل ہیں،آپ نے اس نام" عقیقہ" کومکروہ کہا ہے کیونکہ عقیقہ کا العقوق کے ساتھ تشارک فی المادۃ ہے یعنی دونوں کا اصل مادہ (ع ق ق)ایک ہے اور العقوق کے معنی ہیں ماں باپ کی نافرمانی جو کہ قبیح اور ناپسندیدہ عمل ہے اس بناء پر لفظ العقیقہ کو بھی مکروہ کہہ دیا، گویا کہ یہ محض کراہت اسمیہ ہے اور یہ کراہت خود نبی علیہ السلام سے ثابت ہے،متعددروایات میں آتا ہے نبی علیہ السلام سے عقیقہ کے بارے سوال کیا گیاتو آپ نے فرمایا: ان اللہ لا یحب العقوق اللہ تعالیٰ عقوق کو پسند نہیں کرتا،اوربعض روایات میں ہے:لاحب العقوق میں عقوق کوپسندنہیں کرتا، محدثین عظام کا تقریبا اتفاق ہے کہ یہاں کراہت سے نفس عقیقہ کی کراہت مرادنہیں،کراہت اسمی مراد ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیض الباری میں فرماتے ہیں۔

فلم ازل اتردد فی مرادالامام ...ثم تبین لی مراده انه کان یکره اسم العقیقة لا نه یوهم العقوق ولکونه من اسماء الجاهلیة .(۱)

میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مرادسمجھنے میں ہمیشہ متردد رہا .... پھر میرے سامنے یہ بات واضح ہوئی کہ امام صاحبؒ عقیقہ کے نام کومکروہ جانتے ہیں کیونکہ اس سے عقوق(والدین کی نافرمانی) کا وہم ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ جاہلیت کے ناموں میں سے ہے۔

چوتھی توجیہ:علامہ ظفر احمد عثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے عقیقہ کو جومکروہ کہا یہ اس وقت ہے جبکہ مقصود بچے کی طرف سے صرف خون بہانہ ہو جیسا کہ قربانی میں ہوتا ہے،اگر مقصود خاندان کی ضیافت اور فقراء کوکھلانااوراس مقصد کیلئے

---

(۱)فیض الباری (۳۳۷/۴) مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ

گوشت حاصل کرنا ہوتو یہ درست ہے، جس طرح ولیمہ کیلئے جانور ذبح کرنا درست ہے۔ (۱)

علامہ کاسانیؒ کے استدلال کا جواب:

علامہ کاسانی رحمتہ اللہ علیہ نے الجامع الصغیر کی عبارت

ولا یعق عن الغلام ولا عن الجاریة

سے کراہت عقیقہ پر اس طرح استدلال فرمایا ہے کہ عقیقہ اصل میں مستحب تھا اور روزہ اور صدقہ فرض تھا، جب حدیث علی اور اثر عائشہؓ میں ان کی تنسیخ آچکی تو عقیقہ کا استحباب ختم ہوگیا لہذا صرف کراہت باقی رہ گئی اور روزہ اور صدقہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور استحباب باقی رہا۔ بدائع (۲)

جواب (۱): ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نسخ ہمیشہ زائد چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہاں دو چیزیں ہیں ایک نفس عقیقہ دوسرا استحباب عقیقہ استحباب چونکہ امر زائد ہے لہذا نسخ استحباب کا ہوگا، اصل اباحت اب بھی باقی ہے۔

جواب (۲) علامہ لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کا جواب اس صورت میں ہے جب عقیقہ کا مستحب ہونا تسلیم کرلیا جائے ورنہ ابتداء میں عقیقہ واجب تھا اور نسخ کی روایات میں عقیقہ کو روزے اور صدقہ کے ساتھ ذکر کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ روزہ صدقہ کی طرح عقیقہ بھی واجب تھا لہذا علامہ کاسانیؒ کا یہ فرق صحیح نہیں، جس طرح روزہ اور صدقات کا استحباب باقی ہے صرف وجوب منسوخ ہوا ہے اسی طرح عقیقہ کا استحباب واباحت باقی ہے صرف وجوب منسوخ ہوا ہے۔ (۳)

---

(۱)اعلاء السنن (۱۰۹/۱۷)(۲)بدائع (۹٦/۵)(۳)التعلیق الممجد(۲۹۱)

جواب (۳) : جامع الصغیر کی عبارت ولایعق الخ کا مطلب یہ ہے کہ سنت اور واجب سمجھ کر بچے اور بچی کا عقیقہ نہ کرے کیونکہ عقیقہ سنت اور واجب نہیں ہے مطلقاً منع کرنا مقصود نہیں ہے، جامع الصغیر کی پوری عبارت سے یہی مفہوم نکلتا ہے لہذا اس سے کراہت ثابت نہیں ہوتی۔

هكذا قال الامام ابن عابدين في ردالمحتار(۳۲۶/۵) (۱)

علامہ کاسانیؒ کا اپنا مسلک :

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے کراہت عقیقہ کی بات ایک علمی بحث کے طور پر لکھی ہے ورنہ خودان کے ہاں عقیقہ مباح عمل ہے مکروہ نہیں ہے ،جس کے حوالے پانچویں قول میں آرہے ہیں۔

قول بدعت افتراء ہے

علماء امت اور فقہاء ملت نے تصریح فرمائی ہے کہ عقیقہ کو بدعت کہنے کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف کرنا آپ پر بہتان اور افتراء ہے، چند حوالے ملاحظہ ہوں ۔

(۱) علامہ عینیؒ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

قلت:هذا افتراء فلايجوز نسبته الى ابي حنيفة وحاشاه ان يقول مثل هذا. عمدة القارى (۲)

بدعت کی نسبت افتراء اور بہتان ہے لہذا اس کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف کرنا جائز نہیں ہے،امام صاحبؒ کبھی بھی ایسی بات نہیں کر سکتے۔

(۲) اوجزالمسالک (۲۰۶/۹)(۲) میں بھی یہی بات نقل فرمائی ہے۔

---

(۱)ردالمحتار(۳۲۶/۵) كتاب الا ضحية.(۲)عمدة القارى(۲۶۳/۱۴)

(۳)حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ مالابدمنہ میں فرماتے ہیں:

نزدامام اعظم ابوحنیفہؒ مستحب است وقول به بدعت بودنش افتراء است برامام، کذافی العاجلة الدقیقة۔(۱)

ترجمہ: امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں عقیقہ مستحب ہے اوران کی طرف بدعت کاقول منسوب کرناحضرامام ہمامؒ پرافتراء ہے،جیسا کہ"العاجلة الدقیقة" میں لکھاہے۔

پانچواں قول : عقیقہ مباح ہے

فقہ حنفی میں عقیقہ کے بارے پانچواں قول یہ ملتا ہے کہ عقیقہ مباح ہے،چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں ہے۔

العقيقة عن الغلام وعن الجارية وهى ذبح شاة فى سابع الولادة وضيافة الناس وحلق شعره مباحة لا سنة ولا واجبة كذا فى الوجيز للكردرى(۲).

لڑکے اورلڑکی کی طرف سے پیدائش کے ساتویں دن لوگوں کی ضیافت کے طور پرعقیقہ کے نام سے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اور بچے کے بال مونڈھے جاتے ہیں یہ مباح ہے سنت ہے اور واجب نہیں ہے۔

بدائع الصنائع کتاب التضحیہ میں ہے۔

منها العقيقة كانت فى الجاهلية ثم فعلها المسلمون فى اول الا سلام فنسخهاذبح الا ضحية فمن شاء فعل ومن شاء لم يفعل.(۳)

---

(۱) مالابدمنہ(ص۱۷۶)رسالہ احکام عقیقہ(۲)

(۲)العالمگيرية (۲۴۲/۵) كتاب الكراهية،الباب الثانى والعشرون

(۳)بدائع الصنائع(۶۹/۵) كتاب التضحية

عقیقہ جاہلیت میں ہوا کرتا تھا اور ابتداء اسلام میں مسلمانوں نے بھی کیا پھر قربانی نے اس کو منسوخ کر دیا لہذا جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔

آخر میں امام شافعیؒ کے استدلال کے جواب میں حدیث

ان الله تعالی لا یحب العقوق الخ

اور حدیث عائشہؓ اور حدیث علیؓ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وهذا ينفى كون العقيقة سنةلانه عليه الصلوة واسلام علق العق بالمشية وهذا امارة الا باحة.

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عقیقہ سنت نہیں کیونکہ نبی علیہ السلام نے عقیقہ کو چاہت کے ساتھ معلق فرمایا ہے جو کہ اس کے مباح ہونے کی نشانی ہے۔

قال الامام المنبيجیؒ فی اللباب فی الجمع بين السنة والكتاب: العقيقة مباحة من شاء فعلها ومن شاء تركها وليس عليه لوم ابوداؤد عن عمروبن شعيب عن ابيه عن جده قال سأل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن العقيقة فقال :لايحب الله العقوق كانه كره الا سم وقال : من ولدله ولد فاحب ان ينسک عنه فلينسک،عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجا رية شاة.(۱)

اباحت کا مطلب

عقیقہ کے مباح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقیقہ نہیں کرتا تو گناہ نہیں ہے اور

(۱)اللباب فی الجمع بين السنة والكتاب (۶۴۸/۲) باب العقيقة مباحة وكذا فی الجامع المحبوبی كما فی الشامية (۳۳۵/۶)آخر كتاب الا ضحية وكذا فی الفتاوی الكاملية فی الحوادث الطرابلسية (ص ۲۳۹) كتاب الذبائح

اگر ثوب کی نیت کئے بغیر کرتا ہے تو ثواب بھی نہیں ملتا اور اگر ثواب کی نیت سے اور نعمت اولاد ملنے پر اللہ تعالی کے شکر کے طور پر کرتا ہے تو اس پر ثوب ملے گا کیونکہ کسی بھی مباح کام کرنے میں حسن نیت کا عمل دخل ہوتا ہے اور اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے، علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

علی انه وان قلنا انها مباحة لکن بقصد الشکر تصیر قربة فان النیة تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات. ردالمحتار(۱)

یعنی اگر ہم عقیقہ کو مباح بھی کہدیں تو شکر کی نیت سے وہ عبادت وقربت بن جائے گا کیونکہ نیت عادتوں کو عبادت اور مباح امور کو طاعت بنادیتی ہے۔

فتاوی رشیدیہ کتاب الاضاحی والعقیقۃ میں ہے۔

سوال: عقیقہ کو جو مباح لکھا ہے تو اس اباحت سے ثواب نکلتا ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت امام صاحبؒ سے یہ روایت ہے کہ عقیقہ مباح ہے، اس مباح میں ثواب جب ہوتا ہے کہ وہ عبادت کی نیت سے کیا جاوے پس امام صاحبؒ کے قول سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ واجب میں ثواب ہوتا ہے وہ اس میں نہیں رہا اور سب ائمہ کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے(۲)

چھٹا قول: عقیقہ مستحب ہے:

شرح الطحاوی میں عقیقہ کو مستحب اور افضل لکھا ہے، ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار، آخر کتاب الاضحیہ میں لکھتے ہیں:

یستحب لمن ولد له ولد ثم یعق عند الحلق عقیقة اباحة علی مافی

---

(۲) ردالمحتار (۳۲۶/۵)

(۱) فتاوی رشیدیه (ص ۴۰۶) کتاب الاضاحی والعقیقة

الجامع المحبوبی اوتطوعا علی ما فی شرح الطحاوی الخ (۱)

علامہ ابن عابدین کا اپنا رجحان یہ ہے کہ عقیقہ مستحب ہے۔

فی الفتاوی الشامیة:وقد ذکر فی غرر الا فکار ان العقیقة مباحة علی مافی جامع المحبوبی اوتطوع علی مافی شرح الطحاوی اه ومامر یؤیدانهاتطوع.الشامیة(۲)

فی تنقیح الفتاوی الحامدیة:سئل فی العقیقة کیف حکمها وکیف تفعل:

(الجواب)قال فی السراج الوهاج فی کتاب الاضحیة مانصه: مسئلة العقیقة تطوع ان شاء فعلها وان شاء لم یفعل الیخ (۳)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ المرقاۃ شرح المشکوۃ میں لکھتے ہیں:

واماالغلا م فیحتمل ان یکون اقل الندب فی العقیقة واحدة وکماله الثنا ن. (۴)

وفی العرف الشذی،باب العقیقة،نسب الی ابی حنیفة انه لا یقول بالعقیقة والموهوم الیه عبارة محمد فی موطاه والحق ان مذهبنا لسابع بعد یوم الولا دة الخ (۵)

وفی عمدة القاری:بعد نقل حدیث عمر وبن شعیب عن ابیه عن جده

---

(۱)ردالمحتار(۳۳۶/۶) آخر کتاب الا ضحیه

(۲)الشامیة(۳۲۶/۶)

(۳)تنقیح الفتاوی الحامدیة (۲۳۲/۲)المکتبة الحبیبیة کوئته

(۴)المرقاة شرح المشکوة (۱۵۸/۸)مکتبه امدادیه ملتان

(۵)العرف الشذی (۴۱۰/۱) باب العقیقة

: فهذا يدل على الا ستحباب. (۱)

ساتواں قول :عقیقہ سنت ہے

عقیقہ کے بارے ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔

فی عمدة القاری: وانما قال: لیست بسنة فمراده اما لیست بسنة ثابتة واما لیست بسنة مؤكدة.(۲)

آپ کے مسائل میں ہے:

عقیقہ سنت ہے لیکن اس کی میعاد ہے ساتویں دن یا چودہویں دن یا اکیسویں دن،اس کے بعد اس کی حیثیت نفل کی ہوگی ۔(۳)

فتاوی رحیمیہ میں ہے:

مذہب حنفی میں عقیقہ مسنون ہے ومستحب ہے،اسلامی طریقہ ہے۔(۴)

کفایت المفتی میں ہے:

عقیقہ واجب نہیں ہے، سنت ہے، اگر وسعت ہو تو عقیقہ کرنا اولی و افضل ہے۔(۵)

---

(۱)عمدہ القاری (۴۲۳/۱۴)

(۲)عمدہ القاری (۴۶۳/۱۴) وهكذا يفهم من شرح سفر السعادة للشيخ عبدالحق الدهلوی كما فی مجموعة الفتاوی للشيخ اللكنوئ(۸۲/۲) كتاب الطلاق،باب العقيقة والختنة

(۳)آپ کے مسائل اوران کا حل (۲۲۴/۴)

(۴)فتاوی رحیمیہ (۹۱/۲)۔

(۵)کفایت المفتی (۲۴۲/۸)

اقوالِ ثلاثہ کا مآل:

آخری تین اقوال یعنی (۱) اباحتِ عقیقہ (۲) استحباب عقیقہ (۳) سنت عقیقہ کا مآل، مرجع اور نتیجہ ایک ہی ہے، یعنی عقیقہ مستحب ہے کیونکہ جہاں عقیقہ کو مسنون لکھا ہے وہاں سنت سے سنت غیر مؤکدہ مراد ہے، جیسا کہ عمدۃ القاری سے اس کی تصریح نقل کی جاچکی ہے، اور سنت غیر مؤکدہ اور مستحب تقریباً ایک ہی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ فتاوی رحیمیہ اور کفایت المفتی کے مذکورہ بالا حوالوں میں سنت، مستحب اور افضل و اولیٰ کو ایک حکم میں جمع فرمایا گیا ہے۔ اور اباحت عقیقہ کا مطلب پہلے آچکا ہے کہ اگر عقیقہ بنیت ثواب اور شکر الٰہی کے طور پر کیا جائے تو اس پر ثواب ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر مسلمان اس نیت سے عقیقہ کرتا ہے جس سے یہ عمل مستحب ہوجاتا ہے۔

فی النکت الطریفة فتکون علی الاختیار لاعلی الوجوب ولا علی انها سنة مؤکدة بل علی انها مستحبة تشملها الاباحة.(۱)

عقیقہ کی تاکید اور ترک پر وعید:

بہت سی احادیث میں عقیقہ کرنے کی تاکید آئی ہے اور نہ کرنے پر نقصانات کا ذکر اور وعید آئی ہے۔

حدیث نمبر (۱)

حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

النکت الطریفة (ص ۱۴۹)

الغلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق راسه ،وفي بعض روايات ابى داؤدوالنسائى ومصنف ابن ابى شيبة ومسند احمد رهينة بدل مرتهن.(١)

ترجمہ: ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ مرہون ہوتا ہے جو ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے گا اوراس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈھا جائے۔

فى العرف الشذى على جامع الترمذى(٢)على هامش جامع الترمذى:ولفظ المرتهن على صيغة المجهول ولا يزعم انه لازم سيمااذاكان بعده باء كما قال امرأ القيس.

عميد القلب مرتهنا　　　بذكراللهو والطرب

مجمع البحرين(٣) میں یہ حدیث ابن بريدة عن ابيه سے مرفوعاً ان الفاظ

---

(١)مسند احمد بن حنبل (٧/ ٢٣٨)رقم الحديث ٢٠١٠٣و(٧/ ٢٥٨)رقم الحديث ٢٠١٥٩ و (٧ / ٢٦٧)رقم الحديث ٢٠٢٠٩و(٧/٢٦٨)رقم الحديث ٢٠٢١٤و(٧/٢٦٨)رقم الحديث٢٠٢٧٦،مستدرک حاکم(٢٦٣/٤)کتاب الذبائح،رقم الحديث ٧٥٨٧ / ١٨) ،السنن الكبرى للبيهقى (٩ / ٢٩٩)باب العقيقة سنة،و(٩/٣٠٣)باب لايمس الصبى بشئ من دمها، سنن ابن ماجه (ص٢٢٨)،ابوداؤد (٢/ ٣٤)، جامع الترمذى (١/ ٢١١)سنن النسائى (٢/ ١٨٨) سنن الدارمى (٢ / ١١١) باب السنة فى العقيقة، كنز العمال (١٦/ ١٨٠)،مصنف ابن ابى شيبة (١٢/ ٣٢٠.)كتاب العقيقة

(٢)العرف الشذى(١/ ٢١١)على هامش جامع الترمذى

(٣)مجمع البحرين(١٩٥/٢)كتاب الوليمة والعقيقة رقم الحديث ١٩٠١

میں مروی ہے کل مولود مرتهن بعقيقته.

وفی مصنف عبد الرزاق:عن مکحول ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال:المولود مرتهن بعقيقته قال:وبلغني عن ابن عمرؓ انه كان يقوله. (۱)

یعنی ہر نوزائیدہ اپنے عقیقہ کے ساتھ مرہون ہوتا ہے۔

ان روایات میں مرتہن اور رہینہ کا لفظ آیا ہے، مرتہن اسم مفعول کا صیغہ ہے اور رہینہ مرہونہ کے معنی میں ہے، یہ دونوں "الرھن" سے مشتق ہیں، الرھن کا لغوی معنی ہے حبس الشئی بای سبب کان یعنی کسی بھی سبب سے شئی کو روکنا، محبوس کرنا اور اصطلاحی معنی ہے جعل الشئی محبوسا بحق یمکن استیفائه منه یعنی کسی چیز کو ایسے حق کے عوض رو کے رکھنا کہ جس کا اس چیز سے حاصل کرنا ممکن ہو۔ردالمحتار(۲)

مثلاً ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ قرض ہے، مقروض اس کے پاس کچھ سامان رکھ دیتا ہے کہ اگر میں نے قرض ادا نہ کیا تو یہ سامان فروخت کرکے اپنا قرض وصول کرلینا، یہ سامان رہن (گروی) کہلاتا ہے، حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض اس طرح رہن (گروی) ہوتا ہے جس طرح سامان قرض دین وغیرہ کے عوض گروی رکھا جاتا ہے۔ محدثین اور شارحین حدیث نے اس حدیث کے کئی مطالب بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند مطالب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ایسا بچہ والدین کی شفاعت نہیں کرتا

احادیث میں آتا ہے کہ بچپن میں فوت ہونے والا ہر بچہ والدین کی سفارش

---

(۱) مصنف عبد الرزاق (۴/ ۳۳۱)

(۲) ردالمحتار (۶/ ۴۷۷ و ۴۷۸)

کرے گا اور اس کی سفارش قبول ہوگی لیکن جس بچے کا عقیقہ حیثیت کے باوجود نہ کیا گیا اور وہ بچپن میں فوت ہوگیا تو وہ آخرت میں اپنے والدین کیلئے شفاعت نہیں کرے گا گویا جس طرح گروی رکھی ہوئی چیز کام نہیں آتی یہ بچہ بھی ماں باپ کے کام نہیں آئے گا، یہ مطلب امام احمد بن حنبل، حضرت عطاء خراسانی اور حضرت قتادہؒ سے مروی ہے۔

سنن البیہقی میں ہے۔

یحی بن حمزة قال:قلت لعطاء الخراسانی مامرتهن بعققتة قال: یحرم شفاعة ولده .السنن الکبری للبیهقی)(۱)

یحیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاؒ سے پوچھا کہ مرتھن بعقیقتہ کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایسا والد اپنی اولاد کی شفاعت سے محروم ہوگا۔

امام طیبیؒ مشکوۃ کی ''شرح الکاشف عن حقائق السنن'' میں نقل کرتے ہیں ۔

قد تکلم الناس فیه واجودهاماقاله احمد بن حنبل:معناه اذامات طفلا ولم یعق عنه لم یشفع فی والدیه وروی عن قتاده:انه یحرم شفاعتهم.(۲)

اس حدیث کے بارے شارحین نے مختلف باتیں ارشاد فرمائی ہیں ان میں سب سے عمدہ اور جید قول وہ ہے جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس بچے کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا او وہ بچپن میں فوت ہوگیا تو وہ والدین کی شفاعت نہیں کریگا، اور حضرت قتادہؒ سے مروی ہے کہ وہ (والد) اپنی اولاد کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول تقریباً سب شارحین حدیث نے نقل کرکے اس کی تحسین فرمائی ہے ۔مثلاً بذل المجہود، العرف الشذی، فیض الباری، معالم السنن للخطابی، فتح

---

(۱)السنن الکبری للبیهقی (۹/ ۹۹۹)

(۲)الکاشف عن حقائق السنن (۸/ ۱۳۱)

الباری،شرح السنۃ وغیرہ(۱)

امام طیبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

القول:لاریب ان الامام احمد ماذ هب الی هذا القول الا بعد ما تلقی من الصحابة والتابعین علی انه امام من ائمة الکتاب،یجب ان یتلقی کلامه با لقبول وتحسین الظن به.(۲)

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے یہ قول صحابہ کرام اور تابعین عظام سے حاصل کرنے کے بعد اختیار کیا ہوگا،اس کے علاوہ امام احمد ایک بہت بڑے امام ہیں لہذا ضروری ہے کہ ان کی بات کو قبول کیا جائے اور ان کیساتھ حسن ظن رکھا جائے۔

(۱)وغیرہ کتب میں اسی قول کواجود یعنی سب سے اچھا کہا ہے اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو اعلاء السنن میں بحوالہ المحلی لا بن حزم (۲۵۲/۷) حضرت بریدہ اسلمیؓ سے نقل کی ہے۔(۳)

الناس یعر ضون علی العقیقة یوم القیمة کما یعرضون علی الصلوات الخمس.

حضرت بریدہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت جس طرح پانچ وقت کی نمازوں کے بارے باز پرس ہوگی عقیقہ کے متعلق بھی باز پرس ہوگی۔

---

(۱)بذل المجهود(۶۸/۴)العرف الشذی (۴۱۱/۱)فیض الباری (۳۳۷/۴)
معالم السنن للخطابی (۲۸۵/۴)فتح الباری(۷۴۲/۹) شرح السنة
(۷۴۴/۶)کتاب الصید والذبائح،باب العقیقة، دارالفکر،بیروت

(۲)الکاشف عن حقائق السنن (۱۳۲/۸)

(۳)اعلاء السنن(۱۱۲/۷)

ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کی ایک روایت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی منقول ہے۔

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد(۱) میں امام احمدؒ کا یہی قول نقل فرما کر اپنی طرف سے اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایسا بچہ خیر اور بھلائی سے محروم ہوتا ہے اور والدین کی کوتاہی کی وجہ سے کبھی بچہ بھلائی سے محروم ہو سکتا ہے۔

ظاهر الحديث انه رهينة في نفسه ممنوع محبوس عن خير يرادبه الخ

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن القیمؒ کے ہاں امام احمد کا قول راجح نہیں البتہ اس کی تردید بھی نہیں کی لیکن تحفۃ المودود باحکام المولود (۲) میں امام احمد کے مذکورہ قول کو رد فرمایا ہے۔

لیکن اس بارے صحیح یہ ہے کہ امام احمد کا قول عقیقہ کے متعلق ترغیب وترہیب کی حد تک درست ہے، ابن القیمؒ کے علاوہ سب نے اس کو عمدہ قول قرار دیا ہے البتہ اس سے عقیقہ کا وجوب ثابت کرنا درست نہیں اور نہ ہی امام احمد کی یہ مراد ہے کیونکہ ان کے ہاں بھی عقیقہ واجب نہیں ہے، وجوب کی تردید کی حد تک ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق درست ہے۔

(۲) عقیقہ لازم اور ضروری ہے۔

جس طرح مرہونہ چیز کے حصول کے لئے دین کی ادائیگی ضروری ہے، اور جب تک دین ادا نہ کیا جائے مرہونہ چیز دائن کے پاس محبوس ومقید رہتی ہے۔

بلکہ ممکن ہے کہ دائن (مرتہن) مرہونہ چیز کو فروخت کر کے اپنا دین وصول

---

(۱) زاد المعادفی هدی خير العباد (۲/۶ ۳۱).

(۲) تحفة المودود با حكام المولود (ص ۳۲)

کرلے،اوراس طرح مالک (راہن)اس سے ہاتھ دھوبیٹھے،یہ سب خدشات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ دین کی ادائیگی ضروری ہے،اسی طرح عقیقہ کی ادائیگی بھی ضروری ہے،گویا کہ عقیقہ کی ادائیگی قرض کی طرح ضروری ہے۔

فی النهاية لابن الاثيرالجزری:ومعنی قوله:رهينة بعقيقته ان العقيقة لازمة له لابدمنها،فشبهه فی لزومهاوعدم انفكاكهامنهابالرهن فی يدالمرتهن.(۱)

(۳)بچہ تکالیف ومصائب میں بند ہوتا ہے:

بچے کے عقیقہ کے عوض بند ہونے کا مطلب یہ ہے جوبھی بچہ پیداہوتاہے مصائب ومشکلات،امراض اور بیماریاں اس کے ساتھ ہوتی ہیں،جب اس کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اورعقیقہ کے بعد بال منڈوائے جائیں تو بچہ مصائب وتکالیف سے محفوظ ہوجاتا ہے،اوراگراس کاعقیقہ نہ کیاجائے تواس صورت میں بچہ اذی یعنی تکلیف اورمختلف حوادث ومصائب میں گھرا ہوا ہوتا ہے،آفات وامراض کا شکار ہوتا ہے،اس قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بہت سی روایات میں اس حدیث کے بعد یہ جملہ بھی آتا ہے:

فامیطوا عنه الاذی یعنی اس بچے سے اذی (تکلیف) کو دور کرو۔(۲)

(۴) بعض حضرات نے عقیقہ کے عوض رہن ہونے کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ بچے کے سر کے بال کٹوانا اور نام رکھنا عقیقہ پر موقوف ہے،جب تک عقیقہ نہ ہوجائے

---

(۱)النهايةفی غريب الحديث والاثر(۲/۲۸۵)مطبوعة ايران،قم.

وكذافی بذل المجهود(۴/۸۶)

(۲)بذل المجهود(۴/۸۶)ومرقاةالمفاتيح (۸/۱۵۶)

اس وقت تک نام رکھنے اور بال کٹوانے سے احتراز کرنا چاہیے، ساتویں دن عقیقہ کر کے بال کٹوائے جائیں اور اچھا نام رکھا جائے۔ (۱)

(۴) اولاد کا حق ضائع کرنا:

حدیث نمبر (۲)

حدیث: لا احب العقوق اور لا یحب الله العقوق۔ کی وضاحت آگے آرہی ہے، اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عقوق اصل میں والدین کی نافرمانی کو کہا جاتا ہے لیکن اس حدیث میں عقوق والد کیلئے مجاز ہے یعنی والد اگر باجود گنجائش کے بچے کا عقیقہ نہیں کرتا تو یہ بچے کے حق کی ادائیگی سے انکار ہے جو اولاد کے اپنے والدین کی نافرمانی کرنے سے کم نہیں۔

فی اوجزالمسالک: ویحتمل ان یکون العقوق فی هذا الحدیث مستعارا للوالد کما هو حقیقة فی المولود وذلک اذالم یعرف حق ابویه صارعاقا کذلک جعل اباء الوالد عن اداء حق المولود عقوقا علی الاتساع فقال: لایحب الله العقوق ای ترک ذلک من الوالد مع قدرته علیه یشبه اضاعة المولود حق ابویه. (۲)

---

(۱) نیل الاوطار (۴/ ۲۲۵)

(۲) اوجز المسالک (۹/ ۲۰۸) للشیخ الکاندهلویؒ

وکذافی المرقاة (۸/ ۱۰۹)

(۵)اولاد نافرمان ہوگی

جس بچہ کا عقیقہ نہ کیا جائے تو وہ والدین کا نافرمان ہوگا،چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا مطلب یہ لکھا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ بڑھاپے میں اس کی اولاد نافرمان ثابت نہ ہو اسے چاہئے کہ بچپن میں اس کی طرف سے عقیقہ کر لیا کرے کیونکہ والد کی نافرمانی (باوجود قدرت کے عقیقہ نہ کرنا)اولاد کی نافرنانی کا سبب ہے۔

فی اوجزالمسالک:وقال القاری:معناه فمن شاء ان لا یکون ولد ہ عاقاله فی کبره فلیذ بح عنه عقیقة فی صغره لان عقوق الوالد یو رث عقوق الولد ولا یحب الله العقوق وهذا تو طئة لقوله : ومن ولدله ولدالخ(۱)

حدیث نمبر (۳)

فی مصنف ابن ابی شیبة: عن محمد بن ابراهیم قال:کان یؤمر بالعقیقة ولو بعصفور.(۲)

وفی کتاب الام للامام الشافعی:اخبرنامالک عن یحی بن سعیدعن محمد بن ابراهیم ابن الحارث التیمی قال:تستحب العقیقة ولوبعصفور:قلت للشافعی:فانانقول:

لیس علیه العمل ولانلتفت الی قول:وتستحب،قال:قدیمکن ان لا یکون استحبها الا اهل العلم بالمدینة.(۳)

---

(۱)اوجزالمسالک (۲۰۹/۹)

(۲)مصنف ابن ابی شیبة (۳۲۰/۱۲)

(۳) کتاب الام للامام الشافعی رحمه الله: کتاب اختلاف مالک والشافعی (۲۳۳/۱۴)باب ماجاء فی العقیقة، دارقتیبة بیروت

فی موطاالا مام مالک:باب العمل فی العقیقة،مالک عن ربیعة بن ابی عبدالرحمن عن محمد بن ابراهیم ابن الحارث التیمی انه قال سمعت ابی یستحب العقیقةولوبعصفور.(۱)

ابراہیم بن حارث فرماتے ہیں کہ عقیقہ کا امر کیا جاتا اگر چہ چڑیا سے کیا جائے اور ایک روایت میں ہے کہ عقیقہ مستحب ہے اگرچہ چڑیا سے کیا جائے۔

اس اثر کا مقصد عقیقہ کی تاکید اور مبالغہ ہے یعنی حتی الامکان عقیقہ کرنا چاہئے چھوڑنا نہیں چاہئے اگرچہ کم سے کم خرچہ پر میسر ہو،اس کا ظاہری معنی مرادنہیں ہے،کیونکہ چڑیا ذبح کرنے سے عقیقہ نہیں ہوتا۔(۲)

---

(۱)موطاالا مام مالک (ص۱۸۲) باب العمل فی العقیقة، ورواه البیهقی فی معرفة السنن (۷۱/۱۴)

(۲)والتفصیل فی اوجزالمسالک (۹/ ۲۱۸)

عقیقہ یا نسیکہ اور حدیث لا احب العقوق کی توضیح

بعض احادیث میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیقہ کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا لا احب العقوق اور بعض میں فرمایا لایحب اللہ العقوق مجھے اللہ کی نافرمانی پسند نہیں یا اللہ کو والدین کی نافرمامی پسند نہیں ہے۔

(۱)فی مستدرک الحاکم:عن عمروبن شعیب عن ابیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه قال:سئل رسول صلی الله علیه وآله وسلم عن العقیقة فقال:لا احب العقوق من ولدله منکم مولود فا حب ان ینسک عنه فلیفعل، عن الغلام شاتان وعن الجاریة شاة.(۱)

وفی المصنف لعبدالرزاق:داؤد بن قیس قال:سمعت عمرو بن شعیب یحدث عن ابیه عن جده قال:سال رسول الله ﷺ عن العقیقة فقال:لااحب العقوق،کانه کره الا سم قالو یارسول الله :نسالک عن احدنا یو لد له فقاله:من احب منکم ان ینسک عن ولده فلیفعل الحدیث.(۲)

---

(۱)مستدرک الحاکم(۲۶۵/۴)رقم الحدیث (۷۶۹۲/۲۳)کتاب الذبائح.قال الحاکم:وهذا حدیث صحیح الا سناد ولم یخرجاه وقال الذهی فی التلخیص:صحیح .

وکذا فی السنن الکبری للبیهقی (۹ /۳۰۰)کتاب الصخایا وکنزالعمال (۱۸۰/۱۶)ک عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده،حم والبغو ی، ق عن رجل من بنی ضمرة.

(۲)المصنف لعبدالرزاق (۳۳۰/۴)

(۲) فی سنن ابی داؤد: کتاب الضحایا، عن عمرو بن شعیب عن ابیه اراه عن جده قال سئل النبی صلی الله علیه وآله وسلم عن العقیقة فقال لایحب الله العقوق کانه کره الا سم وقال من ولدله ولد فاحب ان ینسک عنه فلینسک،عن الغلام شاتان مکافئتان و عن الجاریة شاة الحدیث.(۱)

وفی المصنف لا بن ابی شیبة:عن رجل من بنی ضمرةعن ابیه قال سأل رسول صلی الله علیه وآله وسلم عن العقیقة؟فقال:لا یحب الله العقوق،من ولدله منکم ولد فاحب ان ینسک فلیفعل.(۲)

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیقہ کے بارے سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے عقوق یعنی والدین کی نافرمانی ناپسند ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عقوق ناپسند ہے، بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس پر عرض کیا کہ سوال عقوق کے بارے نہیں، کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوجائے تو اس کی طرف سے عقیقہ کرنے کے بارے میں ہے پھر نبی علیہ السلام نے عقیقہ کی کیفیت بیان فرمائی، بعض روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ نبی علیہ السلام نے لفظ عقیقہ

---

(۱)سنن ابی داؤد (۴۴/۲)کتاب الضحایاو کذافی سنن النسائی(۱۸۷/۲)اول کتاب العقیقة و کذافی جمع الفوائد(۵۵۸/۲)رقم الحدیث (۳۹۹۷) وفی اعذب الموارد تحته:رواه ایضااحمد وسکت عنه ابوداؤد وقال المنذری: فی اسنا ده عمرو بن شعیب وفیه مقال یعنی فی روایته عن ابیه عن جده، کذافی النیل (۱۴۳/۵)

(۲) المصنف لا بن ابی شیبة (۳۲۱/۱۲) و کذا فی الموطا للامام مالک (ص ۱۸۶) والبیهقی (۳۰۰/۹) و کنزالعمال (۱۷۹/۱٦)عن د،ه عن ابن عمر.

کو ناپسند فرمایا۔

اس حدیث کے مطلب میں محدثین اور شارحین مخمصہ کا شکار رہے ہیں کہ عقوق اور عقیقہ کا آپس میں کیا تعلق ہے اور سوال عقیقہ کے بارے میں تھا تو نبی علیہ السلام نے عقوق کا حکم کیوں بیان فرمایا؟

پہلا موقف:

دراصل عقوق اور عقیقہ کا اصل مادہ (ف ع ل) ایک ہے، یعنی ع ق ق، اصل مادہ سے جب عقوق بنایا گیا تو اس کا معنی ہے والدین کی نافرمانی اور العقیقہ مشتق کیا گیا تو اس کا معنی ہوا وہ جانور جو مولود کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جاتا ہے، پہلا عمل مکروہ اور نا جائز ہے جبکہ دوسرا عمل پسندیدہ اور مستحب ہے اور اصول یہ ہے کہ دو مختلف المعانی الفاظ کا اصل مادہ ایک ہوتو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، دونوں کے معانی کا اعتبار ہوتا ہے، اصل مادہ میں اشتراک کو نہیں دیکھا جاتا اور کلام عرب میں اس کی بے شمار نظائر موجود ہیں، جیسے قدم، قدوم خروج خراج وغیرہ لیکن والدین کی نافرمانی اتنا بڑا گناہ ہے کہ عقیقہ جیسی اہم نفلی عبادت کے ساتھ اس کا اصل مادہ میں اشتراک بھی برداشت نہ کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقیقہ کے لفظ کو بھی ناپسند فرمادیا، بعض حضرات کا یہی موقف ہے چنانچہ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کی وجہ سے بچے کی طرف سے ساتویں دن ذبح کئے جانے والے عمل یا جانور کو عقیقہ نہیں کہنا چاہئے بلکہ النسیکۃ یا الذبیحۃ وغیرہ کہنا چاہئے۔

اس مسلک پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے خود دوسرے مواقع میں عقیقہ کا لفظ بولا ہے، ان حضرات نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔

(ا) نبی علیہ السلام نے اہل عرب مخاطبین کی رعایت کرتے ہوئے عقیقہ کا لفظ

بولا ہے کیونکہ یہ لفظ ان کے ہاں متعارف تھا،نسیکہ ذبیحہ وغیرہ اس معنی میں متعارف نہ تھا۔

(۲) نبی علیہ السلام نے عقیقہ کا لفظ بیان جواز کیلئے استعمال فرمایا ہے اور جواز و کراہت دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔

(۳) جن احادیث میں عقیقہ کا لفظ آیا ہے وہ پہلے کی ہیں اور ممانعت کی حدیث حجۃ الوداع کی ہے، سنن سعید بن منصور کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے موقع پر عرفہ میں منبر پر تشریف فرماتھے،اس وقت آپ سے عقیقہ کے بارے سوال ہوا۔ او جزالمسالک (۱)

(۱) امام لغت ابن اثیر جزریؒ النہایہ میں لکھتے ہیں۔

ليس فيه توهين لامر العقيقة ولا اسقاط لها وانما كره الاسم واحب ان تسمى باحسن منه كالنسيكة والذبيحة جريا على عادته فى تغيير الاسم القبيح.(۲)

یعنی حدیث لاا حب العقوق میں نہ عقیقہ کی حیثیت کو کمزور کرنا مقصود ہے اور نہ اس کا حکم ساقط کرنا، بنی علیہ السلام نے صرف اس نام کو نا پسند کیا کہ اس کا اس سے اچھا نام رکھا جائے جیسے نسیکہ اور ذبیحہ، آپ علیہ السلام کی عادت یہ تھی کہ آپ قبیح نام کو تبدیل کر دیا کرتے تھے۔

(۲) امام سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بذل المجہود میں نقل کرتے ہیں:

قال الشوكانى : قوله صلى الله عليه وآله وسلم لا احب العقوق بعد سواله عن العقيقة اشارة الى كراهة اسم العقيقة لما كانت هى والعقوق يرجعان الى اصل واحد ولهذا قال صلى الله عليه وآله وسلم من احب منكم ان ينسك ارشادا منه اى مشروعية العقيقة الى النسيكة وما وقع منه صلى الله

(۱) او جزالمسالک (۹/ ۲۰۸ . ۲۰۹)(۲)النہایۃ (۳/ ۲۷۷)

علیه وآله وسلم من قوله مع الغلام عقیقة و کل غلام مرتهن بعقیقته ورهینة بعقیقته فمن البیان للمخاطبین بما یعرفونه بان ذلک اللفظ هوا المتعارف عند العرب ویمکن الجمع بانه صلی الله علیه وآله وسلم تکلم بذلک لبیان الجواز هولاینافی الکراهة التی اشعر بها قوله لا احب العقوق.(۱)

قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے متعلق سوال پر نبی علیہ السلام کا لا احب العقوق فرنااس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عقیقہ نام مکروہ ہے کیونکہ عقیقہ اور عقوق کا اصل مادہ ایک ہے،یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من احب منکم ان ینسک میں نسک کا لفظ استعمال کرکے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ عقیقہ کی بجائے نسیکہ مشروع ہے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول مع الغلام عقیقته اور کل غلام مرتھن بعقیقته اورھینة بعقیقته میں عقیقہ کا لفظ استعمال کیا ہے تو یہ مخاطبین کو سمجھانے کیلئے کیا ہے کیونکہ یہ لفظ اہل عرب کے ہاں متعارف ہے اور ریوں بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بیان جواز کیلئے بولا ہے اور جواز لا احب العقوق سے سمجھ آنیوالی کراہت کے منافی نہیں ہے۔

(۳)قال ابن ابی الدم عن اصحابهم الشافعیة:یستحب تسمیتها نسیکة اوذبیحة ویکره تسمیتها عقیقة کمایکره تسمیة العشاء عتمة وقال البجیرمی:الاولی تسمیتهاذبیحة ونسیکة لمافی العقیقة من الاشعاربالعقوق فالتسمیة بهاخلاف الاولی وعبارة شرح المنهج یکره تسمیتها عقیقة.(۲)

اس موقف والوں کا بنیادی استدلال" کانه کره الاسم" سے ہے،یہ الفاظ راوی کا

---

(۱) بذل المجهود (۸۷/۴)

(۲)اوجزالمسالک(۲۰۹/۹)

ادراج ہیں یعنی راوی یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظ عقیقہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔

دوسرا موقف:

جمہور محدثین، شارحین اور فقہاء وعلماء کا موقف یہ ہے کہ اس حدیث سے لفظ عقیقہ کی کراہت ثابت نہیں ہوتی، اسلئے اس کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔اور جمہور حضرات اس حدیث کی کئی توجیہات کرتے ہیں:

پہلی توجیہ: احادیث میں اس طرح کے بہت سے واقعات آتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک چیز کے بارے سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے اس کے جواب کے ساتھ موقع کی مناسبت سے مزید کوئی بات بھی ارشاد فرمادی، اس کو ''اسلوب حکیم'' کہا جاتا ہے مثلاً:

فی مشکوۃ المصابیح:عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:سأل رجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اانارکب البحرونحمل معناالقلیل من الماء فان توضأنابہ عطشناافنتوضأ بماء البحر فقال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھوا لطھور ماء ہ والحل میتتہ.رواہ مالک والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ والدارمی.(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس تھوڑا پانی ہوتا

---

(۱)مشکوۃ المصابیح (۵۱/۱)

ہے، اگر ہم اس سے وضو کر لیں تو پیاس کا خطرہ ہے کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں ؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ (مچھلی) حلال ہے۔

یہاں سوال صرف سمندر کے پانی کے بارے میں تھا لیکن نبی علیہ السلام نے اسلوب حکیم کے طور پر میتہ (مچھلی) کا حکم بھی بیان کردیا، اسی طرح حدیث لااحب العقوق میں سوال تو عقیقہ کے بارے تھا لیکن نبی علیہ السلام نے ساتھ عقوق (والدین کی نافرمانی) کا حکم بھی بیان فرمادیا کیونکہ دونوں کا اصل مادہ ایک ہے۔

دوسری توجیہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع الکلم تھے یعنی مختصر الفاظ میں بات کہہ کر بہت معانی بیان کر دیا کرتے تھے۔

فی المشکوۃ:عن ابی ھریرۃ رضوان اللہ علیہ ان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب. الحدیث رواہ مسلم.(۱)

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کچھ چیزوں میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے،ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔

اس بنیادی وصف کی بنیاد پر جب نبی علیہ السلام سے عقیقہ کے بارے سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے مختصر الفاظ میں عقیقہ اور عقوق دونوں کے بارے بیان فرمایا کہ عقیقہ اچھا عمل ہے اور عقوق برا عمل ہے (کلاھمامن عند نفسی)

تیسری توجیہ: سائل نے عقیقہ کے بارے اس لئے سوال کیا تھا کہ اس کو

---

(۱)المشکوۃ (۲/۲ ۵۱۲)

اس کے مکروہ یا مستحب ہونے کے بارے اشتباہ تھا وہ اس کی مشروعیت اور فضیلت جاننا چاہتا تھا، نبی علیہ السلام کو معلوم تھا کہ عقیقہ کی فضیلت اتنی عیاں ہے کہ مسلمان اس بارے شک نہیں کرسکیں گے،اس بناء پر نبی علیہ السلام نے عقیقہ کی بجائے عقوق کا حکم بیان فرمادیا یعنی کہ مبغوض عمل عقوق ہے، عقیقہ نہیں ہے، عقیقہ کی فضیلت بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں لیکن مخاطبین اس نکتہ تک نہ پہنچ سکے،انہوں نے دوبارہ عقیقہ کے بارے سوال کیا تو نبی علیہ السلام نے عقیقہ کا حکم بھی بیان فرمادیا۔(۱)

چوتھی توجیہ:سائل کا خیال یہ تھا کہ عقوق اور عقیقہ کا اصل مادہ(ع ق م) میں اشترک عقیقہ کی حیثیت کو مجروح اور کمزور کرتا ہے، اس بناء پر سوال کیا تو نبی علیہ السلام نے بتایا کہ ایسی بات نہیں ہے، عقوق ناپسند یدہ عمل ہے جبکہ عقیقہ پسندیدہ اورمستحب عمل ہے۔ ایضا

پانچویں توجیہ:عقوق کا اصل معنی ہے اولاد کا والدین کی نافرمانی کرنا لیکن یہاں اپنی نقیض کے معنی میں مجازاً استعمال ہوا ہے،مطلب یہ ہے کہ اگر والد گنجائش کے باوجوداولاد کی طرف سے عقیقہ نہیں کرتا تو یہ اولاد کے حقوق کو ضائع کرنا ہے اور ایک قسم کی نافرمانی ہے(ایضا)

چھٹی توجیہ :علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دراصل سائل نے ان الفاظ میں سوال کیا تھا:ولد لی مولود احب ان اعق عنه فما تقول؟نبی علیہ السلام نے سائل کے الفاظ اعق کو ناپسند فرمایا کیونکہ یہ عقیقہ اورعقوق دونوں میں مشترک ہے، گویا کہ نبی علیہ السلام نے خود عقیقہ کو ناپسند نہیں کیا بلکہ سائل کے الفاظ اعق کو ناپسند کیا،علم

(۱)اوجزالمسالک (۲۰۸/۹)ومرقاۃ المفاتیح (۱۵۹/۸)

الفصاحۃ کا اصول ہے کہ جس لفظ کے دو معنی مشترک ہوں ایک مکروہ اور ایک درست ہو تو ایسے لفظ کو مقید کر کے استعمال کرنا چاہئے، مطلقا استعمال کرنے سے احتراز کرنا چاہیے جیسے یہ کہنا برا ہے: لقیت فلانا فعزرته کیونکہ اس میں ضرب اور اکرام دونوں کا احتمال ہے، یہی وجہ ہے کہ پھر نبی علیہ السلام نے اس کو من ولد له ولد الخ کہ کرسوال کا طریقہ سکھایا اور ساتھ جواب بھی مرحمت فرمایا۔(۱)

ساتویں توجیہ: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سائل نے عقیقہ کے بارے سوال کیا ہو لیکن نبی علیہ السلام کو پورا سنائی نہ دیا ہو، آپ علیہ السلام نے سمجھا کہ عقوق کے بارے پوچھا ہے، اس لئے آپ علیہ السلام نے عقوق کا حکم بیان فرمایا، جب دوبارہ عقیقہ کے بارے پوچھا تو آپ علیہ السلام نے عقیقہ کی شرعی حیثیت بھی واضح کردی ہو۔

ریاض محمد

خلاصۃ: خلاصہ یہ کہ لفظ عقیقہ استعمال کرنا درست ہے اور مذکورہ حدیث سے اس کا ممنوع ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے، پوری امت اس کو استعمال کرتی رہی ہے چنانچہ ابن

---

(۱)الکاشف عن حقائق السنن(۸ /۳۴و۱۳۵)وکذا فی اوجز المسالک (۲۰۹/۹) عن المحلی ایضا)

یقول علی القاری فی هذاالاحتمال فی المرقاة:وللطیبی هنا احتمال بعید بحسب اللفظ والمعنی فرأینا ان ترک ذکره اولی اه المرقاة (۱۵۹/۸)

اقول:لیس هنا مایشعرلی بان ذلک احتمال بعیدبحسب اللفظ والمعنی فان من نظرالی معنی"الاحتمال"لایلتفت الی ذلک لان الاحتمال احتمال لاغیروالطیبی طیبی فی علم البلاغة.(العبدالضعیف ریاض محمد)

عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے علماء میں کسی کے بارے یہ علم نہیں کہ وہ اس کی کراہت کے قائل ہوں۔اوجز المسالک(۲۰۹/۹)

علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عبدالبر کی مراد مجتہدین علماء ہیں ورنہ بعض شافعیہ نے کراہت کا قول کیا ہے جس کا حوالہ ہم موقف اول کے ضمن میں نقل کر چکے ہیں انتہی۔ لیکن اگر مراد مطلق علماء ہوں تو بھی درست ہے کیونکہ پوری امت کے برعکس چند حضرات کی رائے کالعدم ہے نیز بالفرض اگر اصلاً تسلیم کرلیا جائے کہ لفظ عقیقہ کا استعمال مکروہ ہے، تو بھی اب اس کے استعمال میں کراہت نہ رہے گی، کیونکہ یہ زیادہ استعمال کی وجہ سے کالعلم ہے، مخاطبین نسیکہ ذبیحہ وغیرہ کی مراد نہیں سمجھتے، موقف اول کے قائلین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے مخاطبین کو سمجھانے کے لئے عقیقہ کا لفظ بولا ہے لہذا اس کی رو سے اب بھی اس کی اجازت ہوگی نیز اہل زبان (عرب) کے ہاں تو عقیقہ سے عقوق کی طرف ذہن جاتا ہے لیکن اہل عجم کا ذہن اس طرف جا ہی نہیں سکتا۔

وقت عقیقہ کے احکام

(۱) عقیقہ کا مستحب وقت یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جائے، عقیقہ کا عمل الگ مستحب ہے اور ساتویں دن کی رعایت الگ مستحب ہے، اگر عقیقہ ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودہویں دن کیا جائے اور اگر چودہویں دن بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن کیا جائے، اتنی بات حدیث سے ثابت ہے پھر ساتویں دن کا ذکر تو بے شمار احادیث میں آیا ہے البتہ چودہویں اور اکیسویں دن کا ذکر بھی بعض صحیح احادیث میں صراحۃً آیا ہے۔

(۱)فی کنزالعمال، کتاب النکاح، الفصل الثانی فی العقیقۃ: العقیقۃ تذبح لسبع اولاربع عشرۃ اولاحدی وعشرین. (طس والضیاء عن بریدۃ.

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ عقیقہ ساتویں دن

یا چودہویں دن یا اکیسویں دن ذبح کیا جائے۔(۱)

(۲)وفی السنن الکبری للبیهقی کتاب الضحایا،باب ماجاء فی وقت العقیقة الخ عن قتادة عن عبدالله بن بریدة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال:العقیقة تذبح لسبع ولاربع عشرة ولا حدی عشرین.(۲)

دونوں روایات کا مفہوم ایک ہے فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی روایت میں اَوْ اور دوسری میں وَ ہے۔

(۳)وفی مستدرک الحاکم کتاب الذبائح بیروت ...نذرت امرأةمن ال عبدالرحمن بن ابی بکر ان ولد ت امرأة عبدالرحمن نحرناافقالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها:لا بل السنة افضل،عن الغلام شاتان مکا فئتان وعن الجاریة شاة،تقطع جدولا ولا یکسر لها عظم فیاکل ویطعم ویتصدق لیکن ذلک یوم السابع فان لم یکن ففی اربعة عشر فان لم یکن ففی احد ی وعشر ین.(۳)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ عقیقہ ساتویں دن کرنا چاہئے اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودہو یں دن، اگر چودہویں دن بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن کیا جائے۔

---

(۱) کنزالعمال (۱۸۰/۱۶) کتاب النکاح،الفصل الثانی فی العقیقة وکذا فی مجمع الزوائد (۶۲/۳)والطبرانی الاوسط (۱۳۶/۵) والصغیر(۲۵۶/۱)وکذا فی مجمع البحرین (۱۹۷/۲) باب زمن العقیقة وقال:لم یروه عن قتادة الااسما عیل، تفردبه الخفاف وجمع الفوائد (۵۵۸/۲) رقم الحدیث (۳۹۹۳)

(۲)السنن الکبری للبیهقی (۳۰۳/۹) کتاب الضحایا،باب ماجاء فی وقت العقیقة(۳)مستدرک الحاکم(۲۶۶/۳)کتاب الذبائح بیروت،وقال:هذا حدیث صحیح الاسنادولم یخرجاه وقال فی التلخیص: صحیح

☆اگر اکیسویں دن بھی نہ کیا جاسکے تو اٹھائیسویں دن کرے، اگر اٹھائیسویں دن بھی نہ ہو سکا تو پینتیسویں دن کرے، اسی طرح بعد میں جب بھی کرنا چاہے تو پیدائش کے ساتویں دن کی رعایت بہتر ہے، جس کی تعیین کا طریقہ یہ ہے کہ ہفتہ کے سات ایام میں سے جس دن میں بچہ پیدا ہوا ہے اس سے ایک دن قبل عقیقہ کرے تو تسبیع یعنی ساتوین دن کی رعایت ہو جائے گی مثلاً اگر جمعہ کے دن پیدا ہوا ہے تو جمعرات کو کرے، اگر سوموار کو پیدا ہوا ہو تو اتوار کو کرے اور اگر بدھ کو پیدا ہوا تو منگل کے دن کرے لیکن ساتویں دن کی رعایت ضروری نہیں، کسی بھی دن عقیقہ کر لیا تو درست ہے۔

ساتویں دن کی حکمت

ولادت کے ساتوین دن کی رعایت شریعت میں حکمتوں کے تحت رکھی گئی ہے، اس بارے فیلسوف اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما تخصيص اليوم السابع فلانه لابدمن فضل بين الولا دة والعقيقة فان اهله مشغولون باصلاح الوالدة والولد فى اول الا مر فلا يكلفون حينئذ بما يضا عف شغلهم وايضا فرب انسان لا يجد شاة الا بسعى فلوسن كو نها فى اول يوم لضا ق الا مرعليهم والسبعة ايام مدة صالحة للفصل المعتد به غير الكثير.(۱)

یعنی شریعت نے عقیقہ کیلئے ساتویں دن کی جو تخصیص کی ہے اس میں دو حکمتیں ہیں:

(۱) اگر بچے کی پیدائش کے وقت عقیقہ کو لازم قرار دیا جاتا تو اس سے بچے کے اہل وعیال کو تکلیف ہوتی کیونکہ اہل خانہ زچہ و بچہ کی خبر گیری میں مصروف ہوتے ہیں،

---

(۱) حجة الله البالغة (۱۴۴/۲ و ۱۴۵)

اس لئے ولادت اور عقیقہ کے درمیان وقفہ ضروری ہے۔

(۲) بسااوقات فی الفور جانور ملنا مشکل ہوتا ہے، اگراسی دن عقیقہ کومسنون قرار دے دیا جاتا تو اہل خانہ کیلئے تنگی کا باعث ہوتا، اس لئے وقفہ رکھا گیا اور سات دن کا وقفہ انتہائی مناسب وقفہ ہے کیونکہ اس دوران اہل خانہ زچہ بچہ کی خبر گیری سے بھی فارغ ہو جاتے ہیں اور جانور بھی بآسانی خرید سکتے ہیں۔

(۳) تیسری حکمت: عقیقہ میں بچے کے سر کے بال بھی اتارے جاتے ہیں، اگر پیدائش کے دن ہی عقیقہ کیا جائے اور ساتھ بچے کے سر کے بال اتارے جائیں تو اس میں طبی لحاظ سے نقصان کا اندیشہ ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ معارف الحدیث میں لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں اسی دن بچے کا سر صاف کرادینے (بال کٹادینے) میں طبی طور پر ضرر (نقصان) کا بھی خطرہ ہے، ایک ہفتہ کی مدت ایسی ہے کہ اس میں زچہ (بچہ کی ماں) بھی عموماً ٹھیک ہو جاتی ہے اور بچہ بھی سات دن تک اس دنیا کی ہوا کھا کر ایسا ہو جاتا ہے کہ اس کا سر صاف کرادینے (بال کٹادینے) میں نقصان کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔(۱)

ساتویں دن کے سات اعمال

ولادت کے ساتویں دن سات اعمال کرنا سنت ہے۔(۱) بچے کا نام رکھنا (۲) اس کا ختنہ کرنا (۳) اس کے بال اتارنا (۴) اگر بچی ہے تو اس کا کان چھیدنا (۵) اس کی طرف سے عقیقہ کرنا (۶) اس کے سر کو عقیقہ کے خون سے رنگنا (۷) سر کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کرنا۔

---

(۱) معارف الحدیث (۶/۲۶)

في جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد:ابن عباسؓ قال: سبعة من السنة في الصبي يوم السابع يسمى ويختتن ويماط عنه الا ذى وتثقب اذنه ويعق عنه ويلطخ رأسه بدم عقيقته ويتصدق بوزن شعره ذهباوفضة .للاوسط.(۱)

ان میں سے چھٹا حکم منسوخ ہے یعنی بچے کا سر عقیقہ کے خون سے رنگنا صحیح نہیں۔

ترتیب کا حکم

مذکورہ چھ اعمال میں سے کونسا عمل پہلے کیا جائے اور کونسا بعد میں؟شرعاً یہ ترتیب قائم کرنا ضروری نہیں ہے تاہم عقیقہ کا جانور ذبح کرنے سے پہلے نام رکھنا چاہیے کیونکہ عقیقہ کی دعا میں هذا عقيقة فلان میں فلاں کی جگہ بچے یا بچی کا نام لیا جاتا ہے اور یہ تب ہوسکتا ہے کہ نام پہلے رکھا جائے لیکن اگر نام نہ رکھا اور ویسے ہی نیت کرلی یا فلاں کہتے وقت بچے کا تصور کرلیا جائے تو بھی درست ہے،اسی طرح ذبح اور حلق میں بھی ترتیب ضروری نہیں ہے، سلف سے دونوں طرح منقول ہے،حضرت عطاءؒ کا قول ہے کہ پہلے حلق کیا جائے پھر ذبح کیا جائے اور حضرت قتادہؒ سے منقول ہے کہ پہلے نام رکھا جائے پھر عقیقہ کیا جائے پھر حلق کیا جائے۔

---

(۱)جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد (۵۵۸/۲)رقم الحديث (۳۹۹۵) وفي اعذب الموارد تحته: ورجاله ثقات كذافي مجمع الزوائد(۵۹/۴)وكذافي مجمع البحرين(۱۹۶/۲)والطبراني الاوسط (۱۷۶/۱)رقم الحديث ۵۵۸

فی مصنف عبدالرزاق:باب العق یوم سابعه الخ قال ابن جریج:وجدت کتابا عن عطاء قال:یبدأ بالحلق قبل الذبح.(۱)

وفیه ایضا عن قتادة قال :یسمی ثم یعق یو م سابعه ثم یحلق و کا ن یقول:یطلی رأسه بالدم.(۲)

مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری، شرح المہذب وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حلق سے پہلے ذبح کرنا مستحب ہے اور امام نوویؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ بعض احادیث سے بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

(۱) اخرج ابن حبان فی صحیحه عن عائشةؓ قالت: کا نو افی الجاهیة اذا عقو ا عن الصبی خضبوا قطنة بدم العقیقة فا ذا حلقوا رأس الصبی وضعوها علی رأسه فقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم اجعلو مکان الدم خلوقا.

(۱)ابوداؤد والحاکم من حدیث بریدة کنا فی الجاهلیة فذکر نحوحدیث عائشة وقال:فلما جاء الله بالاسلام کنا نذبح شاة و نحلق راسه ونلطخه بزعفران وهذا شاهد لحدیث عائشةؓ اه. اعلاء السنن(۳)

ان دونوں روایات میں پہلے ذبح پھر حلق کا ذکر ہے۔

یوم ولادت بھی سات دنوں میں شمار ہو گا

یوم ولادت ان سات دنوں میں شمار ہو گا یا نہیں؟اس بارے دونوں قول موجود

---

(۱)مصنف عبدالرزاق (۳۳/۴) باب العق یوم سابعه الخ رقم الحدیث (۷۹۷۰)

(۲)ایضا رقم الحدیث (۷۹۷۱) وکذا فی فتح الباری للعسقلانی (۷۴۳/۹)(۳) اعلاء السنن(۱۷/ ۱۷۱)

ہیں، صحیح یہ ہے کہ یوم ولادت بھی شمار ہوگا، گویا کہ یوم ولادت سمیت ساتویں دن عقیقہ مستحب ہے، یوم ولادت کے بغیر چھٹے دن عقیقہ مستحب ہے اور یہاں دن سے شرعی دن مراد ہے اور شریعت کی رو سے شرعی دن صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے نیز شریعت کی رو سے ہر رات آنے والے دن کے تابع ہوتی ہے، اس لحاظ سے غروب آفتاب سے نئی تاریخ اور نیا دن شروع ہوجاتا ہے، اس لئے اگر غروب آفتاب کے متصل بعد بچہ پیدا ہوا تو بعد والا دن اس کا یوم ولادت ہوگا مثلاً جمعہ کے دن مغرب کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس کا یوم ولادت ہفتے کا دن کہلائے گا اور آئندہ جمعے کو اس کا عقیقہ کیا جائیگا۔

فی تنقیح الفتاوی الحامدیة: ولیس من السبعة یوم الولادة خلافا للشیخین ولو ولد لیلا حسبت الذبیحة من صبیحته.(۱)

یوم ولادت کو صحیح قول کے مطابق سات دنوں میں شمار کیا جائے گا، اس کے کئی قرائن بھی موجود ہیں مثلاً:

(۱) ظاہر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث میں یوم سابعہ وغیرہ الفاظ آتے ہیں یعنی ساتویں دن اور عرف ورواج یہی ہے کہ ایسے موقع پر یوم العمل کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔

(۲) پہلے یہ مسئلہ آچکا ہے کہ اگر عقیقہ کرنے میں کافی تاخیر ہو جائے تو بھی ساتویں دن کی رعایت مستحب ہے اور اس بارے اصول یہ ہے لکھا ہے کہ یوم ولادت سے ایک دن پہلے عقیقہ کیا جائے تو خود بخود ساتویں دن کی رعایت ہو جائیگی، یہ اصول تب صحیح ہوسکتا ہے جب یوم ولادت کو شمار کیا جائے، اگر یوم ولادت کو شمار نہ کیا جاتا تو اسی دن عقیقہ کرنے سے تسبیع (ساتویں دن) کی رعایت ہوتی۔

---

(۱) تنقیح الفتاوی الحامدیة (۲/۲۳۳) و کذا فی الفتاوی الکاملیة (ص ۲۴۰) و کذا فی فتح الباری (۹/۷۴۳)

عقیقہ اور ختنہ میں فرق

عقیقہ اور ختنہ میں فرق یہ ہے کہ عقیقہ کے حق میں یوم ولادت کوشمار کیا جاتا ہے کماذکرنا لیکن ختنہ کے حق میں نہیں یعنی ختنہ میں یوم پیدائش کے بغیر ساتویں دن ختنہ کیا جاتا ہے۔

فرق کی حکمت ومصلحت

وجہ فرق اور حکمت یہ ہے کہ عقیقہ کرنا ایک نیک عمل ہے لہذا اس میں جلدی کرنا چاہئے اور جلدی اس میں ہے کہ یوم ولادت کو بھی شمار کیا جائے اور ختنہ ساتویں دن تک مؤخر اس لئے کیا جاتا ہے کہ بچہ میں درد اور تکلیف برداشت کرنے کی قوت پیدا ہو جائے، اس کا مقتضی یہ ہے یوم پیدائش کو ان سات دنوں میں شامل نہ کیا جائے۔حاشیۃ الباجوری (۱)

وقت کے چند مسائل

☆عقیقہ کا وقت تمامِ ولادت کے بعد شروع ہوتا ہے لہذا اگر کسی نے ولادت سے پہلے متوقع بچے کا عقیقہ کر دیا یا ولادت جاری تھی پوری نہ ہوئی تھی اس دوران عقیقہ کا جانور ذبح کر دیا تو عقیقہ صحیح نہیں ہوا، دوبارہ کرے۔

☆جب ولادت مکمل ہو جائے تو سات دن سے قبل بھی عقیقہ درست ہے لیکن ساتویں دن کرنا مستحب ہے۔(۲)

☆ساتویں دن بھی اولی یہ ہے کہ صبح مکروہ وقت گزرنے کے بعد طلوع آفتاب

---

(۱)حاشیۃ الباجوری (۲/۲۲۴)(۲)تنقیح الحامدیۃ (۲/۲۳۳) والفتاوی الکاملیۃ (ص ۲۴۰)

کے وقت عقیقہ کیا جائے،اس میں برکت زیادہ ہے۔(ایضاً)

☆ کیا صبح صادق سے قبل رات کو عقیقہ کا جانور ذبح کیا جا سکتا ہے؟اس بارے اختلاف ہے، بہتر تو یہی ہے کہ صبح کیا جائے لیکن اگر رات کو ذبح کر لیا تو عقیقہ ادا ہو جائیگا۔(۱)

بلوغ کے بعد عقیقہ

بچے کے بالغ ہونے تک عقیقہ والدین کی ذمہ داری ہے،اس کے بعد والدین کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے یعنی بلوغ تک والدین کسی وجہ سے عقیقہ نہ کر پائے تو اب وہ ادائیگی سے قاصر ہیں لیکن کیا بالغ ہونے والا خود اپنی طرف سے عقیقہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے اختلاف ہے،ایک قول یہ ہے کہ اب عقیقہ کا وقت گزر چکا ہے لہذا نہ کرے بالخصوص بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی بالغ ہو گیا اور اس کی طرف سے عقیقہ نہیں کیا گیا تھا تو وہ جو قربانی کریگا اس سے عقیقہ بھی ادا ہو جائیگا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے،جب قربانی عقیقہ کے لئے کافی ہے تو اب عقیقہ کی ضرورت نہ رہی۔

فی عمدة القاری:وفیه حجة علی انه لا یعق عن الکبیر وعلیه ائمةالفتوی بالا مصار.(۲)

دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا شخص اپنی طرف سے خود عقیقہ کر سکتا ہے اور یہی قول صحیح ہے ،بعض حضرات سے جو منقول ہے کہ بلوغ کے بعد عقیقہ ساقط ہو جاتا ہے اس کا مطلب فتح الباری(۳)وغیرہ میں یہ لکھا ہے کہ اس کا عقیقہ دوسروں کے ذمہ سے ساقط ہو

---

(۱)بدایة المجتهد (۱/۳۶۴) کتاب العقیقة،مطبوعه بیروت

(۲)عمدة القاری (۱۴/۳۶۶)

(۳)فتح الباری (۹/۷۴۲)

جاتا ہے وہ خود کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اس سے ساقط نہیں ہوا یا مطلب یہ ہے کہ استحباب ساقط ہو چکا ہے، نفسِ اباحت باقی ہے لہذا خود عقیقہ کر لینا چاہیے، اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) بعض روایات میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے نبوت ملنے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا ہے اگرچہ ان احادیث میں کچھ کلام بھی موجود ہے۔

فی مصنف عبدالرزاق عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال عق رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عن نفسه بعد ما بعث با لنبوة.(١)

---

(١)مصنف عبدالرزاق(٣٢٩/٤)

قال الشيخ حبيب الرحمن الا عظمی فی التعليق عليه:اخرجه البزار والطبرانی فی الاوسط ورجاله ثقات كما فی المجمع (٥٩/٤)ونقله ابن القيم عن مصنف عبدالرزاق ثم قال:قال عبدالرزاق :انما تركوا عبدالله بن محرر لهذا الحديث كذا فی تحفه الودود (ص ٢٨)

وكذا فی جمع الفوائد من جامع الا صول و مجمع الزوائد (٥٥٨/٢)رقم الحديث(٣٩٩٤)وفی اعذب الموارد تحته:ورجال الطبرانی رجال الصحيح خلاالهيثم بن جميل وهو ثقة وشيخ الطبرانی احمد بن مسعود الخياط المقدسی ليس هوفی الميزان. كذافی مجمع الزوائد (٥٩/٤)وفی السنن الكبری للبيهقی(٣٠٠/٩)قال الفقيه رحمه الله:وروی عن عبدالله بن محررفی عقيقة النبی صلی الله عليه وآله وسلم عن نفسه حديثامنكرا .....عن قتادة عن انس رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله عليه وآله وسلم عق عن نفسه بعدالنبوة،قال عبدالرزاق:انما تر كواعبدالله بن محرر لحال هذا الحديث،قال الفقيه رحمه الله:وقدروی من وجه آخر عن قتادة ومن وجه آخر عن انس وليس بشئی.

وفی مجمع البحرین(۱)عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عق عن نفسہ بعد مابعث نبیا.

وفی زادالمعاد (۲) وذکر ابن ایمن من حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی علیہ السلام عق عن نفسہ بعد ان جاء تہ النبوۃ وھذا الحدیث قال ابوداؤد فی"مسائلہ"سمعت احمد حد ثھم بحد یث الھیثم بن جمیل عن عبداللہ بن المثنی عن ثمامۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عق عن نفسہ فقال احمد:عبداللہ بن محررعن قتادۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عق عن نفسہ قال مھنا:قال احمد:ھذا منکر وضعف عبداللہ بن محرر.

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح بخاری(۳)میں فرمایا ہے کہ ایسی احادیث ثابت نہیں ہیں اور اگر ثابت ہوں تو بلوغ کے بعد عقیقہ کرنا نبی علیہ السلام کی خصوصیت تھی جیسا کہ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کے مساکین کی طرف سے قربانی کی تھی اور یہ آپ علیہ السلام کی خصوصیت تھی،حدیث پر کلام اپنی جگہ لیکن بلوغ کے بعد عقیقہ کے جواز کے حافظ صاحب بھی قائل ہیں۔

والاختیاران لا تؤخر عن البلوغ فان اخرت عن البلوغ سقطت عمن کان یرید ان یعق عنہ لکن ان ارادان یعق عن نفسہ فعل....ونقل عن نص الشافعی فی البویطی انہ لایعق عن کبیرولیس ھذا نصافی منع ان یعق الشخص عن نفسہ بل یحتمل ان یرید ان لا یعق عن غیرہ اذاکبر وکانہ اشاربذ لک الی ان الحدیث الذی ورد ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عق عن نفسہ بعد

(۱) مجمع البحرین (۹/۱۹۷)(۲) زادالمعاد (۲/۳۲۰)(۳) فتح الباری (۹/۷۴۲)

النبوة لایثبت و هو کذ لک الخ. فتح الباری (۱)

بہتر تو یہ ہے کہ عقیقہ کو بلوغ سے موخر نہ کیا جائے اور اگر موخر کر دیا گیا تو جو اس کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہتا تھا اس سے ساقط ہو گیا لیکن اگر وہ خود اپنی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے .....بویطی میں امام شافعیؒ کا نص منقول ہے کہ بالغ کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے لیکن یہ اس بارے نص نہیں کہ اپنی طرف سے عقیقہ ممنوع ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو دوسرا اس کی طرف سے عقیقہ نہ کرے الخ

خلاصہ یہ ہے کہ ان روایات میں اگر چہ ضعف موجود ہے لیکن اول تو یہ ضعف شدید نہیں، دوسرے تعدد طرق کی وجہ سے ان میں قوت آچکی ہے، نیز اعمال میں ضعیف حدیث بھی قابل قبول ہوتی ہے اور بلوغ کے بعد عقیقہ مستحب بھی نہیں صرف جائز ہے، اس کے لئے صحیح احادیث سے ثبوت ضروری نہیں، اگر صحیح احادیث سے ثبوت ملتا تو بلوغ کے بعد عقیقہ مستحب یا سنت ہوتا، مزید برآں حافظ ابن القیم وغیرہ حضرات نے عبداللہ بن محرر کے بارے عبدالرزاق کا جو قول نقل کیا ہے وہ ان کے مصنف میں موجود نہیں ہے، نیز عبداللہ بن محرر عبدالرزاق کے استاذ ہیں ان سے خود روایت نقل کی ہے وہ ان کو متروک کیسے کہہ سکتے ہیں؟

(۲) سلف صالحین سے بلوغ کے بعد عقیقہ کا جواز بلکہ ترغیب تک ثابت ہے۔

☆فی مصنف ابن شیبة (۲)عن محمد قال :لو اعلم انه لم یعق عنی لعققت عن نفسی.

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میری طرف سے عقیقہ نہیں کیا گیا تو میں اپنا عقیقہ کر ڈالوں۔

---

(۱)فتح الباری (۹/۲/۷۴۲)(۲) مصنف ابن شیبة (۲۱۹/۱۲)

☆فی اعلاء السنن(۱)عن الربیع بن صبیح عن الحسن البصری اذالم یعق عنک فعق عن نفسک وان کنت رجلا.

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا عقیقہ نہیں ہوا تو اپنا عقیقہ کرلو اگرچہ تم بالغ ہو چکے ہو۔

☆ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے المغنی علی مختصر الخرقی(۲)میں حضرت عطاء اور حسن بصریؒ دونوں کا قول نقل کیا ہے کہ بالغ ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کر لینا چاہئے۔

(۳،۴) ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے المغنی(۳)میں حضرت عطاء اور حسن بصریؒ کے مذکورہ قول کی دو دلیلیں نقل فرمائی ہیں:

(۱)لا نہا مشروعة عنه یعنی بلوغ کے بعد دوسرے کی طرف سے عقیقہ مشروع نہیں رہا لیکن خود اپنے حق میں مشروع ہے اس لئے کرسکتا ہے۔

(۲)ولا نہ مرتھن بھا فینبغی ان یشرع له فکاک نفسه.

یعنی وہ عقیقہ کے عوض مرہون (محبوس ومقید) ہے لہذا اس کے لئے اپنا نفس چھڑانا مشروع ہونا چاہئے۔

(۵)اکابر علماء دیوبند بلوغ کے بعد بھی عقیقہ کے قائل ہیں، چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

امدادالاحکام (۴)میں ہے۔

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کے چار یا پانچ لڑکے یا لڑکیاں زندہ ہیں اور سب کا عقیقہ باقی ہے، وہ بھی ایک ہی گائے

---

(۱) اعلاء السنن (۱۲۱/۱۷)(۲)المغنی علی مختصر الخرقی (۴۴۵/۸)(۳) المغنی (۴۴۵/۸)(۴)امدادالاحکام (۲۳۴/۳)

میں کر سکتا ہے یا نہیں یا کس طرح کرے؟

جواب: ایک گائے میں سات بچوں تک عقیقہ ہو سکتا ہے۔

اس کے متصل بعد ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے چند لڑکے اور لڑکیاں زندہ اور مردہ بھی ہیں ایک ہی ساتھ سب کا اگر عقیقہ کرنا چاہے یا ایک گائے میں سب کا عقیقہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: زندہ کا ہو سکتا ہے مگر مردہ کی طرف سے اضحیہ کی نیت کرے۔

احسن الفتاوی (۱) میں ہے۔

سوال: بچہ کے بالغ ہونے یا انتقال کے بعد عقیقہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: بالغ ہونے کے بعد درست ہے، انتقال کے بعد عقیقہ نہیں کیونکہ عقیقہ رد بلاء کیلئے ہوتا ہے۔

فتاوی محمودیہ (۲) باب الذبائح والاضحیة والعقیقة میں بھی بلوغ کے بعد عقیقہ کی اجازت لکھی ہے۔

اسی طرح آپ کے مسائل اور ان کا حل (۳) میں بھی یہی لکھا ہے کہ بعد البلوغ عقیقہ جائز ہے البتہ ضروری نہیں ہے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی تحقیق ہے، فیض الباری (۴) نیز علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

ویسن ان یعق عن نفسه من بلغ ولم یعق عنه، (۵)

---

(۱) احسن الفتاوی (۵۳۶/۷) (۲) فتاوی محمودیه (۳۲۶/۱۴) باب الذبائح والاضحیة والعقیقة نیز (۳۲۷/۱۴) (۳) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۲۵/۴) و (۲۳۵/۷) (۴) فیض الباری (۳۳۷/۴)

(۵) تنقیح الفتاوی الحامدیة (۲۳۲/۲)

یعنی جو شخص بالغ ہو جائے اور اس کی طرف سے عقیقہ نہ ہوا ہو تو اس کا اپنی طرف سے عقیقہ کرنا مسنون ہے. وکذا فی الفتاوی الکا میلة (۱)

مسئلہ: بلوغت کے بعد عقیقہ کرنا والدین کی ذمہ داری نہیں رہی لیکن وہ اگر کردیں تو درست ہے۔

مسئلہ: بلوغت کے بعد کے عقیقہ کی صورت میں لڑکیوں کے بال کٹوانا صحیح نہیں ہے بلکہ ممنوع ہے۔

فتاوی محمودیہ، آپ کے مسائل اوران کا حل (۲)

ہاں البتہ اگر لڑکا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

بعد از بلوغت عقیقہ کی حکمت

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعد از بلوغ عقیقہ کے جواز کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالی نے بندہ کو جان سے نوازا ہے، اس کا مقتضی یہ ہے کہ بندہ بھی جان کے ذریعہ اللہ تعالی کا قرب حاصل کرے، یہی حکمت قربانی کی ہے، یہی وجہ ہے کہ قربانی اور عقیقہ کے جانور کے اعضاء کا سالم ہونا ضروری ہے البتہ قربانی سنوی (ہر سال) عبادت ہے اور عقیقہ عمری (عمر بھر میں ایک بار) عبادت ہے۔(۳)

انتقال کے بعد عقیقہ

کسی مسلمان کا عقیقہ نہیں ہوا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا تو اس کی دو صورتیں

(۱) وکذا فی الفتاوی الکا میلة (ص ۲۴۰) (۲) فتاوی محمودیه (۳۲۷/۱۴)، آپ کے مسائل اوران کاحل (۲۲۵/۴) و (۲۳۵/۴) (۳) فیض الباری (۳۳۷/۴)

ہیں، (۱) بلوغت سے پہلے بچپن میں انتقال ہوا ہو (۲) بالغ ہونے کے بعد انتقال ہوا ہو۔

پہلی صورت کا حکم: اگر عقیقہ کرنے سے پہلے بچے کا انتقال ہو گیا تو اب اس کی طرف سے عقیقہ کے حکم میں اختلاف ہے بعض کے ہاں ہو سکتا ہے اور بعض کے ہاں نہیں ہو سکتا البتہ صحیح یہ ہے کہ استحباب تو نہیں رہا لیکن اگر والدین اس کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، والدین کو انشاء اللہ ثواب ملے گا اور اس بارے جو کوتاہی ہوئی ہے اس کا تدارک ہو جائے گا۔

فتاوی رحیمیہ (۱) میں ہے۔

سوال: مرحوم بچہ کے عقیقہ کرنے کا حکم ہے یا نہیں؟

الجواب: مرحوم بچے کے عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں فقط

نیز رحیمیہ (۲) ہی میں ہے۔

سوال: فتاوی رحیمیہ (۹۴/۲) میں ہے: الجواب: مرحوم بچے کے عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں فقط۔ اس سے جواز تو ثابت ہوتا ہے جواز کی دلیل کیا ہے؟ ارقام فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: عقیقہ زندگی میں کیا جاتا ہے مرنے کے بعد عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں، اگر مردہ بچے کے عقیقہ کو مستحب نہ سمجھا جائے محض شفاعت کی امید اور مغفرت کی لالچ سے کر دیا جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے جیسے کسی نے حج نہیں کیا اور بلاوصیت مر گیا اور وارث نے اس کی مغفرت کی امید پر اپنے خرچ سے حج بدل کیا تو امید ہے کہ حق تعالی قبول فرمائے، اس صورت میں عقیقہ کا جانور مستقل ہو، احتیاطاً قربانی کے جانور میں

---

(۱) فتاوی رحیمیه (۹۴/۲) وکذا فی الفتاوی الحقانیة (۴۸۶/۶)

(۲): فتاوی رحیمیہ (۱۷۲/۶)

شرکت نہ کرے۔فیض الباری (۱)

دوسری صورت کا حکم

بالغ شخص اگر بغیر عقیقہ کے فوت ہوا ہے تو انتقال کے بعد اس کی طرف سے عقیقہ کے حکم میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ مردوں کی طرف سے عقیقہ کرنا شرعا ثابت نہیں ہے خواہ اس کے مال سے کیا جائے یا ورثہ اپنے مال سے کریں، نابالغ اور بالغ کے حکم میں وجہ فرق یہ ہے کہ نابالغ کی طرف سے عقیقہ والدین کی ذمہ داری ہے جو ابھی تک نہ منتقل ہوئی ہے اور نہ پوری کی گئی ہے لہذا اس کے تدارک کا موقع ملنا چاہئے جبکہ بالغ ہونے کے بعد صحیح قول کے مطابق یہ ذمہ داری خود اسی شخص کی طرف منتقل ہو گئی ہے اسے خود عقیقہ کرنا چاہئے پھر اگر عقیقہ نہیں کیا لیکن زندگی میں کبھی قربانی کی ہو تو قربانی عقیقہ کی طرف سے کفایت کر چکی ہے لہذا انتقال کے بعد عقیقہ کی ضرورت نہیں اور اگر قربانی بھی نہیں کی تھی تو اب عقیقہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میت کیلئے عقیقہ ثابت نہیں ہے،اس کے تدارک کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کردے، کیونکہ میت کے لئے قربانی ثابت ہے، اور چونکہ قربانی عقیقہ کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے اس طرح سے گویا عقیقہ کا تدارک ہو جائیگا۔

امداد الاحکام (۲) میں ایک سوال کے جواب میں ہے:

مردوں کی طرف سے عقیقہ کی دلیل نہیں ملی ہاں ہر ایک (مردے) کی طرف سے بہ نیت قربانی اگر بکری یا گائے کا ایک حصہ کردے تو جائز ہے اور جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اسکی طرف سے اضحیہ قائم مقام عقیقہ کے ہو جاتا ہے۔

ایک دوسرے سوال کے جواب میں ہے۔

---

(۱) فیض الباری (۳۳۷/۴) (۲) امداد الاحکام (۲۳۴/۳)

زندہ کا ہوسکتا ہے مگر مردہ کی طرف سے اضحیہ کی نیت سے کرے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ میت کی طرف سے بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے، مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہی ہے، انہوں نے اس کی دو دلیلیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) اکثر احکام ومسائل میں عقیقہ کو قربانی پر قیاس کیا گیا ہے اور میت کی طرف سے قربانی درست ہے لہذا عقیقہ بھی درست ہونا چاہئے۔

(۲) صغیر کی طرف سے قربانی کا امر نہیں ہے، اس کے باوجود صغیر میت کی طرف سے قربانی درست ہے تو اس کی طرف سے عقیقہ بطریق اولی درست ہونا چاہئے اور اولی ہونے کی دو وجوہ ہیں۔

(۱) صغیر کی طرف سے عقیقہ کا حکم بھی ہے (۲) صغیر عقیقہ کے عوض رہن (گروی) بھی ہوتا ہے، جبکہ قربانی میں یہ دونوں وجوہ مفقود ہیں۔

باقی رہا یہ اشکال کہ بلوغ کے بعد عقیقہ کی ذمہ داری خود بالغ پر آجاتی ہے والدین وغیرہ پر باقی نہیں رہتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسروں پر ذمہ داری تو نہیں رہتی لیکن اگر دوسرے اسے برداشت کرلیں تو ممانعت بھی نہیں ہے۔

فی امداد الاحکام (۱)بعد نقل کلام ابن عابدین:کان کالاضحیة وقدجازت الا ضحیة عن المیت فکذا العقیقة لان الفقهاء قاسوها علیها فی اکثرالاحکام ثم قال بعد نقل کلام ابن حجر فی الفتح: وبه قال اصحابناکماتری............وقد صحت الاضحیة عن المیت فکذا العقیقة.....قلت:جواز الا ضحیة عن الصغیر المیت یستدعی جواز العقیقة عنه بالا ولی لعدم ورودالا مر بالا ضحیة عنه وقد وردبالعقیقة وانه مرتهن

---

(۱)امداد الاحکام (۲۳۵/۴)

بعقيقته الخ

خلاصہ : صحیح یہ ہے کہ انتقال کے بعد عقیقہ کا استحباب باقی نہیں رہتا البتہ اگر کوئی شخص میت کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، میت خواہ صغیر ہو یا کبیر، امید ہے کہ اس سے عقیقہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائیگی اور کوتاہی کا تدارک بھی ہو جائیگا اور اگر عقیقہ کی فضیلت حاصل نہ ہو تو ایک نفلی صدقہ ضرور ہے اس کا ثواب میت تک پہنچ جائے گا۔

مسئلہ: میت کی طرف سے عقیقہ کرنا ہو تو چونکہ اس کے شرعاً عقیقہ ہونے میں اختلاف ہے اس لئے احوط یہ ہے کہ مستقل جانور مثلاً بکری وغیرہ کا عقیقہ کرے، قربانی کے بڑے جانور میں دوسرے شرکاء کے ساتھ حصہ نہ ڈالے۔

فتاوی رحیمیہ (۱) میں ہے:

اگر مردہ بچے کے عقیقہ کو مستحب نہ سمجھا جائے محض شفاعت کی امید اور مغفرت کی لالچ سے کر دیا جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے ....اس صورت میں عقیقہ کا جانور مستقل ہو، احتیاطاً قربانی کے جانور میں شرکت نہ کرے۔اھ

اور اگر حصہ ڈالنا چاہے تو ایسی صورت میں عقیقہ کی بجائے میت کی طرف سے قربانی کی نیت کر لے تا کہ کسی قسم کا شبہ نہ رہے، اس طرح سب کی قربانی بھی درست ہو جائیگی اور میت کی قربانی عقیقہ کے قائم مقام بھی ہو جائیگی۔

في امداد الاحكام (۲) وقدصحت الا ضحية عن الميت فكذا العقيقة ولكن الاحوط ان ينوى عن الصغيرالميت الاضحية فانهاتقوم مقام الا ضحية ايضاً

---

(۱) فتاوی رحیمیہ (۱۷۲/۶) (۲) امداد الاحکام (۲۴۴/۴)

تاہم اگر کسی نے قربانی کے جانور میں ایسے عقیقہ کی نیت سے حصہ ڈال دیا تو قربانی اور عقیقہ سب درست ہیں کیونکہ میت کی طرف سے قربانی مباح ہے اور مباح میں ثواب کی نیت کی جائے تو وہ عبادت بن جاتا ہے، نوزائیدہ بچے کی طرف سے عقیقہ کے بارے ایک قول یہ ہے کہ عقیقہ مباح ہے جبکہ قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حصہ رکھنا بالاتفاق جائز ہے،اس بارے شبہ کے متعلق علامہ شامیؒ نے یہی جواب دیا ہے کہ مباح حسن نیت سے عبادت بن جاتا ہے۔

فی ردالمحتار(۱) :علی انه وان قلنا انها مباحة لکن بقصد الشکر تصیر قربة ،فان النیة تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات.

اگر پیدائش کا دن معلوم نہ ہوتو عقیقہ کیسے کرے؟

عقیقہ الگ مستحب ہے اور ساتویں دن کی رعایت الگ مستحب ہے،لہذا اگر کسی کی پیدائش کا دن معلوم نہ ہوتو کسی بھی دن عقیقہ کیا جاسکتا ہے،استحباب عقیقہ کا ثواب مل جائیگا اگرچہ تسبیع (ساتویں دن) کی رعایت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

آپ کے مسائل اوران کا حل (۲) میں ہے۔

سوال : کہتے ہیں کہ عقیقہ پیدائش کے ساتویں دن ہونا چاہئے، اگر کوئی اپنا عقیقہ کرنا چاہے اور اس کو اپنی پیدائش کا دن معلوم نہ ہوتو وہ کیا کرے؟

جواب:ساتویں دن عقیقہ کرنا بالا تفاق مستحب ہے،اس طرح دارقطنی کی ایک روایت کے مطابق چودہویں دن اور اکیسویں دن بھی کر لینا مستحب ہے، بہر حال اگر کوئی شخص ساتویں دن اور چودہویں دن اور اکیسویں دن کے علاوہ کسی اور دن عقیقہ کرے تو نفس عقیقہ ہو جائے گا البتہ اس کا وہ استحباب اور ثواب جو کہ ساتویں دن،چودہویں دن

ردالمحتار(۶/ ۳۲۶) کتاب الاضحیة(۲) آپ کے مسائل اوران کا حل (۴/ ۲۴۷)

اور اکیسویں دن کرنے میں تماوہ حاصل نہ ہوگا،اگر بعد میں کرے تو ساتویں دن کی رعایت بہتر ہے یا د نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

مختلف دنوں میں پیدا شدہ بچوں کا ایک ہی دن عقیقہ جائز ہے

گائے وغیرہ میں سات عقیقے کیے جاسکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سب میں ساتویں دن کی رعایت نہیں ہوسکتی لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں کیونکہ ساتویں دن کی رعایت ضروری نہیں، مستحب ہے۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل(ا) میں ہے۔

سوال:اگر گائے کا عقیقہ کریں تو اس میں سات حصے ہونے چاہئیں ؟اور بچوں کی پیدائش مختلف ایام میں ہوتو ایک دن میں گائے کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:ایک دن تمام بچوں کا عقیقہ کرنا چاہے تو مختلف تاریخوں میں پیدا ہونے والوں کا ایک دن عقیقہ کیا جا سکتا ہے اور تمام جانور یا گائے ایک ساتھ ذبح کرسکتا ہے یعنی جائز ہے البتہ مسنون عقیقہ ساتویں دن کا ہے۔

عقیقہ دیر سے کرنے کی صورت میں بال ساتویں دن اتار دینا چاہئے

اگر کسی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ ہوسکا اور جلدی امکان نہیں، دیر سے کرنے کا ارادہ ہے تو ساتویں دن بچے کے سر کے بال اتار دینا چاہئے،عقیقہ کرنے تک ان بالوں

(ا) آپ کے مسائل اوران کا حل (۲۳۷/۴)

کو رکھنا ضروری نہیں ہے۔

آپ کے مسائل (۱) میں ہے۔

ساتویں دن بال اتارنا اور عقیقہ کرنا سنت ہے، اگر نہ کیا تو بال اتاردیں، بعد میں جانور ذبح کرتے وقت پھر بال اتارنے کی ضرورت نہیں۔

فتاوی محمودیہ (۲) میں ہے۔

اس کے لئے اتنا اہتمام اور صرار بھی نہیں کہ کرنا ضروری ہو، سال دوسال بعد عقیقہ ہو تو اس وقت تک بالوں کا سر پر رکھنا لازم نہیں۔

مکان عقیقہ کے مسائل

بچہ جس جگہ موجود ہو وہیں عقیقہ کیا جائے یعنی جانور ذبح کر کے بچے کے سر کے بال منڈائے جائیں اور اگر جگہ کے بارے خلاف رونما ہو تو عقیقہ والد کی ذمہ داری ہے اور سارا خرچہ وہ برداشت کرتا ہے اس لئے والد کی بات قابل ترجیح ہوگی نیز اگر بچہ ایک جگہ ہو اور عقیقہ کسی اور جگہ کیا جائے یہ جائز تو ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ سب امور یکجا سر انجام دیئے جائیں، مکان وغیرہ کی تعیین شرعی نہیں بلکہ انتظامی معاملہ ہے، رشتہ دار آپس کے اتفاق سے کسی بھی جگہ کر سکتے ہیں۔

عقیقہ وہاں کرنا چاہئے جہاں بچہ موجود ہو:

کفایت المفتی (۳) میں ہے۔

سوال: میرا چھوٹا بچہ چھ ماہ کا ہے، اس کا عقیقہ نہیں ہوا ہے، میرا ارادہ ہے کہ

---

(۱) آپ کے مسائل (۲۳۸/۴) (۲) فتاوی محمودیہ جدید (۵۱۷/۱۷)

(۳) کفایت المفتی جدید (۲۴۱/۸)

یوم النحر (۱۰ذولحجہ) کو منی میں اس کے عقیقے کی نیت سے قربانی کردوں اور اسی تاریخ کو ہندوستان میں اس کے بال اتروا دیے جائیں، کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟

جواب: بچے کے عقیقہ کا جانور منی میں ذبح کرنا اور بال ہندوستان میں اتارنا اس مسئلے کی تصریح کہیں نظر میں نہیں آئی اگرچہ اصولاً کوئی مانع معلوم نہیں ہوتا مگر میرے خیال میں عقیقے کے تمام اعمال اسی جگہ ادا کرنا جہاں بچہ موجود ہو بہتر اور احوط ہے۔

دوسری جگہ بھی عقیقہ کرنا جائز ہے

آپ کے مسائل اوران کا حل(۱) میں ہے۔

سوال: عقیقہ کرنا کیا سات دن کے اندر ضروری ہے؟ اور کیونکہ یہاں قطر میں رشتے دار وغیرہ نہیں تو کیا ہم یہاں رہتے ہوئے اپنے والدین کو اپا کستان میں لکھ سکتے ہیں کہ وہ وہاں عقیقہ کر دیں؟

جواب: عقیقہ ساتویں دن مستحب ہے، اگر ساتویں دن نہ کیا جائے تو ایک قول کے مطابق بعد میں سنت کا درجہ نہیں رہتا، اگر بعد میں کرنا ہو تو ساتویں دن کی رعایت رکھنی چاہئے یعنی بچے کی پیدائش کے دن سے پہلے دن عقیقہ کیا جائے مثلاً بچے کی پیدائش جمعہ کی ہو تو عقیقہ جمعرات کو ہوگا، پاکستان میں بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے۔

عقیقہ کہاں کیا جائے، دادیال میں یا نانیال میں؟

فتاوی محمودیہ (۲) میں ہے۔

سوال: بچہ کا عقیقہ دادیال یعنی باپ دادا کے گھر جہاں بچہ پیدا ہو ہو اور عقیقہ کا بکرا ذبح کرنا نہال یعنی لڑکے کے ناناکے وطن میں کیسا ہے؟ جبکہ عقیقہ کے اخراجات کا

---

(۱) آپ کے مسائل اوران کا حل (۲۳۶/۴) (۲) فتاوی محمودیہ جدید (۵۲۹/۱۷)

کفیل بچہ کا باپ ہو، خواہ عقیقہ کہیں ہو یا جہاں بچہ موجود ہو وہاں عقیقہ کرنا چاہئے یا بچہ اپنے والدین کے یہاں ہواور عقیقہ بچہ کے نانا کے یہاں یا بچے کے بھائی وباپ کے یہاں جو دوسرے وطن میں ہو، بکرا ذبح کرنا درست ہے، اورشرعاً کوئی نقص تونہیں بچہ یہاں اور جانور غیر شہر میں ذبح ہواور وہاں اس کے اعزہ موجود ہوں؟

جواب: جس جگہ بچہ ہو اسی جگہ افضل ہے تا کہ بال اتروانے اور ذبح کرنے کا وقت ایک ہو۔

مسئلہ: آج کل اکثر مغربی ممالک میں صفائی اور نظافت کے پیش نظر قانوناً اپنے گھر جانور ذبح کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس کے لئے الگ مذبح خانے بنے ہوئے ہیں، وہاں جا کر ذبح کرنا ضروری ہے، بعض اوقات مذبح خانے بہت دور ہوتے ہیں، ایسی صورت میں مسلمان اپنے ملک میں کسی رشتہ دار کے ذریعہ عقیقہ کروالیتے ہیں، مذکورہ تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، عقیقہ ادا ہو جائے گا۔

عقیقہ کا جانور منی ذبح کرنا جبکہ بچہ اپنے وطن میں ہو؟

حج کے موقعہ پر منی میں عقیقہ کا جانور ذبح کرنا جبکہ بچہ اپنے گھر میں ہو جائز ہے البتہ افضل یہ ہے کہ جہاں بچہ موجود ہو وہاں عقیقہ کیا جائے نیز منی میں عقیقہ کرنے کی الگ سے کوئی فضیلت نہیں ہے لہذا فضیلت کی نیت سے وہاں عقیقہ کرنا درست نہیں ۔

ماخذہ: کفایت المفتی (۱)

---

(۱) کفایت المفتی (۲۴۱/۸)

نذر کا بکرا عقیقہ میں ذبح کرانا جائز نہیں

کفایت المفتی جدید(۱) کتاب الایمان والنذر میں ہے:

سوال :زید نے ایک بکرا اللہ واسطے چھوڑ رکھا ہے،بعد ازاں زید کے ایک لڑکا پیدا ہوا اب زید اس بکرے کو اپنے لڑکے کے عقیقہ میں ذبح کرسکتا ہے یا نہیں؟یا قربانی کے دنوں میں اس بکرے کی قربانی کرسکتا ہے یا نہیں ؟

جواب :یہ بکرا تو مستقل طور پر نذر ہو گیا،اس کو عقیقہ میں یا اپنی واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو اپنی نیت کے موافق قربان کرنا چاہئے۔

فی ردالمحتار کتاب الاضحیة:ومن نذران یضحی شاة وذلک فی ایام النحر وهوموسر فعلیه ان یضحی بشاتین عندناشاة بالنذر وشاة بایجاب الشرع ابتداء الا اذا عنی به الاخبار عن الوجوب علیه فلایلزمه الاوا حدة ولو قبل النحرلزمه شاتان بلاخلاف الخ (۲)

گوشت اور اس کی تقسیم:

عقیقہ کا حکم قربانی کے گوشت والا ہے لہذا عقیقہ کرنے والا خود بھی کھا سکتا ہے، گھر والے بھی کھا سکتے ہیں اور اغنیاء وفقراء سب کو کھلانا جائز ہے،گوشت کچا بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے اور پکا کر بھی کھلایا جاسکتا ہے، پکا کر دوسروں کے گھر بھیج بھی سکتے ہیں اور لوگوں کو بطور دعوت بلا بھی سکتے ہیں البتہ مسنون یہ کہ عقیقہ کا گوشت پکا کر کھلایا جائے۔

اور اگر کچا تقسیم کرنا ہو تو قربانی کے گوشت کی طرح اس کے تین حصے کرنا بہتر ہے ایک حصہ اپنے گھر والوں کیلئے رکھا جائے ایک رشتہ داروں اور عزیزوں میں تقسیم کر

---

(۱) کفایت المفتی جدید (۲/۲۵۵)(۲)ردالمحتار(۲/۳۲۰)کتاب الاضحیة

دے اور ایک پڑوسیوں، اجنبیوں کو دیدے اغنیاء ہوں یا فقراء۔

سارا گوشت خود رکھنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر عقیقہ کرنے والے کی عیال زیادہ ہے اور اس کی مالی حالت اچھی نہیں ہے تو سارا گوشت رکھ سکتا ہے بلکہ افضل ہے اور اگر اہل وعیال والا نہیں ہے تو سارا گوشت خود رکھنا بہتر نہیں ہے لیکن اگر رکھ لیا تو بھی عقیقہ ادا ہو گیا کیونکہ اراقۃ الدم (خون بہانے) سے عقیقہ کا حکم پورا ہو جاتا ہے، گوشت صدقہ کرنا مستحب ہے اور اہل وعیال زیادہ ہونے کی صورت میں سارا گوشت رکھنا افضل اس لئے ہے کہ اپنی اولاد اور اہل خانہ کی ضرورت وحاجات دوسروں کی ضرورت وحاجات پر مقدم ہیں اور اگر اس کی مالی حیثیت اچھی ہے تو سب گوشت رکھنا مناسب نہیں۔ (۱)

☆خود عقیقہ کرنے والے کا عقیقہ کا گوشت کھانا مستحب ہے۔(۲)

چنانچہ حدیث میں اپنے عقیقہ سے کھانے کی اجازت بلکہ ترغیب آئی ہے۔

(۱)فی مستدرک الحاکم: کتاب الذبائح، دارالکتب العلمیة بیروت

نذرت امراة من آل عبدالرحمن بن ابی بکر ان ولدت امراةعبدالرحمان نحرنا فقالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: لابل السنةافضل ،عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریة شاة تقطع جدولا ولا یکسر لها عظم فیا کل ویطعم ویتصدق.(۳)

یعنی عقیقہ کرنے والا خود کھائے ، کھلائے اور صدقہ کرے۔

(۲)فی السنن الکبری للبیهقی:باب من قال لا تکسر عظام العقیقة

---

(۱)الدرالمختارمع الشامیة (۶/۳۲۷)کتاب الاضحیة

(۲)اعلاء السنن(۱۷/۱۱۸)

(۳)مستدرک الحاکم(۴/۲۶۶)کتاب الذبائح رقم الحدیث

(۷۵۹۳)دارالکتب العلمیة بیروت

الخ عن جعفربن محمدعن ابیه ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال فی العقیقة التی عقتها فاطمة عن الحسن والحسین علیهماالسلام ان یبعثوا الی القابلة منها برجل وکلوا واطعمو او لا تکسر وامنهاعظما.(١)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے جو عقیقہ کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے ارشاد فرمایا کہ اس کی ران دائی کو بھیجو اور باقی خود کھاؤ، کھلاؤ اور اس کی ہڈی نہ توڑو۔

کافر کو دینا:

مسئلہ: عقیقہ کا گوشت کافر کو بھی دے سکتے ہیں۔(۲)

فتاوی محمودیہ (۳) میں ہے۔

جس قربانی کا گوشت صدقہ کرنا واجب ہے جیسے نذر، اس کا گوشت غیر مسلم کو نہ دیا جائے اور عام قربانی کا گوشت جیسے عقیقہ کا گوشت غیر مسلم غیر حربی کو دینا بھی درست ہے۔

ذمی (غیر حربی) وہ کافر کہلاتا ہے جو ایک معاہدے کے تحت دارالاسلام میں رہتا ہے، اور حکومت اس کی جان ومال کی حفاظت کرتی ہے، اور وہ اس کے عوض ٹیکس ادا کرتا ہے، اس زمانے میں ذمی کا تصور عملاً ختم ہو چکا ہے اب جو بھی کافر کسی مسلمان ملک کا وفادار ہو کر رہنا چاہے اسے اجازت ہوتی ہے اور اس کو ملک کے عام شہریوں کی طرح حقوق دیئے جاتے ہیں، ملکی سرحدات اور جغرفیہ کی بنیاد پر تفریق کی جاتی ہے، مذہب و

---

(١)السنن الکبری للامام البیهقی(۳۰۴/۹)باب من قال: لا تکسر عظام العقیقة الخ

(٢)هندیه(۳۷۱/۵) (۳)فتاوی محمودیه قدیم (۳۴۲/۱۱)

عقیدہ کی بنیاد پر نہیں، مسلمان ملک کے ایسے غیر مسلم شہری کو عقیقہ کا گوشت دینا جائز ہے۔
فقہاء کرام نے قربانی اور عقیقہ کے گوشت کھلانے میں ذمی کی جو قید لگائی ہے اس سے حربی کو نکالنا مقصود ہے، ذمی کے مقابلے میں حربی وہ کافر کہلاتا ہے جو دار الحرب میں رہتا ہو اور مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہو، اس کو نفلی صدقات، قربانی اور عقیقہ کا گوشت وغیرہ دینا بھی جائز نہیں، اس زمانے میں حربی کا یہ تصور بھی ناپید ہے جتنے دارالحرب ہیں سب کے ساتھ معاہدے ہیں اور اگر لڑائی ہوتی ہے تو مذہبی بنیاد پر نہیں بلکہ سرحدی اور ملکی بنیاد پر ہوتی ہے لہذا دارالحرب میں جو کافر رہتا ہے اور باقاعدہ مسلمانوں کے خلاف بالفعل جنگ نہیں کر رہا اسے عقیقہ کا گوشت دینے کی اجازت ہے، اسی طرح جو کافر ویزہ لے کر دارالاسلام آتا ہے جسے مستامن کہا جاتا ہے، اسے بھی دینے کی گنجائش ہے۔

قال الله تعالی: لا ینهکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا الیهم ط ان الله یحب المقسطین. انما ینهکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاهروا علی اخراجکم ان تولوهم ومن یتولهم فا لئک هم الظلمو ن.(۱)

یہ سطور لکھنے کے بعد معارف القرآن میں اس بارے اصول مسئلہ کی تصریح مل گئی۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان لکھتے ہیں:

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ نفلی صدقات ذمی اور مصالح کافر کو بھی دئے جا سکتے ہیں، صرف کافر حربی کو دینا ممنوع ہے۔ معارف القرآن (۲). **ولله الحمد علی الموافقة**

ثم رأیت العلامة العثمانی فی امدادالاحکام(۳) یقول ماقلناه

(۱) الممتحنة رقم الایة (۸و۹) (۲) معارف القران (۴۰۶/۷)

(۳) امدادا لاحکام (۲۰۶/۴)

:والمستامن فی حکم الذمی فی ذلک والحربی المسالم فی حکم الذمی فافهم.

شادی کی دعوت میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرنا:

عقیقہ کا گوشت شادی کی دعوت میں استعمال کرنا فی نفسہ جائز ہے،اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ساتویں دن کی رعایت کر کے عقیقہ کرنا مستحب ہے،ضروری نہیں،البتہ اگر ساتویں دن کی رعایت بھی ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بچے کی ولادت کے ساتویں دن شادی کی تقریب طے کر لی جائے اور ساتویں دن جانور ذبح کر کے عقیقہ کیا جائے اور گوشت شادی کی دعوت میں دیدیا جائے۔

واضح رہے کہ دعوت ولیمہ مسنون ہے لیکن اس کیلئے مستقل جانور ذبح کرنا ضروری نہیں ہے،اس لئے عقیقہ کا گوشت اس میں کھلایا جاسکتا ہے البتہ اس کو ایک رواج بنالینا درست نہیں۔

☆مذکورہ حکم اس شادی وغیرہ کا ہے جس میں نیوتہ، نینڈرہ، چڑھاوے اورویوار کا رواج نہ ہو،اگران چیزوں کا رواج ہو تو اس صورت میں گویا عقیقہ کرنے والاعقیقہ کے گوشت کا عوض وصول کر رہا ہے اور شرعاً عقیقہ کے گوشت پر معاوضہ وصول کرنا جائز نہیں لہذا اس سے احتراز ضروری ہے۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے۔

سوال :(۱۷۶۶)ایک شخص شادی کے موقع پر عقیقہ کرتا ہے اور دعوت میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرتا ہے، عرفاً لوگ اس موقعہ پر چڑھاوا (ویوار) دینے کے عادی ہیں،اگرنہیں دیتا تو داعی کو ناگواری بھی ہوتی ہے اور مدعو بھی چڑھاوا دینا ضروری سمجھتا ہے تو اس صورت میں عقیقہ کا گوشت دعوت میں کھلا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب: عقیقہ کا گوشت بلا کسی عوض مفت کھلانا چاہئے، شادی کی تقریب میں چونکہ کھانا کھلا کر چڑھاوا (ویوار) لیا جاتا ہے، اس لئے عوض اور بدلہ کا شبہ ہوتا ہے لہذا بچنا چاہئے، ہاں ناشتہ وغیرہ کی دعوت میں جس میں چڑھاوا لینے کا دستور نہیں ہے کھلانے میں مضائقہ نہیں ہے، شادی کی دعوت میں عقیقہ کا گوشت کھلانے کا رواج (دستور) ہو جانے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ استحباب کی رعایت نہ ہوگی، مستحب یہ ہے کہ ساتویں روز عقیقہ ہو اور تیسرا حصہ غرباء کو دیا جائے۔(۱)

کتاب الفتاوی میں ہے۔

البتہ جس علاقے میں کھانے کے بعد کچھ لین دین کا رواج ہے اس میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں گوشت کا عوض حاصل ہونے کا شبہ ہے اور عقیقہ کے گوشت پر عوض حاصل کرنا درست نہیں۔(۲)

عقیقہ کا تمام گوشت مہمانوں کی دعوت میں خرچ کرنے کا حکم:

عقیقہ کا سارا گوشت مہمانوں کی دعوت میں خرچ کرنا بھی شرعاً درست ہے اگرچہ مستحب یہ نہیں ہے۔

کفایت المفتی (۳) میں ہے۔

سوال: زید اپنی لڑکی کا عقد اور لڑکے کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے اور تاریخ مقرر ہے،

---

(۱) فتاوی رحیمیہ (۱۷۱/۶) و کذا فی کفایت المفتی (۲۴۲/۸)

(۲) کتاب الفتاوی (۱۷۵/۴) زمزم پبلشرز کراچی

(۳) کفایت المفتی (۲۴۲/۸) جدید

زید کا ارادہ ہے کہ عقیقہ کا سارا گوشت مہمانوں کی دعوت میں خرچ کرے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عقیقہ کا گوشت ایک تہائی مساکین کو تقسیم کر دینا افضل ہے، باقی دو تہائی اقرباء واحباب کی ضیافت میں خرچ کیا جاسکتا ہے، اگر تمام گوشت بھی ضیافت میں خرچ کردیا جائے تاہم عقیقہ ہو جائے گا اگرچہ یہ خلاف افضل ہے۔

خلاصہ یہ کہ عقیقہ کا کچھ گوشت تو مہمانوں کو کھلانا بلاشبہ درست ہے، اسی طرح اگر اچانک مہمان آگئے تو ان کو بھی سارا گوشت کھلانا درست ہے، البتہ مہمانوں ہی کیلئے عقیقہ کی نیت سے جانور ذبح کرنا اور سارا گوشت کھلانا خلاف مستحب ہے اگرچہ عقیقہ ادا ہو جاتا ہے۔

اگر لوگوں کو کچا گوشت ناگوار لگتا ہو تو پکا کر تقسیم کرنا چاہئے:

بعض لوگ کچا گوشت قبول کرنے کو ناگوار تصور کرتے ہیں، ان کا یہ تصور اگرچہ غلط ہے کیونکہ گوشت دینا درست ہے بلکہ ایک اعتبار سے بہتر ہے کہ جب ضرورت ہو گی اپنی پسند کا کھانا تیار کر کے کھالیں گے تاہم پکا کر دینا بھی درست ہے یعنی عقیقہ کرنے والا پکا کر دیدے اور لوگ پکا پکایا گھر لے جائیں۔

کفایت المفتی (۱) میں ہے۔

سوال: عقیقہ کا کچا گوشت تو لوگ لیتے نہیں ہیں سالن روٹی لے جاتے ہیں اور اگر کچا گوشت لیتے بھی ہیں تو نہایت ناگواری سے لیتے ہیں، پلاؤ پکا کر کھلا دینا گناہ تو نہیں؟

---

(۱) کفایت المفتی جدید (۲۳۸/۸)

جواب: عقیقہ کا کچا گوشت لوگ نہیں لیتے تو پکا کر روٹی کے ساتھ تقسیم کر دیا جائے یا پلاؤ پکا کر دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔

دعوت عقیقہ میں تحفہ لینا:

بعض علاقوں میں عقیقہ کی دعوت میں شرکت کرنے والے اہل خانہ کو تحائف دیتے ہیں، یہ طریقہ کار غلط ہے اور اس طرح کا سلسلہ شروع ہونے سے عبادت رواج اور عادت میں بدل جاتی ہے، اس سے احتراز ضروری ہے۔

کتاب الفتاوی (۱) میں ہے:

سوال: ہمارے ہاں اکثر دیکھا گیا ہے کہ عقیقہ کی دعوت میں مہمان رخصت ہوتے وقت میزبان کو یعنی جس لڑکے یا لڑکی کا عقیقہ ہو اس کے والدین کو لفافہ میں روپیہ یا کچھ اور رکھ کر دیتے ہیں کیا یہ صورت جائز ہے؟

جواب: عقیقہ کے موقع سے دعوت کرنا مباح ہے۔ وضیافة الناس ....مباحة لا سنة ولا واجبة. الفتاوی الهندیة (۲) اس طرح کی رسمیں غریب اور تنگدست اقرباء اور مہمانوں کیلئے زحمت ہیں اور اگر تحفہ نہ دیں تو ندامت و عار کا باعث ہوتا ہے، اس لئے ایسے رسوم کو مٹانا اور ختم کرنا چاہئے، ویسے چونکہ لوگ اس کو امر دینی سمجھ کر نہیں کرتے اور بذات خود تحفہ کا لین دین جائز ہے، صاحب خانہ کی طرف سے طلب اور دباؤ نہیں ہے، اسلئے اگر کوئی شخص تحفہ دیدے اور قبول کر لیا جائے تو گنجائش ہے، جو سامان بچہ سے متعلق ہو وہ اس کی ملکیت سمجھی جائے گی، جو والد کے استعمال کی ہو وہ اس کے والد کی اور جو عورتوں کے استعمال کے لائق ہو وہ اس کی ماں کی سمجھی جائے گی۔ (۳)

---

(۱) کتاب الفتاوی (۱۸۰/۴) (۲) الفتاوی الهندیة (۳۶۲/۵) (۳) قاضیخان علی هامش الهندیة (۲۶۳/۳)

سالم ران دائی کو دینا:

عقیقہ کے جانور کی سالم ران (ٹانگ) بچے کی دایہ (قابلہ) کو دینا بہتر و مستحب عمل ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہے۔

فی السنن الکبری للبیهقی:باب من قال:لا تکسر عظام العقیقة الخ عن جعفربن محمدعن ابیه ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال فی العقیقة التی عقتها فاطمة عن الحسن والحسین علیهماالسلام ان یبعثوا الی القابلة منها برجل وکلوا واطعموا ولا تکسر وامنهاعظما. (۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے جو عقیقہ کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے ارشاد فرمایا کہ اس کی ران دائی کو بھیجدو اور باقی خود کھاؤ، کھلاؤ اور اس کی ہڈی نہ توڑو۔

وفی السنن الکبری للبیهقی:باب ما جاء فی التصدق بزنة شعره فضتوما تعطی القابلة، عن علی رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول صلی الله علیه وآله وسلم امر فاطمة رضی الله تعالیٰ عنها فقال زنی شعرالحسین وتصدقی بو زنه فضة واعطی القابلة رجل العقیقة ....وفی روایة ان علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه اعطی القابلة رجل العقیقة ..عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم مرسلا فی ان یبعثوا الی القابلة منهابرجل.(۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت

---

(۱)السنن الکبری للامام البیهقی(۳۰۴/۹)باب من قال: لا تکسر عظام العقیقة الخ

(۲)السنن الکبری للبیهقی(۳۰۴/۹)باب ما جاء فی التصدق بزنة شعره فضتوما تعطی القابلة

فاطمہؓ کو حکم فرمایا کہ حضرات حسینؓ کے بالوں کا وزن کر کے اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو اوردائی کو عقیقہ کی ران دیدو.....ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دائی کو عقیقہ کی ران دی، ایک مرسل روایت میں ہے نبی علیہ السلام نے عقیقہ کی ران دائی کو دینے کا حکم فرمایا۔

حکمت ومصلحت:

دایہ کو ٹانگ اورران دینے میں حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ اس میں نیک فالی ہے کہ بچہ اپنی ٹانگ پر چلتا پھرتا اورزندگی گزارتا ہے۔

فی حاشیة الباجوری علی ابن القاسم الغزی:والحکمة فی ذلک التفائل بان المولودیعیش ویمشی علی رجله.(۱)

مسئلہ: اولی اور افضل یہ ہے کہ دائی کو جانور کی دائیں ران دی جائے۔(۲)

مسئلہ: اگر بکریاں زیادہ ہوں اوردایہ ایک ہوتو سب کی ٹانگیں اسے دینا مستحب ہے۔

☆اوراگردایہ بھی متعدد ہوں اوردونوں کی تعداد برابر ہویعنی جتنی ٹانگیں ہیں اتنی دایہ ہیں توہرایک دایہ کوایک ٹانگ دی جائیگی اوراگربکریاں کم ہوں توسب ٹانگیں دایوں کومشترکہ دیدی جائیں پھروہ آپس میں تقسیم کرلیں اوراگران میں سے بعض ٹانگیں لینے سے دستبردار ہوجائیں تواچھی بات ہے،باقی دایوں میں تقسیم کردی جائیں۔(۳)

---

(۱)الباجوری علی ابن القاسم الغزی(۲/۲۲۴)باب العقیقة (۲)تنقیح الفتاوی الحامدیة (۲/۲۳۳)والفتاوی الکاملیة (ص۲۴۰)(۳)حاشیة الباجوری علی ابن قاسم الغزی:(۲/۲۲۴) کتاب الاطعمة فصل فی احکام العقیقة ،داراحیاء التراث العربی،بیروت لبنان

☆اوراگرایک ہی عقیقہ کیا جارہاہواور بچہ کی دایہ متعدد ہوں تواس کا بھی یہی حکم ہے کہ بعض دستبردار ہوجائیں یا سب کو دیدی جائے اوروہ آپس میں تقسیم کرلیں۔(ایضا)

مسئلہ :دائی کو عربی میں القابلۃ : (midwite) کہا جاتا ہے،اس کا معنی ہے:

اللتی تعلقی الولد عند ولا دتہ

یعنی وہ خاتون جو بچے کو ولادت کے وقت حاصل کرے۔(۱)

عہد نبوی اوراس سے پہلے اور بعد میں یہ رواج تھا کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی عورت کے حوالے کر دیا جاتا وہ اس کو دودھ پلاتی اور پرورش کرتی، ایسی عورت کو مرضعہ کہا جاتا ہے، وہ دائی نہیں ہے، آجکل بچوں کی ولادت زیادہ تر ہسپتال اور زچہ بچہ سنٹرز میں ہوتی ہے اور دائی کی تلاش مشکل سے ہوتی ہے،دائی کو ران دینا ویسے بھی ضروری نہیں ہے کماسیأتی، ایسی صورت میں نہ دینے کی اور زیادہ گنجائش ہوگی۔

دائی کو ران دینا ضروری نہیں:

مذکورہ تفصیل سے واضح ہو چکا ہے کہ دائی کوران دینا بہتر ہے،ضروری نہیں اور نہ عقیقہ اس پر موقوف ہے، بعض لوگ حد سے تجاوز کرتے ہوئے اسے ضروری قرار دیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

عزیز الفتاوی (۲) میں ہے۔

اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ .....ران دائی کو دی جائے اور اگر دیں تو کچھ حرج بھی نہیں ہے مگر کچھ ضروری بات نہیں ہے۔

---

(۱) معجم لغۃ الفقہاء (۳۵۳)(۲) عزیز الفتاوی (ص ۷۱۵)

کفایت المفتی (۱) میں سالم ران دائی کو لازمی اور ضروری طور پر دینے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے:

یہ کوئی لازمی حق نہیں ہے۔

امداد المفتین (۲) میں ہے:

سوال: عقیقہ ایک ران سالم قابلہ یعنی دائی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں پر لوگوں میں رواج ہو گیا ہے کہ ایک ران سالم دایہ کو دینا ضروری سمجھتے ہیں؟

الجواب: عقیقہ کی ران دایہ کو دینا دراصل جائز بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے مگر اس کو ضروری سمجھنا بدعت اور گناہ ہے، جس جگہ یہ رواج ہو جائے کہ اس کو ضروری سمجھتے ہوں نہ دینا ہی اولیٰ ہے، اصل جواز کی تو یہ حدیث ہے.....(۳)

اور ضروری سمجھنے سے بدعت و گناہ ہونے کی دلیل شرح منیہ کی عبارت ذیل ہے۔

حیث قال فی ذکر سجدة الشکر: اماما یفعل عقیب الصلوة فمکروه لان الجهال یعتقدونه سنة و کل مباح یودی الیه فمکروه.(۴)

اور طیبی شرح مشکوۃ میں حدیث انصراف عن الیمین کے بیان میں مذکور ہے: فیه ان من اصر علی مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقداصاب من الشیطن فکیف من اصر علی بدعة اومنکر.(۵)

---

(۱) کفایت المفتی (۸/۲۳۹) (۲) امدادالمفتین (ص ۹٦۸)

(۳) تحفة المودود باحکام المولود للحافظ ابن القیم (ص ۲۷)

(۴) کبیری شرح منیه (ص ٦٢٦)

(۵) مجموعة الفتاوی (۲/۲۹۵)

دائی ران کے علاوہ گوشت بھی کھا سکتی ہے

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دائی کو ران دی جاتی ہے،اس لئے یہ اس کیلئے متعین ہے ،دائی کیلئے عقیقہ کا عام گوشت کھانا درست نہیں ہے،یہ بات غلط ہے،دائی کے لئے عقیقہ کا دوسرے قسم کا گوشت کھانا جائز ہے،خواہ اسے ران ملی ہو یا نہ ملی ہو اور خواہ سالم ملی ہو یا ناقص ۔ماخذہ: کفایۃ المفتی (۱)

سر نائی کو دینا ضروری نہیں

عقیقہ کے جانور کا سر اگر نائی کو دیدیا جائے تو درست ہے،اس میں کوئی حرج نہیں ،بشرطیکہ کسی عمل کی اجرت کے طور پر نہ دیا جائے،مشہور ہے کہ عقیقہ کا سر بچے کے سر کے بال منڈوانے والے کو دینا ضروری ہے،یہ بات غلط ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ اگر سر منڈوانے کی اجرت کے طور پر دیا جائے تو سر کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے کیونکہ عقیقہ کے جانور کا کوئی جزء بطور اجرت دینا جائز نہیں ہے۔

کفایت المفتی (۲) میں ہے:

سوال :سری نائی کو دینا ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب : یہ کوئی لازمی حق نہیں ہے۔

عزیز الفتاوی (۳) میں ہے۔

سوال:جو جانور عقیقہ میں ذبح ہو اس کا سر سر مونڈنے والے کو دے دیں ....یہ کیسا ہے؟

---

(۱) کفایۃ المفتی(۸/ ۲۳۹)(۲) کفایت المفتی(۸/ ۲۳۹)

(۳)عزیز الفتاوی (ص ۱۷۵)

جواب :...یہ کچھ ضروری نہیں کہ سر جانور کا بال مونڈ ہنے والے کو دے اور اگر دیں تو کچھ حرج نہیں ہے مگر ضروری بات نہیں ہے۔

واضح رہے کہ مالا بد منہ، رسالہ احکام عقیقہ (۱) میں عقیقہ کا سر حجام کو دینا مستحب لکھا ہے۔

مستحب است کہ سرِ جانورِ عقیقہ بہ حجام ....بدھند الخ

لیکن اس کے مستحب ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

والدین بہن بھائی دادا نانا وغیرہ کا گوشت کھانا :

جس بچے یا بچی کا عقیقہ ہو اس کے والدین، بہن بھائی، دادا دادی، نانا نانی، چاچا ماموں وغیرہ تمام رشتہ دار عقیقہ کا گوشت کھا سکتے ہیں اور ساتھ بھی لیجا سکتے ہیں، اس بارے کسی قسم کی پابندی نہیں ہے، بعض رشتہ داروں کے بارے یہ بات غلط مشہور ہوئی ہے کہ وہ عقیقہ کا گوشت نہیں کھا سکتے۔(۲)

مستدرک حاکم (۳) کتاب الذبائح میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت ہے، اس کے آخر میں ہے۔

فیا کل ویطعم و یتصدق

یعنی عقیقہ کرنے والا خود کھائے، کھلائے اور صدقہ کرے

اس سے معلوم ہوا کہ والد عقیقہ کا گوشت کھا سکتا ہے۔

---

(۱)ما لا بد منہ، رسالہ احکام عقیقہ (ص ۱۷۸)

(۲)ماخذہ: کفایت المفتی (۲۳۹/۸) و (۲۴۱/۸) وآپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۳۸/۴) وما لا بدمنہ (ص ۱۸۰) و مجموعة الفتاوی (۲۲۴/۳)

(۳)مستدرک حاکم (۲۲۶/۴) کتاب الذبائح

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اعلا السنن (۱) میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فمااشتھرعلی السنۃ العوام ان اصول المولود لا یا کلو ن منھا لا اصل لہ وسیأتی لہ مزید بسط.ان شاء اللہ تعالی.

عوام الناس کی زبانوں پر یہ جو مشہور ہے کہ اصول (والدین، دادادادی، نانانانی) عقیقہ کا گوشت نہیں کھا سکتے اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

نیز اعلاء السنن میں المحلی لابن حزم (۵۲۵/۷) سے حضرت عطاءؒ کا قول نقل کیا ہے:

یا کل اھل العقیقۃ ویھد ونھا، امر سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذلک زعموا (۲)

عقیقہ والے کھائیں اور ہدیہ میں دیں، صحابہ کرام کا خیال ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس کا حکم دیا ہے۔

اس کے بعد علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں:

وفی قولہ یا کل اھل العقیقۃ ویھد ونھا دلیل علی بطلان ما اشتھرعلی الا لسنۃ ان اصول المولود لا یاکلون منھا،فان اھل العقیقۃ ھم الا بوان اولالم سا ئر اھل البیت.

حضرت عطاء کا قول "یا کل اھل العقیقۃ" اس بات کے بطلان پر دلیل ہے جوعام لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے کہ بچے کے اصول عقیقہ کا گوشت نہیں کھا سکتے، کیونکہ اہل عقیقہ پہلے والدین کو کہا جاتا ہے پھر گھر کے تمام افراد کو۔

---

(۱)اعلا السنن (۱۱۸/۱۷)

(۲)اعلاء السنن (۱۲۶/۱۷)

ایک غلط حیلہ

فتاوی رحیمیہ جدید میں ہے:

اکثر و بیشتر حضرات کو کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جس بچے کا عقیقہ کیا جائے اس کے ماں باپ ذبیحہ کا گوشت نہیں کھا سکتے، اگر کھانا ہو تو بازار سے کچھ گوشت لے کر عقیقہ کے گوشت میں ملائیں تب وہ کھا سکتے ہیں۔

جواب: یہ خیال صحیح نہیں ہے، غلط مشہور ہے۔(۱)

والدین اور دیگر رشتہ داروں کا متعین حصہ؟

اس کے بر خلاف بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عقیقہ کے گوشت میں والدین اور دوسرے بعض رشتہ داروں کا باقاعدہ متعین حصہ ہے جو ان کو دینا ضروری ہے، یہ بات غلط ہے، تفصیل آچکی ہے کہ والدین اور دیگر رشتہ داروں کو عقیقہ کا گوشت دینا اور ان کا کھانا جائز اور درست ہے لیکن ان کا باقاعدہ اس طرح طے اور متعین حصہ نہیں ہے جو ہر صورت ان کو دینا ضروری ہو۔

حجام وسقہ وغیرہ کا عقیقہ میں حق؟

عقیقہ میں حجام وسقہ وغیرہ نے اپنے اپنے حقوق مقرر کر رکھے ہیں، اس کو دینے والا اور لینے والا ضروری سمجھتے ہیں، وگرنہ وہ شکایت اور مذمت و ہجو کرتے پھرتے ہیں، یہاں تک کہ یہ لوگ مالک کی اجازت کے بغیر وہ چیز اٹھا کر لے جاتے ہیں، شریعت میں اس لزوم کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس میں بڑی خرابی لازم آتی ہے کیونکہ جہاں حجام وسقہ وغیرہ کو جانور کا کوئی خاص عضو دینے کا عرف ہو وہاں گویا کہ المعروف کالمشروط کی

(۱) فتاوی رحیمیہ جدید (۱۰/۶۴)

روسے لوگ ان سے یہ شرط لگاتے ہیں کہ تم ہمارا فلاں فلاں کام کرو ہم تم کو معاوضہ میں جانور کا فلاں حصہ دیں گے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں حجام وغیرہ کو حصہ دیا جائے گا وہ خدمت کا معاوضہ ہوگا، اور اجرت ومعاوضہ موجر (کام کروانے والے) کے ذمہ دین ہوتا ہے، گویا کہ اس نے عقیقہ کے جانور کے اعضاء بطور اجرت دیئے، اور یہ بیع کے حکم میں ہے، اور حرام و باطل ہے۔(۱)

عقیقہ کا گوشت بیچنا:

عقیقہ کا گوشت یا جانور کا کوئی حصہ اور عضو بیچنا جائز نہیں ہے، اگر بیچ دیا تو قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے، اس قیمت کا مصرف صدقات واجبہ والا ہے لہذا یہ رقم کسی مستحق زکوۃ شخص کو قابض و مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔(۲)

عقیقہ کا سر یا کوئی دوسرا عضو اجرت میں دینا:

عقیقہ کے جانور کا سر یا کوئی دوسرا عضو کسی بھی شخص مثلاً قصائی، نائی، طباخ وغیرہ کو بطور اجرت دینا جائز نہیں ہے، بغیر اجرت کے دینے میں یہ تفصیل ہے کہ جہاں اس کا رواج نہ ہو وہاں دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جہاں اس طرح کا رواج ہو اور وہ لوگ اسے اپنا حق سمجھتے ہوں وہاں دینا جائز نہیں ہے، یہ اجرت ہی بنتی ہے۔لان المعروف کالمشروط ردالمحتار(۳)

فتاوی محمودیہ(۴) میں ہے۔

---

(۱)اصلاح الرسوم واغلاط العوام مکمل(ص ۱۳۸)

(۲)حاشیة الباجوری(۲/ ۲۴۴) ردالمحتار(۳۲۸/۶) کتاب الا ضحیة

(۳)ردالمحتار (۳۲۸/۶) (۴)فتا وی محمودیه (۵۲۸/۱۷)جدید

قربانی میں ذبیحہ کا سر بعوض ذبح کرائی دینا درست نہیں، ہاں ایسے ہی دے سکتے ہیں، عقیقہ میں بھی بہتر ہے کہ قربانی جیسا معاملہ کیا جائے۔

عقیقہ کا گوشت جماعت والوں کو کھلانا:

عقیقہ کا گوشت تبلیغی جماعت والوں کو کھلانا بھی جائز ہے لیکن اس کا رواج نہ بنا یا جائے۔

فتاوی رحیمیہ میں اس طرح کے سوال کے جواب میں ہے:

ایسی دعوت جس میں قیمت اور عوض نہ لیا جائے، عقیقہ کا گوشت کھلانے میں مضائقہ نہیں ہے، مگر ایسی بلاعوض والی دعوتوں میں بھی عقیقہ کا گوشت کھلانے کا رواج ہوجانے میں خرابی یہ ہے کہ مستحب طریقہ چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے، عقیقہ کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ساتویں روز عقیقہ ہوااور گوشت کے تین حصے کئے جائیں، ایک حصہ گھر والوں کے لئے، ایک حصہ رشتہ داروں اور دوست احباب کو اور ایک حصہ غرباء کو دیا جائے الخ (۱)

تبلیغی اجتماع کے موقعہ پر عقیقہ کا گوشت قیمۃً کھلا یا گیا تو؟

فتاوی رحیمیہ جدید (۲) میں ہے۔

سوال: ہمارے یہاں تبلیغی جماعت کا ایک اجتماع ہوا، اس میں ایک وقت کے کھانے کا پاس تین روپیہ فی کس مقرر کیا گیا تھا، پاس والے کھانے میں عقیقہ کے پورے جانور کا گوشت کھلایا گیا، بعد میں لوگوں میں مسئلہ چھڑ گیا کہ عقیقہ صحیح ہونے میں شبہ ہے

---

(۱) فتاوی رحیمیہ (۶۴/۱۰) (۲) فتاوی رحیمیہ جدید (۶۳/۱۰)

،اس لئے کہ اس کھانے کے عوض فی کس تین روپے لئے گئے ہیں، مذکورہ صورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: عقیقہ کا حکم قربانی کے گوشت کے مانند ہے اور قربانی کے گوشت کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو روپے پیسے کے عوض بیچ دیا جائے تو جو رقم حاصل ہوئی ہو اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

فی الهداية للمرغينانیؒ کتاب الا ضحية:ولو باع الجداواللحم بالد راهم اوبما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الى ماله.(١)

وفی البنا ية شرح الهد اية:فاذا تموله بالبيع وجب التصدق لا ن هذا الثمن حصل بفعل مكروه فيكو ن خبيثا فيجب التصدق(٢)

صورت مسئولہ میں کھانا فی کس تین روپے لیکر کھلایا گیا ہے اور اس کھانے میں عقیقہ کا گوشت استعمال کیا گیا ہے تو عوض لینے کا شبہ قوی ہے اس لئے گوشت کے مقابلہ میں اندازاً جتنی قیمت حاصل ہوئی ہو اتنی قیمت غرباء پر صدقہ کر دی جائے تو انشاء اللہ عقیقہ پورا ہو جائے گا الخ

عقیقہ کے گوشت سے نذر پوری کرنے کا حکم

عقیقہ کے گوشت سے نذر پوری کرنا جائز نہیں ہے،اس سے نذر ادا نہیں ہوگی۔

امدادا لفتاوی(٣)میں ہے۔

سوال:ایک شخص نے کچھ مساکین کو کھلانے کی نذر کی تھی کہ اگر میرا لڑکا ہوا تو

---

(١)الهداية (٤٣٣/٤)(٢)بحواله فتاوى دار العلوم ديوبند (١٨٨/٨) كتاب الا ضحية..(٣)امدادا لفتاوى (٥٦٠/٢)

مثلاً بیس مساکین کو کھلاؤں گا، آیا وہ شخص لحم عقیقہ (عقیقہ کا گوشت) اس نذر میں استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور عقیقہ نفس ذبح سے ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: عقیقہ تو نفس ذبح سے ادا ہو گیا لیکن اس لحم کا اس نذر میں صرف کرنا علی الارجح جائز نہیں۔

ودلیله مافی ردالمحتارعن القنیة:واذادفع اللحم الی فقیر بنیة الزکوة لا یحسب عنها فی ظاهر الروایة.

جس بچے کا عقیقہ ہو وہ بھی کھا سکتا ہے:

مشہور ہے کہ جس بچے کا عقیقہ ہو اس کے لئے عقیقہ کا گوشت کھانا درست نہیں، یہ بات غلط ہے، اگر وہ کھانے کے قابل ہو تو بلا شبہ کھا سکتا ہے۔

مالا بد منہ رسالہ احکام عقیقہ (۱) میں ہے۔

صاحب عقیقه ووالدین اور راجائزا ست مثل گوشت قربانی۔

عقیقہ والے بچے اور اس کے والدین کیلئے قربانی کے گوشت کی طرح عقیقہ کا گوشت بھی جائز ہے۔

فتاوی رحیمیہ جدید (۲) میں ہے۔

سوال: کیا عقیقہ کے لئے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت بچہ کے ماں باپ کھا سکتے ہیں اور کیا وہ بچہ اور شخص بھی جس کا عقیقہ کیا گیا ہو؟

جواب: بچہ اور اسکے ماں باپ وغیرہما سب کھا سکتے ہیں، قربانی کے گوشت کا جو حکم ہے وہ اس کا بھی ہے۔

---

(۱) مالا بد منہ رسالہ احکام عقیقہ (ص ۱۸۰)

(۲) فتاوی رحیمیہ جدید (۶۳/۱۰)

نیز دوسرا سوال ہے:

جس کا عقیقہ ہو اگر وہ کھانا چاہے تو اسے منع ہے، یہ خیال کہاں تک درست ہے؟

جواب: یہ خیال صحیح نہیں ہے، غلط مشہور ہے۔

اوجھڑی کا حکم:

عقیقہ کے عام گوشت کی طرح اوجھڑی کا بھی مصرف متعین نہیں ہے، کسی کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے، خود بھی رکھ سکتا ہے۔

امداد الفتاوی (۱) میں ہے۔

اجھڑی کا کوئی مصرف نہیں جس کو چاہے دے جیسا قربانی میں اختیار ہے۔

فی اشعة اللمعات(۲): و هر چه درا ضحیه معتبر است ازشرائط واحکام در عقیقه نیز معتبراست (۳۹۵/۳)

اون، دودھ وغیرہ منافع کا حکم

جانور جب تک ذبح نہ ہو اس کی اون اس نیت سے کاٹنا کہ خود استعمال کریگا مکروہ ہے اور اگر کاٹ دی تو اسے صدقہ کر دے، اسی طرح عقیقہ کے جانور پر سوار ہونا، بوجھ لادنا اور کرایہ وصول کرنا درست نہیں، اگر کرایہ حاصل کرلیا ہے تو اسے صدقہ کرے، اور سوار ہونے یا بوجھ لادنے کی صورت میں جانور میں جتنا نقص آیا ہے اسکے بقدر صدقہ کردے، یہ منافع حاصل کرنا اس لئے درست نہیں کہ اس جانور کو ذبح کر کے اس کے تمام اجزاء سمیت اقامتِ قربت کا التزام ہو چکا ہے۔

---

(۱)امداد الفتاوی (۶۲۰/۳)(۲)اشعة اللمعات(۳۹۵/۳)

البتہ ذبح کرنے کے بعد اس کی اون وغیرہ سے خود نفع حاصل کرنا درست ہے، اس کا حکم کھال والا ہے لہذا اون بیچنا جائز نہیں ہے اگر بیچ دی تو رقم صدقہ کرنا ضروری ہے اور ذبح کرنے کے بعد اون وغیرہ خود استعمال کرنا اس لئے درست ہے کہ مقصود پورا ہو چکا یعنی عقیقہ ادا ہو چکا ہے۔(۱)

☆ذبح سے پہلے عقیقہ کا دودھ استعمال کرنا بھی مکروہ ہے، اگر جلد ذبح کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک کر دودھ خشک کر دیا جائے اور اگر دیر سے ذبح کرنا ہو تو دودھ نکال کر صدقہ کر دے(۲)

بالوں کا حکم:

عقیقہ کے عمل میں دو قسم کے بال ہوتے ہیں۔

(۱) جانور کے بال اور اون وغیرہ۔

(۲) بچے کے سر کے بال۔

جانور کے بالوں کا حکم آچکا کہ ذبح کرنے کے بعد بال اور اون اگر قابل انتفاع ہوں تو خود بھی استعمال کرنا درست ہے اور دوسروں کو ہبہ کرنا بھی صحیح ہے اور بچے کے سر کے بالوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو زمین میں دفنا دیا جائے، ان بالوں کو کسی مقصد میں استعمال کرنا یا یونہی عام جگہوں پر پھینک دینا درست نہیں۔(۳)

کھال کا حکم:

عقیقہ کی کھال کا وہی حکم ہے جو قربانی کی کھال کا ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

---

(۱)الدر مع الشامیة (۳۲۹/۶)(۲)ایضاً(۳) تحفه المودود باحکام المولود (ص ۸۳)بیروت، مالا بدمنه، رساله احکام عقیقه (۱۶۵)

☆عقیقہ کی کھال خود بھی استعمال کرسکتا ہے اور کسی کو دے بھی سکتا ہے،اس کا حکم نفلی صدقہ والا ہے لہذا غنی، فقیر مسلمان اور کافر، سید اور غیر سید، رشتہ دار اور اجنبی سب کو دینا جائز ہے، والدین اپنی اولاد کو اور اولاد اپنے والدین کو بھی دے سکتے ہیں۔

خود استعمال کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کھال سے غربال،دف، جھول، برتن ،جوتے،مصلی،جراب،ڈھول، چھلنی،دسترخوان،موزہ،پوستین اور چارپائی وغیرہ بنا سکتا ہے اور کسی چیز کے ساتھ تبادلہ کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ ایسی چیز کے ساتھ تبادلہ کرنا جائز ہے جسے باقی رکھ کر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے مثلاً کھال دیکر مذکورہ اشیاء یعنی دف، مشکیزہ، دسترخوان وغیرہ لے لے یا کوئی اور چیز لے لے مثلاً کتاب، قلم، کرسی، کپڑا، چارپائی، چادر، جانور، زمین وغیرہ اور یہ اس لئے درست ہے کہ باقی رہنے والا بدل اس مبدل (کھال) کے قائم مقام ہو جائیگا اور یہ سمجھا جائیگا کہ گویا اصل کھال معنیً موجود اور باقی ہے،اور ایسی اشیاء کے ساتھ شرعاً تبادلہ درست نہیں جن کو باقی رکھ کر ان سے نفع حاصل نہ کیا جاسکتا ہو، جیسے کھانے پینے کی اشیاء، تیل ،پٹرول، رنگ وروغن وغیرہ،اگر ایسی اشیاء کے ساتھ تبادلہ کرلیا تو ان کو صدقہ کرنا ضروری ہے، خود استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

☆باقی رہنے والی اشیاء کے ساتھ تبادلہ شرعاً مطلقاً جائز ہے خواہ ان اشیا کو خود استعمال میں لانے کی نیت ہو یا صدقہ کرنے کی اور دوسری قسم کی اشیاء کے ساتھ تبادلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نیت سے تبادلہ کرتا ہے کہ ان اشیاء کو وصول کرکے صدقہ کرے گا تو بیع بلاکراہت درست ہے،اس میں کوئی کراہت نہیں ،اور اگر اس نیت سے تبادلہ کرتا ہے کہ خود استعمال کریگا تو یہ بیع مکروہ ہے،علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں:

والمعنى فيه انه لا يتصرف فيه على قصد التمول.(۱)

---

(۱)تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق(۲۸۶/۶)

یعنی اس کی وجہ یہ ہے کہ قربانی اور عقیقہ کی کھال میں مال حاصل کرنے کے قصد سے تصرف منوع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ایسی بیع باطل ہے لیکن فتوی پہلے قول پر ہے لہذا بیع نافذ ہوجائیگی البتہ اس چیز کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔(۱)

☆پہلی قسم کی اشیاء کو خود بھی استعمال کرنا درست ہے اور عقیقہ کی کھال کی طرح ہر ایک کو ہدیہ اور ہبہ بھی کر سکتا ہے البتہ ان کی خرید وفروخت جائز نہیں، اسی طرح ان کو کرایہ پر دے کر کرایہ حاصل کرنا بھی صحیح نہیں، اگر بیچ دیں یا کرایہ حاصل کیا تو یہ رقم صدقہ کرنا ضروری ہے۔

☆عقیقہ کی کھال اور اس کے بدلے میں حاصل کی گئی پہلی قسم کی اشیاء ہر شخص کو بلاعوض دے سکتے ہیں لیکن اگر کھال فروخت کر کے رقم یا دوسری قسم کی اشیاء حاصل کر لیں تو وہ کسی مستحق زکواۃ شخص کو دینا ضروری ہے، غنی، کافر، اصول وفروع اور رفاہ عامہ کے کاموں میں بلا تملیک خرچ کرنا کسی صورت جائز نہیں۔

☆عقیقہ کی کھال، قیمت اور دوسری قسم کی اشیاء مسجد، مدرسہ اور تمام ان جگہوں پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے جہاں کسی کا قبضہ اور ملکیت نہ آتی ہو جیسے ہسپتال، پل، سرائے، سڑک، پارک، راستہ، گلی وغیرہ کی تعمیر البتہ مدرسہ کے مقیم طلباء کو کھانے پینے کی مد میں دینا درست بلکہ افضل ہے کیونکہ وہ اس کے مستحق بھی ہیں اور دینی تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں جو کہ صدقہ جاریہ ہے۔

☆کھال، اس کی قیمت، پہلی اور دوسری قسم کی اشیاء کسی کو بطور اجرت دینا جائز نہیں ہے خواہ عقیقہ میں تعاون کرنے والا ہو جیسے قصائی کو بطور اجرت دیدی تو اتنی رقم صدقہ کرنا ضروری ہے۔

---

(۱)الدرالمختار مع ردالمحتار (۳۲۸/٦) کتاب الاضحیة.

عقیقہ کی کھال کی قیمت اپنے مصرف میں لگانا صحیح نہیں ہے

فتاوی دارالعلوم دیوبند میں ہے:

سوال: پوست عقیقہ فروخت کر کے قیمت اپنے مصرف میں لاسکتا ہے یانہیں؟

الجواب: نہیں لاسکتے فقط

مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مرتب فتاوی تخریج میں لکھتے ہیں:

اس لئے کہ بیچنے کے بعد اس کی قیمت واجب التصدق ہوتی ہے، جس طرح قربانی کے جانور کی کھال واجب التصدق ہے الخ (۱)

عقیقہ کی کھال کی قیمت سید کو دینا جائز نہیں

فتاوی دارالعلوم دیوبند میں ہے:

سوال: چرم عقیقہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت سید کو دینا جائز ہے یانہیں؟

الجواب: چرم عقیقہ فروخت کر کے اس کی قیمت سید کو دینا جائز نہیں ہے۔ (۲)

کھال کو دفنانا

عقیقہ کی کھال کسی طرح استعمال میں لانا ضروری ہے، اسے زمین میں دفنانا جائز

---

(۱) فتاوی دارالعلوم دیوبندمکمل ومدلل (۲۸۸/۶) کتاب الزکوۃ، مسائل مصارف زکوۃ

(۲) فتاوی دارالعلوم دیوبندمکمل ومدلل (۲۹۲/۶ و ۲۹۳) کتاب الزکوۃ، مسائل مصارف زکوۃ

نہیں، یہ اضاعت مال میں داخل ہے جو کہ حرام ہے۔

مالا بدمنہ(۱) میں ہے:

ودرزمین دفن نہ نماید کہ تضییع مال است

یعنی کھال کو زمین میں دفنانا نہیں چاہیے کیونکہ اس میں اضاعت مال ہے۔

کھال کی قیمت سے مسجد کا ڈول بنانے اور اس سے وضو کا حکم

خود کھال سے ڈول بنا کر مسجد میں رکھنا درست ہے لیکن اس کو فروخت کر کے قیمت سے مسجد کیلئے ڈول بنانا صحیح نہیں ہے۔

امدادالمفتین (۲) میں ہے۔

سوال: عقیقہ کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت کا ڈول بنوا کر مسجد میں ڈلوادیا تو اس کے پانی سے وضو اور نماز ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کے پانی سے وضو نہیں ہوتا اور اگر بالفرض وضو کر بھی لیا تو نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ مسکین کا حق تھا؟

جواب: وضو اور نماز تو درست ہو جاوے گی مگر اس شخص کے ذمہ واجب ہوگا کہ جس قدر پیسے عقیقہ کی کھال کی قیمت سے وصول ہوئے تھے اس کا صدقہ کر لے ورنہ گناہ گار ہوگا کیونکہ یہ پیسے واجب التصدق تھے کذا فی البحرالرائق اس نے بجائے صدقہ کے ڈول بنوا دیا تو صدقہ کرنا اس کے ذمہ رہا مگر اس ڈول سے وضو کرنے یا اس سے نماز ادا کرنے میں خلل کی کوئی وجہ شرعی نہیں ہے۔

---

(۱)مالا بدمنہ (ص ۷۸)(۲) امدادالمفتین (ص ۹۶۸)

عقیقہ کے چمڑے کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر بنوانا:

گزشتہ تفصیل کے مطابق عقیقہ کے چمڑے کی قیمت سے نکاح خوانی وغیرہ کا رجسٹر بنوانا جائز نہیں ہے۔

فتاوی رحیمیہ (۱) میں ہے۔

سوال: عقیقہ کا چمڑا بیچ کر اس کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بعضوں نے لکھا ہے کہ عقیقہ کے چمڑے کی وہ اہمیت نہیں ہے جو قربانی کے چمڑے کی ہے لیکن اسے غرباء ہی کو دیا جائے، اس کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر نہ خریدا جائے۔

عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑنا:

بعض احادیث اور اقوال سلف سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ میں بہتر یہ ہے کہ اس کی ہڈیوں کو نہ توڑا جائے بلکہ تمام اعضاء کو جوڑوں سے علیحدہ کر کے یوں سالم اعضاء کو پکایا جائے، احادیث میں اس کے لئے جدول آیا ہے جدول جدل بکسر الجیم وفتحھا کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں عضو اور بعض میں آیا ہے آراباً آرابا کا لفظ آیا ہے آراب ارب بکسر الراء کی جمع ہے، اس کے معنی بھی عضو کے آتے ہیں۔

(۱) فی السنن الکبری للبیھقی (۲) عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان

---

(۱) فتاوی رحیمیہ (۱۷۳/۲) (۲) السنن الکبری للبیھقی (۳۰۲/۹) کتاب الضحایا، باب من قال لا تکسر عظام العقیقة الخ

النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال فی العقیقة التی عقتهافاطمة عن الحسن والحسین علیهماالسلام ان یبعثوا الی القابلة منها برجل وکلواواطعموا ولاتکسروامنها عظما (۱)

حضرت فاطمہؓ نے حضرات حسنین کی طرف سے جو عقیقہ کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے فرمایا کہ اس کی ایک ران دائی کو بھیجیں اور اس کا گوشت کھاؤ اور کھلاؤ اور اس کی ہڈی نہ توڑو۔

(۲)وفیها ایضا عن عطاء عن ام کرز رضی الله تعالیٰ عنهاقالت قال رسول صلی الله علیه وآله وسلم عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجا ریة شاة قال وکا ن عطا یقول: تقطع جدولا ولایکسر لها عظم.اظنه قال و یطبخ.(۲)

حضرت عطاء فرماتے تھے کہ عقیقہ کے جانور کو عضو عضو کر کے کاٹا جائے اور اس کی ہڈی نہ توڑی جائے پھر پکایا جائے۔

(۳)وفی روایة للبیهقی ابن جریج عن عطاء انه قال فی العقیقة:یقطع ارابا ارابا و یطبخ بماء وملح ویهدی فی الجیران(۳)

حضرت عطاء سے ایک روایت میں منقول ہے کہ عقیقہ کو اعضاء اعضاء کر کے کاٹا جائے اور پانی اور نمک میں پکا کر پڑوسیوں کو ہدیہ کیا جائے۔

(۴)وفی مستدرک الحاکم (۴)عن ام کرزوابی کرز قال :نذرت امرء ة من ال عبدالرحمن بن ابی بکر ان ولدت امراة عبدالرحمن

---

(۱)ومثله فی مراسیل ابی داؤد (۳۷۹) وابن ابی شیبة (۳۲۸/۱۲)

(۲)ایضاً(۳)ایضاً ومثله فی مصنف عبدالرزاق (۳۳۱/۴)

(۴) مستدرک الحاکم (۲۶۶/۴) کتاب الذبائح

نحرنا جزورا فقالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: لا،بل السنة افضل،عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجارية شاة تقطع جدولا ولا يكسر لها عظم الحديث

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: سنت طریقہ ہی افضل ہے بچے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ہے، اس کو اعضاء اعضاء کر کے کاٹا جائے اور اس کی ہڈی نہ توڑی جائے الخ

(۵)وفی مصنف ابن ابی شیبة(۱) عن عطاء عائشةؓ قالت تجعل جدولا فيطبخ فيا كل ويطعم وفی رواية عن عائشةؓ قالت:تطبخ جدولا ولايكسرمنها عظم.

(۶) وفيه ايضاً عن النهاس بن قهمؒ قال:سمعت عطاء يقول:كانوا يستحبون ان لا يكسر للعقيقة عظم :(۲)

حضرت عطاء فرماتے ہیں صحابہ کرام اور تابعین اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ عقیقہ کی ہڈی نہ توڑی جائے۔

وفی النها ية فی غريب الحديث والاثر لا بن الا ثير(۳)وفی حديث عائشة رضی الله تعالیٰ عنها" والعقيقة تقطع جدولاولا يكسرلهاعظم" الجدول جمع جدل بالكسر والفتح وهو العضو.

ان روایات کی بنیاد پر فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ عقیقہ کی ہڈیاں نہ توڑنا، اعضاء کو جوڑوں اور مفاصل سے علیحدہ کرنا مستحب ہے۔ (۴)

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبة(۱۲/۳۲۷)

(۲)ایضاً(۳) النها ية(۱/ ۲۴۸)

(۴)تنقیح الفتاوی الحامدية (۲/۲۳۳) والفتاوی الکاملية (ص ۲۴۰) و اعلاء السنن(۱۷/ ۱۲۱)

نہ توڑنے کی حکمت

فقہاء کرام اور محدثین عظامؒ نے عقیقہ کی ہڈیاں نہ توڑنے اور سالم پکانے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ عقیقہ بچے کا بدل اور اس کی سلامتی کا ذریعہ ہے، اس لئے اس کی ہڈیاں نہ توڑنا بچے کی ہڈیوں اور اعضاء کے لئے نیک شگون ہے، گویا کہ اس سے بچے کے اعضاء بھی صحیح اور سالم رہیں گے۔(۱)

یہ عمل ضروری نہیں:

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ عقیقہ کی ہڈیوں کے توڑنے سے احتراز کرنا ایک مستحب عمل ہے، بعض نے صرف جائز کہا ہے، ضروری کسی کے ہاں بھی نہیں ہے لہذا اگر عقیقہ کی ہڈیاں توڑ دیں تو بلا شبہ درست ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ جہاں ہڈی توڑنے کو برا سمجھا جاتا ہو اور اس بارے غلو کیا جاتا ہو وہاں توڑنا بہتر ہے تاکہ غلط خیال کا ازالہ ہو سکے۔ نیز پہلے زمانہ میں اور اب بھی بعض علاقوں میں سالم جانور یا اس کے بڑے بڑے اعضاء پکانے کا رواج ہے وہاں تو اس مستحب پر عمل ہو سکتا ہے لیکن اب عام رواج یہ ہے کہ اس طرح بڑے بڑے اعضاء نہیں پکائے جاتے نیز اگر کچا گوشت تقسیم کرنا ہو تو اب آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے گوشت کے کئی چھوٹے چھوٹے حصے کرنے ہی پڑتے ہیں، ورنہ بہت سے گھرانے رہ جائیں گے، نیز اس طرح کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے، جوڑوں سے اس طرح اعضاء علیحدہ کرنا کہ کوئی ہڈی ٹوٹ نہ پائے ایک مشکل عمل ہے، اس بنا پر عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا بلا شبہ درست ہے۔

احسن الفتاوی (۲) میں ہے۔

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ (۲۷۴۹/۴) (۲) احسن الفتاوی (۵۳۶/۷)

سوال :اعلاء السنن (۱) میں عقیقہ کی ہڈی توڑنا خلاف اولی تحریر فرمایا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے:"ولم یکسر لھا عظم فیا کل ویطعم ویتصدق" حالانکہ کفایت المفتی (۲) میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے ہڈیاں توڑنے کو منع کیا ہے مگر اس ممانعت کیلئے کوئی سند نہیں،اس طرح حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہڈی توڑنے کے جواز کا فتوی دیا ہے، بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔

الجواب باسم ملهم الصواب

جواز اور خلاف اولی میں تعارض نہیں اور کفایت المفتی میں سند ممانعت کی نفی ہے یعنی کسر عظام کو ممنوع اور ناجائز کہنے کی کوئی سند نہیں،خلاف اولی کی نفی نہیں فرمائی، حاصل یہ کہ جن روایات میں عدم کسر کا حکم ہے وہ وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے،چونکہ عوام نے اس کو واجب کا درجہ دیدیا ہے اور کسر عظام کو ناجائز اور ممنوع سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ غلط وقابل اصلاح ہے،اس لئے علماء نے اس کی تردید فرمائی ہے الخ

☆بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ ہڈیاں نہ توڑنا کوئی مستحب عمل نہیں ہے لہذا ان کو توڑنا چاہئے بلکہ مالکیہ کے ہاں تصریح ملتی ہے کہ ہڈیاں توڑنا مستحب ہے۔

فی مصنف ابن ابی شیبة(۳)عن ابن ابی ذئب عن الزهری قال:سالته عن العقیقة؟ فقال:یکسر عظامهاوراسهاولا یمس الصبی بشیئی من دمها.

وقال محمد عوامة: وفی الاستذکار لابن عبدالبر(۴)عن الزهری لا باس بان تکسر عظامه.

ابن ابی ذئب کہتے ہیں میں نے حضرت امام زہریؒ سے عقیقہ کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہڈیاں اور سر توڑنا چاہئے البتہ عقیقہ کا خون بچے پر نہ لگایا جائے۔

---

(۱)اعلاء السنن (۱۱۵/۱۷)(۲)کفایت المفتی (۲۶۳/۸)

(۳)مصنف ابن ابی شیبة (۳۲۸/۱۲)(۴)الاستذکار لابن عبدالبر(۳۸۵/۱۵)

فی بدایة المجتهد (۱)ویستحب کسرعظامهالما کانوا فی الجا هیة یقطعونهامن المفاصل.

یعنی عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا مستحب ہے کیونکہ جاہلیت میں اعضاء کو جوڑوں سے کاٹا جاتا تھا۔

صحیح یہ ہے کہ ہڈیاں نہ توڑنے اور اعضا کو جوڑوں سے علیحدہ کرنے کا عمل احادیث سے بھی ثابت ہے، بے شک یہ عمل جاہلیت سے آرہا ہو،لہذا یہ مشروع ہے البتہ ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔

ہڈیوں کو دفنانا :

مذکورہ تفصیل کے مطابق ہڈیوں کو سالم رکھنا بہتر ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ کھانے کے بعد بھی ہڈیوں کو سالم چھوڑا جائے پھر زمین میں دفنا دیا جائے کیونکہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں ہونے کی وجہ سے ان کی شرافت وعظمت زیادہ ہے لیکن ایسا کرنا ضروری نہیں ہے، اگر باسانی ہو سکے تو درست ہے ورنہ تکلفات سے کام نہ لیا جائے نیز عوام الناس حدود سے تجاوز کر کے اسے ضرری سمجھنے لگ جاتے ہیں،یہ بھی غلط ہے، ایسی صورت میں اس جگہ ہڈیوں کو توڑنا اور دفن نہ کرنا بہتر ہے۔

امدادالمفتین (۲) میں ہے۔

سوال (۳) عقیقہ کی ہڈیاں دفن کرنا کیسا ہے؟ چونکہ یہاں پر لوگ ہڈیوں کو ایک جگہ مجتمع کر کے دفن کیا کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان ہڈیوں کا دفن کرنا ضروری ہے بوجہ شرافت کے الخ

جواب : بعض علماء اس کو مستحسن سمجھتے ہیں کہ عقیقہ کی ہڈی توڑی نہ جائیں بلکہ

---

(۱) بدایة المجتهد (۱/۳۶۴)(۲)امدادالمفتین (ص ۹۶۸)

ایک جگہ مجتمع کر کے دفن کر دی جائیں مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ جس طرح عام قربانیوں کا حکم ہے کہ ہڈیاں توڑی جاتی ہیں اسی طرح عقیقہ کا بھی حکم ہے کوئی فرق نہیں، کمافی تحفة المودود:قال مالک:تکسر عظامها ويطعم منها الجيران (ص ۲۷)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں تصریح منقول نہیں دیکھی مگر کتب حنفیہ میں اس قدر مذکور ہے کہ عقیقہ عام احکام میں مثل قربانی کے ہے، ظاہر اس سے یہی ہے کہ گوشت اور ہڈیوں کے معاملہ میں بھی قربانی ہی کا حکم ہے،اس لئے ہڈیوں کو جمع کر کے دفن کرنے کا التزام اور اس کو ضروری سمجھنا اچھا نہیں، خلاف مذہب بھی ہے اور اندیشہ بدعت کا بھی ہے۔

عقیقہ کی نیت اور دعا کے مسائل

نیت کا تعلق دل سے ہے، زبان سے نہیں،اس لئے عقیقہ کرتے وقت دل میں یہ نیت ہو کہ اللہ تعالی نے مجھے نعمت اولاد سے جو نوازا ہے اس کے شکر کے طور پر جانور ذبح کرتا ہوں، بعض کتب حدیث و فقہ میں نیت کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں،اگر دل میں نیت کے ساتھ زبان سے بھی وہ ادا کر دئے جائیں تو بہتر اور باعث برکت ہے،ان الفاظ اور ادعیہ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ لَکَ وإِلَيْکَ هذه عقيقةُ فلانٍ

فی السنن الكبرى للبيهقي(۱)،عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها... وعق رسول الله عن الحسن والحسين شاتين...وقال:اذبحوا على اسمه وقولوا بسم الله والله اكبر اللهم لک والیک هذه عقيقة فلان الخ

---

(۱)السنن الكبرى للبيهقي (۳۰۳/۹)باب ماجاء فى وقت العقيقة وحلق الراس والتسمية، كتاب الضحايا

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام لیکر جانور ذبح کرو اور کہو بسم اللہ واللہ اکبر الخ (۱)

وفیهاایضا(۲)باب من قال:لا تکسرعظام العقیقة وقال عطاء: اذاذبحت فقل بسم الله والله اکبر هذه عقیقة فلان.

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ جب تم ذبح کرنے لگو تو یہ دعاء پڑھو بسم اللہ والله اکبر هذه عقیقة فلان.

(۲)بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُم لَکَ وَاِلَیْکَ هذهٖ عقیقةُ فُلاَنٍ

فی کنز العمال(۳)اذبحوا علی اسمه فقولوا:بسم الله اللهم لک والیک هذه عقیقة فلان. ابن المنذر عن عائشة

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کو پس کہو بسم الله اللهم لک ولیک هذه عقیقة فلان

(۳)اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَقِیْقَةُ فُلَانٍ بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ.

فی مصنف ابن ابی شیبة(۴)عن سعید قال:سئلت قتادة کیف تنحر العقیقة ؟ قال: یستقبل بها القبلة ثم یضع الشفرةعلی حلقها ثم یقول :اللهم منک ولک عقیقة فلان بسم الله و الله اکبرثم یذ بحها.

مسئلہ:ان دعاؤں اورروایات میں جہاں فلان کا لفظ آیا ہے دعا پڑھتے وقت فلاں کی جگہ بچی یا بچے کے نام لے۔

---

(۱)وکذا فی الفتاوی الکاملیة (ص ۲۴۰)وتنقیح الفتاوی الحامدیة (۲۳۳/۲)(۲)ایضا(۳۰۲/۹)(۳)کنز العمال (۱۸۰/۱۶)کتاب النکاح،قسم الاقوال(۴)مصنف ابن ابی شیبة(۳۲۹/۱۲)

(۴) ذبح کے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِن هٰذا عَقِيقَةُ ابْنِيْ فَاِن دَمَهَابِدَمِهٖ وَلَحْمَهٗ بِلَحْمِهٖ وَ عَظْمَهَا بِعَظْمِهٖ وَجِلْدَهَابِجِلْدِهٖ وشَعْرِهَابِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِا بْنِيْ مِنَ النَّارِ. (۱)

اے اللہ یہ میرے بچے کا عقیقہ ہے پس اس (جانور) کا خون اس (بچے) کے خون کے بدلے اور اس کا گوشت اس کے گوشت کے بدلے اور اس کی ہڈی اس کی ہڈی کے بدلے اور اس کی کھال اس کی کھال کے بدلے اور اس کے بال اس کے بال کے بدلے میں پیش کرتا ہوں اے اللہ اس جانور کو میرے بیٹے کے لئے جہنم کی آگ سے فدیہ (بدلہ) بنا دے۔

مسئلہ: دعا میں دونوں جگہ لفظ "ابنی" کے بعد بیٹے کا نام بھی لے لے تو بہتر ہے۔

مسئلہ: مذکورہ دعا لڑکے کے عقیقہ کی ہے، اگر لڑکی کا عقیقہ ہو تو دونوں جگہ "ابنی" کی بجائے "بنتی" کہے اور اس کے بعد لڑکی کا نام لے لے اور مذکورہ ضمیروں کی بجائے مونث ضمیر لگا دے، دعا یوں ہو گی۔

اللھم ان ھذہ عقیقة بنتی (نام) فان دمھابدمھاوعظمھابعظمھاوجلد ھا بجلد ھاوشعر ھابشعرھا اللھم اجعلھا فداء لبنتی (نام)من النار.

مسئلہ: اگر والد کے علاوہ دوسرا کوئی جانور ذبح کرے تو ابنی اور بنتی کی جگہ بچہ، بچی اور ان کے والد کا نام لے۔ (۲)

---

(۱) تنقیح الفتاوی الحامدیة (۲۳۳/۲) والفتاوی الکاملیة (ص ۲۴۰)

(۲) ماخذہ: فتاوی رحیمیہ (۹۳/۲)

مسئلہ: ان دعاؤں کے ساتھ یہ آیات پڑھنا بھی بہتر ہے۔

(۱)انی وجهت وجهی للذی فطرالسموات والارض حنيفاومااانامن المشركين .(۱)

(۲)قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمینo لاشريک له وبذلک امرت واانااول المسلمینo(۲)

قربانی سے عقیقہ کی ادائیگی کا حکم:

بعض آثار سلف سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی بچے کا عقیقہ نہیں ہوا اور بلوغ کے بعد اس نے قربانی کر لی یا اس کی طرف سے قربانی کر دی گئی تو یہ عقیقہ کے قائم مقام ہے چنانچہ حضرت حسن بصری، محمد بن سیرین، قتادہؒ وغیرہ سے یہی منقول ہے۔

(۱) فی مصنف ابن ابی شیبة(۳) عن الحسن قال:اذاضحوا عن الغلام فقد اجزأ ت عن العقيقة.

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب بچے کی طرف سے قربانی کر لیں تو یہ عقیقہ کے لئے کافی ہے۔

(۲)وفيه ايضاًعن الحسن وابن سيرين قالا:تجزئ عنه فی العقيقة الا ضحية. (۴)

حضرت حسن بصری اور محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کو عقیقہ کی طرف سے

---

(۱)الانعام۶: ۷۹(۲) الانعام ۶: ۱۶۲، ۱۶۳ .فتاوی رحیمیه (۲/ ۹۳)وما لا بد منه (۱۷۹)رساله ا حکام عقیقه (۳)مصنف ابن ابی شیبة (۳۲۹/۲)باب من قال:اذا ضحی عنه اجزا ته من العقيقة. ر قم الحديث(۲۴۷۵۰)(۴)ایضاً

قربانی کافی ہے۔

(۳)فی مصنف عبدالرزاق عن الحسن قال:الغلام مرتهن بعقیقته ،وکان یرویه واذاضحی عنه اجزأ ذلک عنه من العقیقة.(۱)

(۴)وفیه ایضاً عن الحسن قال:یعق عنه ویسمی یوم سابعه فان لم یعق اجزات عنه الا ضحیة.(۲)

میں قتادہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ قربانی عقیقہ کی طرف سے کافی نہیں ہے لیکن مصنف عبدالرزاق (۳) میں حضرت قتادہؒ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: " من لم یعق عنه اجزأته اضحیته" یعنی جس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو اس کی قربانی عقیقہ کے لئے کافی ہے۔

ترجیح مصنف عبدالرزاق کی روایت کو حاصل ہے کیونکہ اس میں اثبات ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں نفی ہے اور جب اثبات اور نفی میں تعارض ہو تو ترجیح اثبات کو ہوتی ہے نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں" باب من قا ل:اذا ضحی عنه اجزاه من العقیقة کے تحت یہ قول نقل کیا گیا جس کا باب سے تعلق نہیں بن پاتا بلکہ مطلب الٹا ہوجاتا ہے،شاید کاتب سے غلطی ہوئی ہے۔

یہ تو بعض سلف کے اقوال و آثار تھے،فقہ حنفی کی رو سے قربانی عقیقہ کے قائم مقام ہے یا نہیں ؟ کتب فقہ میں اس کی تصریح نہیں ملتی،شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ قربانی عقیقہ کی طرف سے کفایت کرتی ہے۔

فی امداد الاحکام وقد صحت الا ضحیة عن المیت فکذا الا ضحیة فانهاتقوم مقام العقیقة ایضاً قال،الحا فظ فی الفتح:وعند عبدالرزاق عن معمر

---

(۱)مصنف عبدالرزاق(۴/ ۳۳۱)رقم الحدیث ۷۹۶۶(۲) ایضاً(۴/ ۳۳۳)رقم الحدیث(۷۹۷۲)وکذافی مصنف ابن ابی شیبه (۱۲/ ۳۲۹)رقم الحدیث (۲۴۷۵۲)(۳)مصنف عبدالرزاق (۴/ ۳۳۱)رقم الحدیث(۷۹۶۷)

عن قتادة من لم يعق عنه اجزأته اضحيته وعند ابن ابى شيبة عن محمد بن سيرين والحسن يجزى عن الغلام الا ضحية من العقيقة اھ(۵۱۴/۹)(۱)

اس بارے صحیح یہ کہ اگر موقعہ اور وسعت ہو تو مستقل عقیقہ کرنا چاہیئے کیونکہ مقصود صرف ذمہ داری پوری کرنا نہیں بلکہ فضیلت حاصل کرنا بھی مقصود ہے، یہ امید لے کر نہیں بیٹھنا چاہیئے کہ قربانی خود بخود عقیقہ کیلئے کافی ہو جائیگی ہاں البتہ موقعہ ہی نہیں رہا، انتقال ہو چکا ہے یا وسعت ہی نہیں تو اللہ تعالی سے یہی امید رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالی قربانی کو عقیقہ کے قائم مقام کر کے فضیلت سے نواز دیں گے۔

عقیقہ کس کے ذمہ ہے؟

اولاد کی طرف سے عقیقہ کرنا والد کی ذمہ داری ہے کیونکہ بچے کے تمام اخراجات والد ہی کے ذمہ ہوتے ہیں، عقیقہ کے بارے اصول یہ ہے کہ جس کے ذمہ بچے کا نفقہ اور دیگر اخراجات ہوں عقیقہ بھی اسی کے ذمہ ہے، اگر والد تنگدست ہے یا غنی ہے لیکن کسی وجہ سے عقیقہ نہیں کر رہا، اس کی رضا مندی سے کوئی دوسرا رشتہ دار بچے کا عقیقہ کر لے تو درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی فارسی تالیف "مالابدمنہ" رسالہ احکام عقیقہ میں لکھتے ہیں۔

مسئلہ: برھر کسے نفقہ مولودواجب باشد اوراعقیقہ اوھم ازمال خودبایدکردنہ ازمال مولودورنہ ضامن خواھدشد، و اگرپد رش محتاج باشد

(۱) امداد الاحکام (۳۳۵/۴)

مادرش عقیقه نماید اگر میسر باشد۔(۱)

یعنی جس پر بچے کا خرچہ کا واجب ہے اس کو اپنے مال سے بچے کا عقیقہ کرنا چاہئے نہ کہ بچے کے مال سے، اگر بچے کے مال سے عقیقہ کیا تو ضمان ادا کریگا اور اگر اس کا باپ محتاج ہو تو اگر والدہ کیلئے ممکن ہو تو وہ عقیقہ کر لے۔

علامہ باجوریؒ لکھتے ہیں:

فتتأكد لمن تلزمه نفقة المولود بتقدير فقره وان لم يكن فقيراً بالفعل بان كان له مال ولايفعلها من ماله لانها تبرع وهو ممتنع عن ماله وانما يفعلها الولي من مال نفسه ولو الام في ولد الزنا لكن تخفيها خوف الهتيكة.

یعنی جس شخص پر بچے کا خرچہ لازم ہو عقیقہ بھی اس کے ذمہ ہے اگرچہ بچہ مالدار ہو اور بچے کے مال سے عقیقہ کا خرچہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ عقیقہ تبرع ہے اور تبرع بچے کے مال سے نہیں ہوسکتا، ولی اپنے ذاتی مال سے عقیقہ کرنے کا پابند ہے، اگرچہ ولد الزنا کی کی ماں ہو لیکن عزت نفس کی خاطر لوگوں کے سامنے عقیقہ کا اظہار نہ کرے۔

فتاوی رحیمیہ (۹/۹۴)(۲) میں ہے۔

جس کے ذمہ بچے کا نفقہ واجب ہے، اس کے ذمہ عقیقہ بھی ہے، باپ کی حیثیت نہ ہو تو ماں عقیقہ کرے۔

کتاب الفتاوی(۳) میں ہے۔

لڑکے کی نسبت اس کے باپ کی طرف ہوتی ہے، قرآن مجید میں باپ کو مولود لہ سے تعبیر کیا گیا ہے، سورہ البقرہ (۲۳۳) یعنی وہ شخص جس کیلئے بچے کو جنم دیا گیا ہے، بچے کی تعلیم و تربیت اور کفالت کی ذمہ داری ہے بھی اسی کی ہے، اس کی عدم موجودگی میں دادا

---

(۱)ما لابد منه رساله احکام عقیقه (ص ۱۷۹)

(۲)فتاوی رحیمیه (۹/۹۴)(۳) کتاب الفتاوی (۴/۱۷۳)

کی ہے لہذا عقیقہ کرنا بھی والد کی ذمہ داری ہے نہ کہ نانا اور ننہال کی۔

بچوں کا عقیقہ ماں اپنی تنخواہ سے کرسکتی ہے:

آپ کے مسائل اور ان کا حل(۱) میں ہے۔

سوال: ماں باپ دونوں کماتے ہیں، باپ کی تنخواہ گھر کی ضروریات کیلئے کافی ہوتی ہے اور ماں کی تنخواہ پوری بچتی ہے، جو کہ سال بھر جمع ہوتی ہے، تو کیا ماں اپنے بچوں کا عقیقہ اپنی تنخواہ میں سے کرسکتی ہے؟ دوسرے الفاظ میں یہ کہ کیا بچوں کا عقیقہ ماں کی کمائی میں سے ہوسکتا ہے جبکہ والد زندہ ہیں اور کماتے ہیں اور گھر کا خرچہ بھی چلاتے ہیں، امید کرتی ہوں کہ دونوں سوالوں کے جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیکر ممنون فرمائیں گے۔

جواب: بچوں کا عقیقہ اور دوسرے اخراجات باپ کے ذمہ ہیں، اگر ماں ادا کردے تو اس کی خوشی ہے اور شرعاً عقیقہ بھی صحیح ہوگا۔

دادا نانا چاچا ماموں وغیرہ کریں تو؟

اگر والدین اجازت دیں تو بچے کی طرف سے دادا ماما چچا ماموں بھائی وغیرہ تمام رشتہ دار عقیقہ کر سکتے ہیں، اس کی بے غبار دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کا عقیقہ خود کیا تھا جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ وقد ذکرناہ

فتاوی رحیمیہ (۲) میں ہے۔

سوال: اگر والدین صاحب مال ہوں اور بچہ کا عقیقہ ماموں چچا دادا نانا وغیرہ

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۵۵/۴) (۲) فتاوی رحیمیہ (۱۷۲/۶)

رشتہ دار کریں تو صحیح ہے یا نہیں، عقیقہ ادا ہو جائیگا یا والدین کو پھر دوبارہ کرنا ہوگا ؟

جواب : جس پر بچے کا نفقہ واجب ہے اگر وہ صاحب مال ہو تو اسی کو عقیقہ کرنا چاہئے.....اس کے باوجود اگر والدین کو اس کی توفیق نہیں ہوتی اور دوسرے کرنا چاہیں اور والدین رضا مند ہوں تو کافی ہو جائے گا، دوبارہ کرنا ضروری نہیں۔

شوہر کا بیوی کی طرف سے عقیقہ کرنا :

آپ کے مسائل اور ان کا حل (۱) میں ہے۔

سوال: یہ بتائیں کہ شوہر اپنی بیوی کا عقیقہ کر سکتا ہے یا یہ بھی شادی کے بعد والدین پر فرض ہے کہ بیٹی کا عقیقہ خود کریں جبکہ وہ دس بچوں کی ماں بھی ہے؟

جواب :عقیقہ فرض ہی نہیں بلکہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا سنت ہے بشرطیکہ والدین کے پاس گنجائش ہو، اگر والدین نے عقیقہ نہیں کیا تو بعد میں کرنے کی ضرورت نہیں اور شوہر کا بیوی کی طرف سے عقیقہ کرنا جبکہ وہ دس بچوں کی ماں بھی ہو لغو حرکت ہے۔

صاحب حیثیت کون ہے؟

شرعاً صاحب حیثیت کے ذمہ عقیقہ کرنا مستحب و مسنون ہے لیکن جس طرح زکوۃ، حج، صدقہ فطر، قربانی وغیرہ میں صاحب حیثیت کے لئے ایک نصاب مقرر اور متعین ہے عقیقہ کیلئے اس طرح نصاب متعین نہیں ہے بلکہ صاحب حیثیت سے مراد یہ ہے کہ۔

(۱) اس کے پاس عقیقہ کا جانور خرید کر ذبح کرنے کی گنجائش موجود ہو، اس مقصد کے لئے قرض لینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۲۸/۴)

(۲)اور عقیقہ کے بعد بھی تنخوہ ملنے یا آمدنی حاصل ہونے تک گھر کے اخراجات پورے ہوسکتے ہیں، اگر اس کے پاس گنجائش نہیں، قرض لینا پڑ رہا ہے یا گنجائش اتنی ہے کہ اگر عقیقہ کریگا تو گھر کے اخراجات چلانے کیلئے قرض لینا پڑیگا تو ایسا شخص صاحب حیثیت نہیں، اس کو عقیقہ نہیں کرنا چاہئے، گھر کے واجبی اخراجات ہی پورے کرے، یہ ذمہ داری عقیقہ پر مقدم ہے۔

فتاوی رحیمیہ (۱) میں ہے۔

حیثیت نہ ہوتو قرض لیکر عقیقہ کرنا ضرورت نہیں ہے۔

بینک سے قرض لیکر عقیقہ کرنا:

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوگیا کہ قرض لیکر عقیقہ کرنا اچھانہیں ہے پھر بینک سے سودی قرض لیکے عقیقہ کرنا اور زیادہ سخت گناہ ہے۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲) میں ہے۔

سوال: میری مالی حالت اتنی نہیں ہے کہ میں اپنی تنخواہ سے اپنے بچوں کا عقیقہ یا قربانی کرسکوں جبکہ دونوں فرض ہیں، کیا میں بینک سے قرضہ لیکر ان دونوں فرضوں کو پورا کرسکتا ہوں ؟ یہ قرض میری تنخواہ سے بربر کٹتا رہے گا، جب تک کہ قرضہ پورا نہ اتر جائے ؟

جواب: صاحب استطاعت پر قربانی واجب ہے اور عقیقہ سنت ہے، جس کے پاس گنجائش نہ ہو اس پر نہ قربانی واجب ہے نہ عقیقہ، آپ سودی قرضہ لیکر قربانی یا عقیقہ کریں گے تو سخت گناہگار ہوں گے۔

---

(۱)فتاوی رحیمیہ (۹۴/۲)(۲)آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۲۶/۴)

رکن عقیقہ:

عقیقہ کا رکن ہے" ذبح حیوان مخصوص "یعنی مخصوص حیوان کو ذبح کرنا کیونکہ رکن کے معنی ہیں"مالا یقوم الشیئی الابہ" یعنی جس سے عبادت قائم ہو،عبادت اس کے بغیر قائم نہ ہو سکے،عقیقہ بھی تب قرب وعبادت بنتا ہے جب مخصوص حیوان کو ذبح کیا جائے، گویا عقیقہ ادا ہونے کیلئے دو چیزیں ضرری ہیں۔

(۱) ذبح کرنا (۲) حیوان مخصوص۔

حیوان کی تفصیل آگے آرہی ہے،یہاں پہلے جزء کے بارے کچھ تفصیل لکھی جاتی ہے:

رقم صدقہ کرنے سے عقیقہ

عقیقہ صحیح ہونے کیلئے ذبح ضروری ہے لہذا اگر کسی نے عقیقہ کے جانور کے برابر رقم صدقہ کر دی تو اس سے عقیقہ ادا نہ ہوگا۔

آپ کے مسائل اوران کا حل (۱) میں ہے۔

سوال : کیا بچی کے عقیقے کیلئے خریدی جانے والی بکری کی رقم اگر کسی ضرورت مند اور غریب رشتہ دار کو دیدی جائے تو عقیقے کی سنت ادا ہوجائیگی ؟

جواب :اس سے سنت ادا نہیں ہوگی البتہ صدقہ اور صلہ رحمی کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

زندہ جانور صدقہ کرنے سے عقیقہ

اگر کسی نے جانور خرید کر عقیقہ کی نیت سے صدقہ کر دیا تو عقیقہ ادا نہ ہوگا کیونکہ

(۱)آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۲۵/۳)

عقیقہ کیلئے ذبح ضروری ہے۔

گوشت یا قیمہ خرید کر عقیقہ کرنا

اگر کسی نے زندہ جانور کی بجائے بازار سے گوشت یا قیمہ خرید کر عقیقہ کی نیت سے تقسیم کر دیا یا پکا کر لوگوں کو کھلایا تو اس سے عقیقہ ادا نہ ہوگا۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل (۱) میں ہے۔

سوال : کیا دس کلو قیمہ منگوا کر رشتہ داروں کی دعوت عقیقے یا صدقے (کیونکہ ساتویں دن کے بعد ہے) کی نیت سے کر دی جائے تو اس طرح عقیقہ ہو جاتا ہے یا نہیں

جواب : نہیں

عقیقہ کی نذر اور منت کا حکم

نذر (منت) منعقد ہونے کی چند شرائط ہیں، ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس کام کی نذر کر رہا ہے وہ عبادت مقصود ہو جیسے نماز روزہ وغیرہ، اگر وہ عبادت مقصود نہ ہو تو اس کی نذر صحیح نہیں جیسے وضووغیرہ ،عقیقہ عبادت مقصودہ نہیں اس لئے عقیقہ کی نذر منعقد نہ ہوگی بلکہ عقیقہ اور نذر کے مفہوم و مصداق میں مغایرت ہے، عقیقہ نفلی عمل ہے اور اس میں سارا گوشت تقسیم کرنا ضروری نہیں بلکہ سارا خود بھی رکھ سکتا ہے اور نذر انعقاد کے بعد واجب ہو جاتی ہے اور نذر شدہ چیز کو صدقہ کرنا ہی ضروری ہے، خود استعمال کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے، ہاں اگر عقیقہ کی نذر کرتے ہوئے یہ بھی کہدیا کہ سارا گوشت صدقہ کروں گا مثلاً یوں کہا "اگر میرا بیٹا پیدا ہوا تو اس کیطرف سے عقیقہ کر کے سارا گوشت فقراء میں تقسیم کروں گا" تو اس صورت میں نذر درست ہو جائیگی لیکن یہ درحقیقت عقیقہ کی

---

(۱)آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۲۶/۴)

نذر نہ ہوگی بلکہ صدقہ اور ذبح حیوان کی نذر ہے، اگر چہ اس نے لفظ عقیقہ کا بولا ہو: "لان العبر للمفاهيم والمعانى لا للالفاظ والمبانى" اس لئے اس پر نذر ذبح کے احکام لاگو ہوں گے عقیقہ کے نہیں مثلاً:

(۱) جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں، اس کی قیمت بھی صدقہ کر سکتا ہے۔

احسن الفتاوی (۱) میں ہے۔

اضحیہ کے سوا نذر ذبح سے نذر تصدق لحم مقصود ہوتا ہے ورنہ نفس ذبح کی نذر صحیح نہیں، اس لئے کہ اضحیہ کے سوا ذبح حیوان عبادت مقصود نہیں، جب ذبح مقصود نہیں بلکہ تصدق لحم مقصود ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ذبح حیوان واجب نہیں بلکہ اختیار ہے چاہے یہ بکرا ذبح کر کے گوشت صدقہ کر دے یا بکرا زندہ صدقہ کر دے یا اس کی قیمت صدقہ کر دے یا قیمت کے برابر کوئی دوسری چیز۔

(۲) اگر جانور ذبح کر لیا تو سارا گوشت فقراء میں تقسیم کرنا ضروری ہے، خود کھانا، اہل خانہ، اغنیاء اور سادات کو کھلانا جائز نہیں ہے۔

(۳) چونکہ یہ ذبح بطور نذر کے ہے عقیقہ کے نہیں لہذا عقیقہ کے لئے اس کے علاوہ جانور ذبح کیا جائے۔

حدیث سے ثبوت

حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ کی نذر صحیح نہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے خاندان کی ایک عورت نے نذر مانی تھی کہ اگر عبدالرحمٰن کے ہاں بچہ پیدا ہو تو عقیقہ میں اونٹ ذبح کریں گے، حضرت عائشہؓ نے اس کی بجائے مسنون عقیقہ کی ترغیب دی۔

---

(۱) احسن الفتاوی (۵/۴۸۳)

فی مستدرک الحاکم(۱)نذرت امراۃ عبدالرحمن بن ابی بکر ان ولدت امراۃ عبدالرحمن نحرنا جز ورا فقالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا:لا،بل السنة فضل،عن الغلام شاتان مکا فتتان وعن الجاریة شاۃ تقطع جدولا ولا یکسر لھا عظم فیاکل الخ

اس روایت میں "نحرنا جزورا" سے عام ذبح اور صدقہ مراد نہیں کیونکہ اس کی نذر تو صحیح ہے، عقیقہ کا جانور ذبح کرنا مراد ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کو باب العقیقة میں لایا گیا ہے اور حضرت عائشہؓ نے بھی عقیقہ ہی کا حکم فرمایا ہے۔

المحدث الفقیہ والفقیہ المحدث شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثانی رحمہ اللہ امداد الاحکام (۲) میں لکھتے ہیں:

لان الشراء بنیة العقیقة وان کا ن بمعنی النذر ولکن یشترط لانعقادالنذران یکون المنذورعبادۃ مقصودۃ،قال فی الدر:وکان من جنسه واجب ای فرض کما سیصرح به تبعاللبحروالدرر....وھوعبادۃ مقصودۃ اہ وقال الشامی:الضمیر راجع للنذربمعنی المنذور الی ان قال:فھذا صریح فی ان الشرط کون المنذورنفسه عبادۃ مقصودۃ لاما کا ن من جنسه اہ.(۳)

وفی تنقیح الفتاوی الحامدیة(۴):ثم اذااراد ان یعق عن الولد فانه یذبح عن الغلام شاتین وعن الجاریة شاۃ لانه انما شرع للسرور بالمولود وھوبا لغلام اکثر اہ(۲۱۲/۲)وھذا یدل علی کو نھا عبادۃ غیر مقصودۃ فافھم.

---

(۱)مستدرک الحاکم(۲۶۶/۴)کتاب الذبائح رقم الحدیث (۷۵۹۵)

(۲)امداد الاحکام (۲۰۷/۴)(۳)ردالمحتار(۱۰۲/۳)

(۴)تنقیح الفتاوی الحامدیة(۲۱۲/۲)

عقیقہ کی نیت سے خرید ہوئے جانور کا حکم

عقیقہ کی نیت سے جانور خریدنے سے وہ لازم نہیں ہوتا،اسے اختیار ہے چاہے ذبح کرے یا نہ کرے،اس کی جگہ دوسرا ذبح کردے۔

امدادالاحکام(۱)میں ہے۔

سوال:احقر کے یہاں بال بچہ پیدا ہونے والا تھا،اس واسطے ایک بھیڑ خرید لیا تھا،اس نیت سے کہ اگر لڑکا ہوگا تو ایک اور خرید لیا جاوے گا ورنہ یعنی لڑکی کی صورت میں یہی عقیقہ میں ذبح کرلیاجائے گا، اب ایک لڑکا ہوا جو ایک ہفتہ زندہ رہنے کے بعد مرگیا مگر اس کی طرف سے عقیقہ نہ کرسکا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جانور کا کیا کیا جائے آیا اور کام میں لایا جاسکتا ہے یا عقیقہ ہی کی نیت سے ذبح کرنا ضروری ہے کیونکہ خریدتے وقت عقیقہ ہی کی نیت تھی،گوکہ عقیقہ فرض نہیں مگر نیت کر لینے سے تو اس کا ذبح کرنا فرض ہوجاتا ہے یا نہیں ؟الخ

الجواب:عقیقہ کی نیت سے جو جانور خریدا گیا ہے اس کا ذبح کرنا واجب نہیں ہے جس کام میں چاہیں لے آویں الخ (۲)

عقیقہ کیلئے جانور متعین کرنے کا حکم

عقیقہ کے لئے جانور متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا،اسے بدلنا اور اس کی جگہ دوسرے سے عقیقہ کرنا درست ہے۔

---

(۱) امدادالاحکام (۲۰۶/۴)

(۲)وکذا فی الفتاوی المحمودیة (۵۲۹/۱۷)الجدیدة

فتاوی حقانیہ (۱) میں ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص عقیقہ کیلئے کوئی جانور متعین کر دے مگر زیادہ پیسے ملنے کی لالچ یا کسی اور فائدہ کی غرض سے وہ شخص اسے فروخت کر کے کوئی دوسرا جانور ذبح کر لے تو کیا اس سے عقیقہ کی سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: عقیقہ چونکہ شرعاً واجب نہیں، اس لئے اگر کسی شخص نے عقیقہ کیلئے کوئی جانور متعین کیا لیکن بعد میں کسی وجہ سے دوسرا جانور ذبح کیا تو اس سے عقیقہ کی سنت ادا ہوگئی، متعین کردہ جانور ذبح کرنا ضروری نہیں۔

بچی کے صحت یاب ہونے پر عقیقہ کرنے کی نذر

فتاوی محمودیہ جدید میں ہے۔

سوال: ایک عورت کی لڑکی بیمار ہوگئی، اس نے منت مانی کہ اگر لڑکی روبصحت ہو گئی تو عقیقہ کرونگی، جس میں دو جانور ہوں گے، جبکہ لڑکی کے لئے ایک بکری ہے، اب ایسی صورت میں عقیقہ کے موقع پر دو جانور ضروری ہیں یا ایک جانور کافی ہوگا؟

جواب: ان الفاظ سے نذر (منت) نہیں ہوئی جب تک یہ نہ کہا کہ ان دو بکریوں کو ذبح کر کے گوشت صدقہ کروں گی لہذا اگر عقیقہ میں ایک بکری ذبح کر لی تو بھی عقیقہ درست ہو جائے گا۔ (۲)

گابھن بکری کے دو بچے دینے پر عقیقہ کا ارادہ کرنا

فتاوی محمودیہ (۳) میں ہے۔

---

(۱) فتاوی حقانیہ (۴۸۶/۶) (۲) فتاوی محمودیہ جدید (۵۳۰/۱۷)

(۳) فتاوی محمودیہ (۵۳۱/۱۷) جدید

سوال:میں نے گابھن بکری خریدی اور زبان سے کہا کہ اگر ایک یا دو بچے دے تو لڑکے کا عقیقہ کرونگا،خدا نے دو ہی بچے دیئے، بے روزگار اور مقروض ہونے کی وجہ سے سال بھر تک پالنا مشکل معلوم ہو رہا ہے،خود میرے میرے والد صاحب بھی مصر ہیں کہ ان کو فرخت کر دو،خود بھی خرچہ سے پریشان ہوں،ایسی صورت میں شرعا کیا حکم ہے ؟فروخت کئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟بوقت وسعت خرید کر عقیقہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: صرف اتنا کہنے سے آپ کے ذمہ ان بکریوں کا پرورش کرنا اور سال بھر پورا ہو جانے پر ان کا عقیقہ کیلئے ذبح کرنا ضروری نہیں،آپ ان کو فروخت کر سکتے ہیں پھر قربانی کے وقت یا کسی دوسرے وقت بھی عقیقہ کرنا واجب نہیں،آپ کے پاس وسعت ہو اور دل چاہے تو کر دیں ورنہ پکڑ نہیں۔

عقیقہ کیلئے متعین کردہ جانور کو بدلنے کا حکم

اگر کسی نے اپنا ذاتی جانور عقیقہ کیلئے متعین کر دیا تو اس کو عقیقہ میں ذبح کرنا ضروری نہیں ہوتا،اسے بدلنا اور اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرنا درست ہے۔

فتاوی حقانیہ (۱) میں ہے۔

سوال:اگر کوئی شخص عقیقہ کے لئے کوئی جانور متعین کردے مگر زیادہ پیسے ملنے کے لالچ یا کسی اور فائدہ کی غرض سے وہ شخص اسے فروخت کر کے کوئی دوسرا جانور ذبح کر دے تو کیا اس سے عقیقہ کی سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:عقیقہ چونکہ شرعا واجب نہیں،اس لئے اگر کسی شخص نے عقیقہ کے لئے کوئی جانور متعین کیا لیکن بعد میں اس نے کسی وجہ سے دوسرا جانور ذبح کیا تو اس سے عقیقہ کی سنت ادا ہوگئی،متعین کردہ جاور ذبح کرنا ضروری نہیں۔

---

(۱) فتاوی حقانیہ (۴۸۶/۶)

عقیقہ کا جانور اور اس کے مسائل

اصولی طور پر عقیقہ کے جانور، اس کے مسائل اور شرائط دکوئف وہی ہیں جو قربانی کے جانور کے ہیں۔

عقیقہ کے جانور کی انواع

عقیقہ مندرجہ ذیل متعین قسم کے جانوروں کا ہوسکتا ہے۔

(۱) اونٹ، اونٹنی جبکہ اس کی عمر پانچ سال یا اس سے زیادہ ہو۔

(۲) گائے، بیل، بھینس، بھینسا جبکہ اس کی عمر دوسال یا س سے زیادہ ہو۔

(۳) بکرا، بکری، بھیڑ، مینڈا، دنبہ جبکہ اس کی عمر ایک سال یا اس سے زیادہ ہو۔ البتہ اگر دنبہ چھ ماہ کا یااس سے زیادہ مگر سال سے کم کا ہو لیکن وہ اس قدر فربہ اور موٹا تازہ ہو کہ سال کا معلوم ہوتا ہو تو س کا عقیقہ بھی درست ہے اور اگر کمزور ہے تو سال کا ہونا ضروری ہے۔

☆ ان سب میں مذکر و مؤنث، خصی اور غیر خصی برابر ہیں یعنی سب کا عقیقہ درست ہے۔

افضل عقیقہ

افضل اور بہتر یہ ہے کہ بکرا، بکری، مینڈھا اور دنبہ کا عقیقہ کیا جائے، مینڈھا کا عقیقہ اس لئے افضل ہے کہ خود نبی علیہ السلام نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے عقیقہ میں مینڈھا ذبح کیا تھا۔

فی اعلاء السنن (۱) قلت: وینبغی ان یکون الافضل فی الغلام الکبش

---

(۱) اعلاء السنن (۱۱۷/۱۷)

لما ورد فی عقیقة الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہماہ

اور بکرا بکری کا عقیقہ اس حدیث کی وجہ سے افضل ہے۔

فی مستدرک الحاکم(۱)عن ام کرز وابی کرز قالا:نذرت امراۃ من ال عبدالرحمن بن بی بکر ان ولدت امراۃ عبدالرحمن نحرناجزورا فقالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا:لا، بل السنة افضل،عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریة شاة الحدیث

اس خاتون نے اونٹ کا عقیقہ کرنے کی نذر مانی تھی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ سنت طریقہ افضل ہے یعنی بچے کی طرف سے دوبکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔

☆ بھیڑ،دنبہ وغیرہ بکری اور مینڈھے کی جنس میں سے ہیں،لہٰذاان کا عقیقہ افضل ہے۔

خلاصہ یہ کہ تیسری نوع کے جانور کا عقیقہ پہلی اور دوسری نوع سے افضل ہے ایک تو مذکورہ احادیث کی وجہ سے،دوسرے اس لئے کہ پہلی اور دوسری قسم سے عقیقہ کی ادائیگی میں کچھ اختلاف موجود ہے اگر چہ فتویٰ اس کے جواز پر ہے، تیسرے اس لئے بھی کہ چھوٹا جانور ذبح کرنے میں ساتویں دن کی رعایت ہو جاتی ہے جو مستحب ہے جبکہ اگر بڑے پورے جانور کا عقیقہ کرنا ہوتو ساتویں دن کی رعایت ہو جاتی ہے لیکن اگر اس میں مختلف بچوں کے عقیقے کرنے ہوں یا قربانی کے جانور میں حصہ ڈالنا ہوتو ہر بچہ کے حق میں ساتویں دن کی رعایت نہیں ہوسکتی۔

---

(۱)مستدرک الحاکم(۲۶۶/۴)کتاب الذبائح رقم الحدیث(۷۵۹۵/۲۶)

بڑے جانور گائے اونٹ وغیرہ میں جواز عقیقہ کی تحقیق

ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک،امام شافعی، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہاء ومحدثین کا اتفاق ہے کہ عقیقہ جس طرح چھوٹے جانور بکرا بکری بھیڑ دنبے وغیرہ کا صحیح ہے اسی طرح بڑے جانوروں(۱) گائے بیل بھینس بھینسے (۲) اونٹ اور اونٹنی کا بھی صحیح اور درست ہے البتہ افضل یہ ہے کہ چھوٹے جانور کا عقیقہ کیا جائے، صحابہ کرام اور سلف صالحین کا تعامل اسی افضل صورت پر عمل کرنے کا رہا ہے تاہم بڑے جانور کا عقیقہ بھی درست ہے۔

دلائل جمہور:

بڑے جانور سے عقیقہ کے جواز پر جمہور کے پاس متعدد دلائل ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

حدثنا ابراهيم بن احمد بن مردان الواسطى ناعبدالملک بن معروف الخياط الو اسطى،ثنامسعدة بن اليسع عن حريث بن السائب عن الحسن عن انسؓ قال:قال رسول الله ﷺ:من ولدله غلام فليعق عنه من الابل والبقرة والغنم.(١)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوتو وہ اس کا اونٹ گائے اور بکری سے عقیقہ کرے۔

---

(١)مجمع الزوائد(٢١/٤)والمعجم الصغير للطبرانى،باب من اسمه ابراهيم (٨٤/١) المكتبة السلفية المدينه المنورةو،مجمع البحرين فى زوائد المعجمين(١٩٥/٢)لم يروه عن عن حريث الا مسعدة تفردبه عبدالملک واللفظ لمجمع البحرين.

یہ حدیث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری(۱) کتاب العقیقہ میں طبرانی اور ابوالشیخ کے حوالے سے نقل فرمائی ہے، اعلاء السنن (۲) میں اس کی سند پر کلام کیا ہے اور تین رواۃ (۱) مسعدۃ بن الیسع (۲) عبدالملک بن معروف (۳) ابراہیم بن احمد بن مروان کی وجہ سے طبرانی کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن علامہ عثمانیؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ طبرانی کی روایت کے بارے ہے، شاید ابوالشیخ الاصفہانی کی روایت سالم اور صحیح ہو نیز دوسری روایات کے تناظر میں لکھا ہے کہ یہ روایت بے اصل نہیں ہے۔

(۲) وہ تمام روایات جن میں مطلقاً عقیقہ کا ذکر ہے جیسے "کل غلام رھین بعقیقته اور وہ احادیث جن میں اراقۃ الدم کا لفظ آیا ہے، جیسے **مع الغلام عقیقة فاھریقوا عنه الدم و امیطو اعنه الا ذی.**

ایسی احادیث مطلق ہیں اور بڑے جانور کے عقیقے کو بھی شامل ہیں۔

(۳) ابوداؤد، نسائی میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، موطا امام مالک اور مسند احمد بن حنبل میں زید بن اسلم عن رجل من بنی ضمرۃ عن ابیہ کے طریق اور طبرانی میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **من ولدله ولدفاحب ان ینسک عن ولدہ فلیفعل.**

اس حدیث میں عقیقہ کو نسک سے تعبیر کیا گیا ہے اور نسک بڑے جانور یعنی اونٹ، گائے اور چھوٹے جانور یعنی بکری وغیرہ سب کو شامل ہے۔(۳)

(۴) عقیقہ کو قربانی پر قیاس کیا گیا ہے کیونکہ جمہور کا اتفاق ہے کہ جانور کے بارے میں عقیقہ قربانی کی طرح ہے لہذا جس طرح بڑے جانور کی قربانی درست ہے اسی

---

(۱) فتح الباری (۹/۷۳۰) کتاب العقیقة

(۲) اعلاء السنن (۱۱۵/۱۷ و ۱۱۶)

(۳) اعلاء السنن (۱۷/ ۱۱۷)

طرح عقیقہ بھی درست ہے۔

(۵) فی مصنف ابن ابی شیبة (۱) باب من کان یعق با لجزرعن الحسن ان انس بن مالک کا ن یعق عن ولدہ با لجزر .

یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اولاد کا عقیقہ اونٹوں سے کیا کرتے تھے۔

ابن حزم اور ظاہر یہ کا موقف یہ ہے کہ بڑے جانور کا عقیقہ درست نہیں ہے، انہوں نے مندرجہ ذیل نصوص سے استدلال کیا ہے۔

(۱)فی مستدرک الحاکم(۲) عن ام کر زوابی کرز قالا:نذرت امراة من ال عبدالرحمن بن ابی بکران ولدت امراة عبدالرحمن نحرناجزورا فقالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها:لا،بل السنة افضل،عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریة شاة الحدیث

عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے خاندان کی ایک عورت نے یہ نذر مانی کہ اگر عبدالرحمٰن کا بچہ پیدا ہوا تو ہم اونٹ ذبح کریں گے اور اس کا عقیقہ کریں گے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نہیں بلکہ سنت افضل ہے غلام کی طرف سے دو برابر بکریاں ہیں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ہے۔

(۲)فی السنن الکبری للبیهقی(۳)نفس لعبد الرحمن بن ابی بکر فقیل لعائشة رضی الله تعالیٰ عنها یاام المومنین عقی علیه او قال عنه جزورا

---

(۱)مصنف ابن ابی شیبة (۱۲/ ۳۳۰) باب من کان یعق با لجزرعن الحسن

(۲) مستدرک الحاکم(۴/ ۲۶۶) کتاب الذبائح

(۳) السنن الکبری للبیهقی(۹/ ۳۰۱) کتاب الضحایا

فقالت:معاذالله ولكن ماقال رسول صلى الله عليه وآله وسلم شاتان مكا فئتان.

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ہاں بچہ پیدا ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا کہ اس کا عقیقہ کرو یا کہا گیا کہ س کی طرف سے اونٹ کا عقیقہ کرو، حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ پناہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بکریوں کا فرمایا ہے۔

(۳)فی مصنف عبد الرزاق(۱)یوسف بن ماهک قال:دخلت انا و ابن مليكة على حفصة بنت عبدالرحمن بن ابى ابكر وولد ت للمنذر بن الزبير غلاما فقلت:هلا عققت جزوراعلى ابنک فقالت:معاذالله كانت عمتى عائشة تقول:على الغلام شاتان وعلى الجارية شاة۔

یوسف بن ماہکؒ کہتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا منذر بن زبیر سے بچہ پیدا ہوا میں نے کہا کہ آپ اونٹ سے اپنے بیٹے کا عقیقہ کیوں نہیں کرتیں؟ انہوں نے کہا کہ میری پھوپھی حضرت عائشہ کہتی تھیں بچے پر دو بکریاں اور بچی پر ایک بکری ہے۔

(۴)فی السنن الكبرى للبيهقی(۲)قال انسان لعطاء:ارايت ان ذبحت مكانها جذورا؟قال:ابدأ بالذى سمى ثم اذبح بعده ما شئت قلت له: والسنةقا ل: والسنة.

جواب: ان روایات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بکری وغیرہ کا عقیقہ افضل ہے، حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں "بل السنة افضل" ان سے بڑے جانور کے عقیقہ کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا، علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ابن حزم وغیرہ کے اس استدلال

---

(۱)مصنف عبد الرزاق (۳۲۸/۴)(۲)السنن الكبرى للبيهقی (۳۰۱/۹)

کے بارے فرماتے ہیں:

واستدلال ابن حزم به علی بطلان العقیقة بغیر الغنم لیس بناهض فان غایة ما فیه کون الشاة فیها افضل.(۱)

یعنی اس حدیث سے ابن حزم کا بکری کے علاوہ جانور سے عقیقہ کے باطل ہونے پر استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ عقیقہ میں بکری افضل ہے۔

بڑے جانور میں حصے

ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ،امام مالک،امام شافعیؒ نیز اکثر فقہاء اسلام کے ہاں ایک عقیقہ میں بڑا جانور پورا بھی ذبح کیا جا سکتا ہے اور اس میں ایک یا ایک سے زیادہ حصے بھی رکھے جا سکتے ہیں مثلاً:

(۱) ایک شخص کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے وہ بڑا جانور ذبح کرتا ہے اور سب کے عقیقہ کی نیت کرتا ہے تو درست ہے یعنی بیٹوں کی طرف سے چھ حصے اور بیٹی کی طرف سے ایک حصہ رکھ لے۔

(۲) پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اور بڑا جانور ذبح کر کے دو حصے بیٹے کی طرف سے اور باقی پانچ حصے بیٹیوں کی طرف سے کر دے۔

(۳) دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں،چار حصے بیٹوں کی طرف سے اور ایک ایک حصہ بیٹیوں کی طرف سے رکھ دے۔

☆ بڑا جانور عام دنوں میں بھی ذبح کر کے عقیقہ کر سکتا ہے اور قربانی کے ایام میں بھی۔

(۱) اعلاء السنن (۱۱۷/۱۷)

فتاوی رحیمیہ(۱)قدیم میں ہے۔

یہ سمجھنا کہ قربانی کے دنوں کے علاوہ میں بڑا جانور عقیقہ کیلئے نہیں چل سکتا صحیح نہیں۔(۲)

☆اگر عام دنوں میں ذبح کیا جارہاہوتو قربانی کی طرح عقیقہ کے عمل میں بھی بڑے جانور میں شرکت جائز ہے،یعنی متعدد آدمی ملکر بڑا جانور خریدلیں اوراس میں اپنی اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کے حصے ڈال لیں یا کوئی ایک ولیمہ کے لئے حصہ ڈال لے تو درست ہے بلکہ اگرکوئی شخص گوشت حاصل کرنے کیلئے حصہ ڈال لے تو یہ بھی درست ہے یعنی تقرب کی نیت سے حصہ ڈالنا ضروری نہیں مثلاً کوئی شخص گھر کیلئے گوشت حاصل کرتا ہے یا قصائی فروخت کرنے کیلئے حصہ ڈالتاہےتو صحیح ہے۔

فی اعلاء السنن (۱۱۹/۱۷)(۲)ولو ذبح بدنة اوبقرة عن سبعة اولا د اواشترک فیھاجماعة سواء ارادواکلھم العقیقة اواراد بعضھم العقیقة و بعضھم اللحم کما فی الا ضحیة. شرح المھذب (۳)

قلت:مذھبنافی الاضحیة بطلانھابارادة البعض اللحم فلیکن کذلک فی العقیقة واما علی قول المتنا فلا باس به لا نھم لا یرونھا کالا ضحیة اھ

اور اگر قربانی کے ایام میں عقیقہ کرے تو قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حصہ اور عقیقہ کے جانور میں قربانی کا حصہ بھی ڈال سکتا ہے البتہ اگر قربانی کا حصہ ڈال دیا تو تمام شرکاء کا تقرب کی نیت کرنا ضروری ہے،اگرکسی ایک نے گوشت کے حصول کی نیت کی تو قربانی ادانہ ہوگی۔

---

(۱)فتاوی رحیمیہ (۱۷۹/۶)قدیم **وکذا یفھم من فتاوی المحمودیة (۵۲۵/۱۷)الجدیدة (۲)اعلاء السنن (۱۱۹/۱۷)**

(۳) شرح المھذب (۸: ۲۹)

امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک

امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر بڑے جانور کا عقیقہ کرنا ہو تو ایک جانور سے ایک ہی عقیقہ ہو سکتا ہے، اس میں قربانی کی طرح مختلف حصے کر کے کئی عقیقے کرنا جائز نہیں ہے، حنابلہ کے پاس اس بارے بطور دلیل کوئی حدیث موجود نہیں ہے، ان کا استدلال عقلی قیاس ہے، وہ یہ کہ عقیقہ کا مقصود اراقۃ الدم ہے یعنی بچے کی جان کے بدلے جانور کی جان اور دم میں تجزی نہیں ہوتی یعنی بڑے جانور کی ایک جان ہوتی ہے وہ ایک ہی بچے کی جان کا بدلا ہو سکتی ہے، متعدد بچوں کی جانوں کا بدلہ نہیں۔

جواب: قربانی میں بھی بالا تفاق مقصود اراقۃ الدم ہے نیز قربانی واجب ،اصل اور مقیس علیہ ہے جبکہ عقیقہ مستحب، فرع اور مقیس ہے اور قربانی میں شرکت کو بالاتفاق جائز قرار دیا گیا ہے یعنی اس میں شرکت کے باوجود اراقۃ الدم کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے، اسکی رو سے عقیقہ میں شرکت بطور اولی صحیح ہونا چاہئے اور یہ اراقۃ الدم کے خلاف نہ ہونا چاہیے کیونکہ عقیقہ کا درجہ قربانی سے کمتر ہے نیز عقیقہ کو قربانی پر ہی قیاس کیا گیا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل بھی بڑے جانور میں جواز عقیقہ کو جواز قربانی پر قیاس کرتے ہیں۔

کس قسم کے حصے جائز ہیں؟

عقیقہ کے بڑے جانور میں قربانی کا حصہ رکھنا بھی جائز ہے اور محض گوشت حاصل کرنے کی نیت سے حصہ رکھنا بھی درست ہے کما ذکرنا عن اعلاء السنن (۱) اس کے علاوہ اس میں دم احصار، دم تمتع، دم قران کا حصہ اور جزاء صید وحلق بھی رکھا جاسکتا ہے۔

---

(۱) اعلاء السنن (۱۱۹/۱۷)

فی ردالمحتار(١) وشمل مالو كانت القربة وا جبة عن الكل او البعض اتفقت جها تها اولا كالا ضحية واحصاروجزاء صيد وحلق و متعة و قران الخ

البتہ مالابدمنہ (٢) میں لکھا ہے کہ بڑے جانور میں تمام شرکاء کی تقرب کی نیت ضروری ہے۔ ودر گاووشتر شرکت تا هفت کس جائز است بشرطیکه نیت همه شرکاء قربت باشد۔

مذکر ومؤنث جانور برابر ہیں

جن جانوروں کا عقیقہ درست ہے ان میں مذکرومؤنث برابر ہیں یعنی دونوں کا عقیقہ درست ہے۔

عن ام كرز ان رسول صلى الله عليه وآله وسلم قال :عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة لا يضر كم ذكرانا كن اوانا ثا.(٣)

ام کرزؓ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ بچے کی طرف سے دو بکرے اور بچی کیطرف سے ایک بکری ہے اور اس میں تمہیں کوئی ضرر نہیں کہ وہ مذکر ہوں یا مونث۔

---

(١)ردالمحتار(٣٢٦/٦)كتاب الاضحية(٢)مالابدمنه (ص ١٧٧)

(٣) سنن النسائی(١٨٨/٢)وابی داؤد (٣٣/٢)ومستدرک الحاكم (٢٦٥/٤)والسنن الكبرى للبيهقی (٣٠١/٩)و مصنف ابن ابی شيبة (٣٢٢/١٢)واللفظ للنسائی

عقیقہ میں گابھن جانور ذبح کرنا مکروہ ہے

عقیقہ میں گابھن جانور ذبح کرنا مکروہ ہے،اس سے احتراز کرنا چاہئے اور اگر خرید لیا ہے تو اسے بدلا بھی جا سکتا ہے،جانور خریدنے سے عقیقہ کیلئے واجبی طور پر متعین نہیں ہوتا اور اگر گابھن ہی ذبح کر ڈالا تو عقیقہ ادا ہو جائے گا۔

فی الھندیة(۱)شاة اوبقرة اشرفت علی الولادة قالوا:یکرہ ذبحھا لا ن فیه تضییع الولد.

اور اگر ذبح کرنے کے بعد اس کا بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی فوراً ذبح کر دیا جائے اور اس کے گوشت کا مصرف وہی ہے جو عقیقہ کے گوشت کا ہے۔(۲)

تحفہ کے جانور سے عقیقہ جائز ہے

عقیقہ کیلئے جانور خریدنا یا پال کر بڑا کرنا ضروری نہیں ہے لہٰذا اگر کسی کو ہدیہ اور تحفہ میں جانور مل گیا تو اس کا عقیقہ کرنا بھی بلا کراہت درست ہے۔(۳)

ساتویں دن کے اعمال: حلق اور چاندی کا صدقہ

پیدائش کے ساتویں دن جب عقیقہ کرنا ہو تو مستحب یہ ہے کہ بچے کے بال اتار دئے جائیں اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا سونا صدقہ کر دیا جائے اور سر پر زعفران،خلوق یا صندل لگا دیا جائے۔

---

(۱)الھندیة (۲۸۷/۵)(۲)الدر المختار (۳۳۲/۶)

(۳) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۲۸/۴)

حلق کرنے کی حکمت اور عقیقہ سے اس کا تعلق

(۱)عقیقہ میں دو ہی کام ہوتے ہیں ایک بچے کا سر منڈوادینا اور دوسرا بچہ کی طرف سے شکرانہ اور فدیہ (بدلہ) کے طور پر جانور قربان کرنا،ان دونوں عملوں میں ایک خاص ربط اور مناسبت ہے اور وہ یہ کہ یہ دونوں ملت ابراہیمی علیہ السلام کے شعائر (نشانی یادگار) میں سے ہیں، حج میں بھی ان دونوں کا اسی طرح جوڑ ہے اور حاجی قربانی کرنے کے بعد سر صاف کرتا ہے،اس لحاظ سے عقیقہ میں عملی طور پر اس کا بھی اعلان ہے کہ ہمارا رابطہ اور تعلق اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے اور بچہ بھی ملت ابراہیمی کا ہی ایک جزء ہے۔ معارف الحدیث(۱)

(۲)حلق کی ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے بچے کے سر میں پیدائشی میل کچیل اور جراثیم ختم ہو جاتے ہیں۔

(۳)پیدائشی بال کمزور ہوتے ہیں وہ اتر جاتے ہیں اور ان کی جگہ گھنے اور طاقتور بال اگ جاتے ہیں۔

(۴)بچے پر دو حالتیں آتی ہیں۔

(۱)حالت جنینیت یعنی پیدائش سے پہلے ماں کے پیٹ میں ہونے کی حالت جس میں بچہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

(۲)حالت طفلیت یعنی پیدائش کے بعد کی ابتدائی حالت۔

بچے کے سر کے بال حالت جنینیت کے آثار اور بقایہ جات ہوتے ہیں،اس لئے ان کا زائل کرنا نشأۃ طفلیت کے استقلال کی نشانی ہے۔

فی حجة الله البالغة(۲)فلماکان شعرالجنین بقية النشأة الجنينية

---

(۱)معارف الحدیث(۶/۲۷)(۲)حجة الله البالغة(۲/۱۴۵)

وازالته امارة الاستقلال بالنشأة الطفلية.

ساتویں روز حلق کرنے کی حکمت

(۱) حلق چونکہ عقیقہ کے ساتھ کیا جاتا ہے لہذا عقیقہ ساتویں دن کرنے کی جو حکمتیں اور مصالح پہلے بیان کی جاچکی ہیں حلق کی بھی وہی حکمتیں ہیں۔

(۲) ایک حکمت یہ بھی ہے کہ پیدائش کے دن ہی بچے کے سر کے بال صاف کرادینے سے طبعی طور پر ضرر اور نقصان کا خطرہ ہے، ایک ہفتہ کی مدت مناسب وقفہ ہے کیونکہ اس وقفہ میں بچہ اس دنیا کی ہوا کھا کر اس قابل ہوجاتا ہے کہ اس کے سر کے بال صاف کرادینے سے نقصان اور ضرر کا خطرہ نہیں رہتا۔ معارف الحدیث (۱)

چاندی صدقہ کرنے کی حکمت اور اس کی وجہ تخصیص

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچے کا بخیر و عافیت نشأۃ جنینیہ سے نشأۃ طفلیت کی طرف منتقل ہونا اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے جس کا شکر واجب ہے، بہتر یہ ہے کہ یہ شکر کسی عوض کے ساتھ ادا کیا جائے، اس بناء پر بالوں کے وزن کے برابر چاندی کے صدقہ کا حکم دیا گیا اور بالوں کا اعتبار اس لئے کیا گیا کہ نشأۃ جنینیت سے نشاہ طفلیت کی طرف منتقل ہونے کے بعد ان کو بھی زائل کیا جاتا ہے اور چاندی کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ یہ سستی ہے عموماً ہر شخص ادا کرسکتا ہے، اس کے مقابلہ میں سونا مہنگا ہے جو صرف اغنیاء ہی دے سکتے ہیں۔ (۲)

روایاتِ حلق وتصدق

(۱) فی جامع الترمذی عن علی ابن ابی طالب قال: عق رسول الله

---

(۱) معارف الحدیث (۲۶/۶) (۲) حجة الله البالغة

ﷺعن الحسن بشاة وقال يافا طمة احلقى رأسه وتصدقى بزنة شعره فضة فوزنته فكان وزنه درهماًاوبعض درهم.هذاحديث حسن غريب واسناده ليس بمتصل، ابوجعفر محمد بن على لم يدرك على بن ابى طالب(۱)

حضرت محمد الباقرؒ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیااور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اس کا سر مونڈ دو اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردو، حضرت فاطمہؓ نے اس کا وزن کیا تو بالوں کا وزن ایک درہم یا درہم کا بعض حصہ نکلا۔

(۲)عن انسؓ ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم امربرأس الحسن والحسينؓ يوم سابعهمافحلق ثم تصدق بوزنه فضة ولم يجرذبحا.للبزار والكبيروالا وسط .وفى اعذب الموارد: وفى اسناد الكبير ابن لهيعة واسناده حسن و بقية رجاله رجال الصحيح كذا فى مجمع الزوائد(۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ساتویں دن حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سروں کے حلق کا حکم دیا چنانچہ سر منڈوایا گیا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔

(۳)ابو رافع ان الحسنؓ حين ولد ارادت فاطمةؓ ان تعق عنه بكبشين فقال صلى الله عليه وآله وسلم لا تعقى عنه ولكن احلقى رأسه ثم تصدقى بوزنه من الورق فى سبيل الله فصنعت ذلک.لاحمد والكبير.

وفى اعذب الموارد:واسناده حسن كذا فى مجمع الزوائد(۳)

ابورافعؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے ان کی

(۱)جامع الترمذى(۱/۱۰۴)وكذا فى مستدرک الحاكم (۲۶۵/۴)وجمع الفوائد (۵۵۷/۲)والبيهقى (۳۰۴/۹) (۲)مجمع الزوائد (۵۷/۴)(۳)ايضاً

طرف سے دو مینڈھوں کے عقیقہ ارادہ کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کا عقیقہ تم مت کرو (میں کرونگا) البتہ ان کا سر منڈواؤ اور اس کے برابر چاندی اللہ کی راہ میں صدقہ کرو۔

(۴) فی موطا الامام مالک مالک عن جعفر بن محمد ابیہ انہ قال:وزنت فاطمةؓ بنت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم شعرالحسن والحسین وزینب وام کلثومؓ وتصدقت بزنة ذلک فضة(۱)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حسن، حسین، زینب اور ام کلثومؓ کے سروں کے بالوں کا وزن کیا اور اس کے برابر چاندی صدقہ فرمائی۔

(۵)فی مصنف ابن ابی شیبة:عن ابی جعفر قال : کانت فاطمة تعق عن ولدھایوم السابع وتسمیه وتختنه وتحلق رأسه وتتصدق بوزنه ورقا.(۲)

ابوجعفر کہتے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتویں دن اپنی اولاد کا عقیقہ کرتیں اور ان کا نام رکھتیں،ختنہ کرتیں اور سر کے بال منڈوا کر اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرتیں۔

(۶)فی جمع الفوائد(۳) علی قال : اما حسن و حسین و محسن فانما سماھم النبی صلی الله علیه وآله وسلم وعق عنھم وحلق رؤوسھم و تصدق بزنتھا وا مربھم فسرواوا ختتنوا.للکبیر بلین وفی اعذب الموارد:وفیه عطیة العوفی وھوضعیف وقد وثق کذا فی مجمع الزوائد(۵۹/۴)

---

(۱)موطا الامام مالک (ص ۱۸۶)وکذافی جمع الفوائد (۵۵۸/۲) والبیھقی (۳۰۴/۹)(۲)مصنف ابن ابی شیبة(۳۲۷/۱۲)رقم الحدیث (۲۴۷۴۱)(۳) جمع الفوائد (۵۵۸/۲) رقم الحدیث (۳۹۹۶)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن حسین اور محسنؓ کا نام رکھا، ان کی طرف سے عقیقہ کیا اور ان کا سر منڈوایا اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی اور ان کے بارے حکم دیا چنانچہ ان کو لے جا کر ان کا ختنہ کیا گیا۔

(۷)عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده ان فاطمةؓ بنت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ذبحت عن حسن و حسینؓ حین ولد تهماشاة وحلقت شعور هما ثم تصدقت بوزنه فضة.(۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں جب حسن اور حسینؓ تولد ہوئے تو آپ نے ان کی طرف سے بکری ذبح کی اور ان کے سر منڈوائے پھر ان کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی۔

چاندی کی بجائے سونا

اگر کوئی چاندی کی بجائے بالوں کے وزن کے برابر سونا دیدے تو بھی درست ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آچکا کہ چاندی صدقہ کرنے کی حکمت اس کا سستا ہونا اور ہر شخص کو باسانی دستیاب ہونا ہے لہذا اگر کوئی سونا صدقہ کرنے کی گنجائش رکھتا ہے تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

فی جمع الفوائد(۲)ابن عباس قال:سبعة من السنة فی الصبی.... ویتصدق بوزن شعره ذهباوفضة.

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بچے کے متعلق سات امور سنت ہیں....ساتویں سنت یہ ہے کہ اس کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کی جائے۔

---

(۱) السنن الکبری للبیهقی (۹/۳۰۴) کتاب الضحایا،باب ما جاء فی التصدق الخ (۲)جمع الفوائد(۲/۵۵۷)

وفی الشامیة(۱)یستحب لمن ولدله.....ویتصدق عندالائمة الثلثة بزنة شعره فضة اوذهبا.

وفی الفقه الاسلامی وادلته(۲)ویتصدق بون شعره ذهبا اوفضة .....وقیس بالفضة الذهب.

روایاتِ حلق

(۱)فی جامع الترمذی(۳)عن سمرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم:الغلام مرتهن بعقیقته یذبح عنه یوم السابع ویسمی ویحلق رأسه.

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بچہ اپنے عقیقہ کے عوض رہن ہوتا ہے،اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اوراس کا نام رکھا جائے اوراس کا سر مونڈا جائے۔

(۲)فی سنن ابی داؤد(۴)عبد الله بن بریدة قال:سمعت ابی بریدة یقول: کنا فی الجاهلیة اذا ولدلاحدنا غلام ذبح شاة ولطخ رأسه بد مهافلماجاء الله بالا سلام کنا نذبح شاة ونحلق رأسه ونلطخه بزعفران.

حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم میں سے کسی ایک کے ہاں

---

(۱)الشامیة (۳۳۶/۶)قبیل کتاب الحظر والاباحة(۲)الفقه الاسلامی وادلته(۲۷۵۱/۴)(۳) جامع الترمذی(۱/۱ ۴۱)وکذا فی سنن ابی داؤد (۴۳/۲)وسنن النسائی (۱۸۸/۲)وسنن ابن ماجة(ص ۲۲۹)والسنن الکبری للبیهقی(۲۹۹/۹)ومستدرک الحاکم (۴ /۲۶۴)

(۴) سنن ابی داؤد(۳۵/۲)انظره ایضاًفی الکتب التالیة:..............

بچہ پیدا ہوتا تو وہ بکری ذبح کرتا اور بکری کے خون سے بچے کا سر لتھیڑ دیتا، جب اسلام آیا تو ہم بکری ذبح کرتے اور بچے کے سر کے بال اتارتے اور اس کے سر پر زعفران ملتے۔

واميطو اعنه الا ذی کا مطلب

گذشتہ روایات میں ساتویں دن بچے کے بال اتروانے کا حکم اور اس کی تصریح آچکی ہے، بہت سی روایات میں اماطة الاذی یعنی تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کا حکم بھی آیا ہے جن کی تفصیل آرہی ہے، محدثین وفقہاء نے اس سے بھی حلق شعر مراد لیا ہے۔

(۱) حدثناعامربن سليمان الضبی قال: سمعت رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم مع الغلام عقيقة فا هريقو اعنه دما واميطو اعنه الا ذی. (۲)

عامر بن سلیمان ضبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بچے کے ساتھ عقیقہ ہوتا ہے لہذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے تکلیف دور کرو۔

مستدرک الحاکم (۲۶۶/۴) کتاب الذبائح وجمع الفوائد (۵۵۷/۲) وفی اعذ ب الموارد تحته: روا ه ايضا احمد والنسائی. قال فی التلخيص: واسناده صحيح اه وفيه نظر لان فی اسناده علی بن الحسين بن واقدوفيه مقال وقد اخرج نحوحديث بريدة هذاابن حبان وصححه وابن السكن وصححه من حديث عائشة كذا فی النيل (۱۴۳/۵)

(۲) صحيح البخاری (۸۲/۲) كتاب العقيقة، باب اماطة الاذی عن الصبی وجامع الترمذی (۲۱۰/۱) وابی داؤد (۴۲/۲) وسنن ابن ما جة (ص ۲۲۸) وسنن النسائی (۱۸۷/۲) وسنن الدارمی (۱۱۱/۲) ومصنف عبدالرزاق (۳۲۹/۴) والسنن الكبری للبيهقی (۲۹۸/۹) ومصنف ابن ابی شيبة (۳۲۱/۱۲) ومسند احمد بن حنبل (۳۸۲/۵)

(۲)فی جمع الفوائد(۱)ابن عباس قال:سبعة من السنة فی الصبی ...ویماط عنه الا ذی.

(۳)فی مستدرک الحاکم (۲) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال:سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول:ان مع الغلام عقیقة فاهریقوا عنه دماوامیطواعنه الاذی:قال جریر: سئل الحسن عن ال ذی فقال:هوالشعر.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایاکہ بچے کے ساتھ عقیقہ لازم ہے،لہٰذااس کی طرف سے خون بہاؤاوراس سے تکلیف دورکرو،جریرؒ کہتے ہیں حضرت حسن بصریؒ سے اذی کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے سرکے بال مراد ہیں۔

(۴) فی سنن ابی داؤد(۳) عن الحسن انه کا ن یقول:اما طة الا ذی حلق الرأس.

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ تکلیف دہ چیز دوراکرنے سے مرادسر کے با ل منڈواناہے۔

وفی السنن الکبری للبیهقی(۴)قال محمد:حرصت علی ان اعلم ماامیطواعنه الاذی فلم اجدمن یخبرنی، قال:الفقیهؒ: قدروی هشام عن الحسن البصری انه کان یقول:اما طة الا ذی حلق الرأس.

وفیهاایضا(۹ /۳۰۳) قال الفقیه رحمه الله:وقوله فی حدیث سلیمان بن عامر: امیطواعنه الا ذی یحتمل ان یکون المراد به حلق الراس.

---

(۱)جمع الفوائد(۵۵۸/۲)(۲) مستدرک الحاکم (۲۶۶/۴)رقم الحدیث (۷۵۹۳)(۳) سنن ابی داؤد(۴۴/۲)(۴) السنن الکبری للبیهقی (۹ /۲۹۸)

(۲) دوسرا مطلب: بعض حضرات نے اماطة الاذى سے عدم المس بالدم مراد لیا ہے یعنی زمانہ جاہلیت میں عقیقہ کا خون بچے کے سر پر ملا جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کر دیا کہ یہ گندگی ہے اس سے بچا جائے۔(۱)

(۳) الاذى سے ختنہ مراد ہے یعنی ختنہ کر کے بچے سے گندگی اور زائد فضلہ دور کر دیا جائے۔(۲)

سر پر زعفران، صندل، خلوق وغیرہ ملنا

سر کے بال اتار کر سر پر کچھ مل لینا بھی مستحب ہے، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل اشیا میں سے کوئی شی مل لینا چاہئے۔

(۱) زعفران (۲) خلوق (۳) صندل

تفصیل:

(۱) زعفران:

زعفران ملنے کا ذکر بہت سی روایات میں ملتا ہے۔ مثلاً:

عبد الله بن بريدة عن ابيه قال: كنا فى الجاهلية اذا ولدلنا غلام ذبحناعنه شاةولطخنارأسه بدمهافلماكان الاسلام كنااذاولدلنا غلام ذبحناعنه شاة وحلقنارأسه ولطخنارأسه بزعفران. قال فى التلخيص: صحيح على شرط

(۱) اوجزالمسالک (۹/۲۲۲) (۲) ایضا (۹/۲۲۳)

البخاری و مسلم.(۱)

حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب ہمارا بچہ پیدا ہوتا تو ہم اس کی طرف سے بکری ذبح کرتے اور بکری کا خون بچے کے سر پر مل لیتے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو جب ہمارے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو ہم اس کی طرف سے بکری ذبح کرتے اور اس کا سر مونڈواتے اور اس کے سر پر زعفران لگاتے۔

(۲) خلوق: یہ مرکب خوشبو ہے جس کا اکثر حصہ زعفران ہوتا ہے، اس کا ثبوت بھی کئی روایات سے ملتا ہے۔

(۱) فی اوجزالمسالک (۲) عن صحیح ابن حبان عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: کا نوافی الجا هلیة اذا عقوا عن الصبی خضبو اقطنة بدم العقیقة فاذا حلقوارأس الصبی وضعوها علی رأسه فقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم اجعلوامکان الدم خلوقاوزادابوالشیخ ونهی ان یمس راس المولود بدم وکذا فی فتح البا ری (۳)

صحیح ابن حبان میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ جب بچے کا عقیقہ کرتے تو روئی کا ایک ٹکڑا عقیقہ کے خون سے تر کر دیتے پھر جب اس کا سر مونڈتے تو روئی اس کے سر پر رکھ دیتے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا تم خون کی جگہ خلوق رکھ دیا کرو، ابوالشیخ نے یہ زیادتی بھی نقل فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ

---

(۱) مستدرک الحاکم (۲۶۶/۲) کتاب الذبائح وسنن ابی داؤد (۴۵/۲) والسنن الکبری للبیهقی (۳۰۳/۹) وجمع الفوائدمن جامع الا صول ومجمع الزوائد (۵۵۷/۲)

(۲) اوجزالمسالک (۲۲۳/۹) (۳) فتح البا ری (۷۴۱/۹)

علیہ وآلہ وسلم نے بچے کے سر پر خون ملنے سے منع کر دیا۔

(۲)وفی السنن الکبری للبیھقی(۱)عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنھا فی حدیث العقیقة قالت:وکان اھل الجاھلیة یجعلو ن قطنة فی دم العقیة ویجعلونه علی راس الصبی فامررسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان یجعل مکان الدم خلوقا.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جاہلیت کے لوگ روئی کوعقیقہ کے جانور کے خون میں لتھیڑ تے پھراسے بچے کے سر پرلگاتے، نبی علیہ السلام نے خون کی جگہ خلوق ملنے کاحکم دیا۔

(۳)صندل:

مالا بدمنہ(۲)میں ہے۔

برسیرمولود زعفران یا صندل بمالد یعنی بچے کے سر پر زعفران یا صندل مل لیناچاہئے۔

صندل ایک قسم کی خوشبو دار لکڑی ہے، سفید بھی ہو تی ہے اور سرخ بھی، یہاں بظاہراس سے بنائی گئی خوشبو مراد ہے۔

بچے کا سر عقیقہ کے خون میں لتھیڑنا

زمانہ جاہلیت میں بچے کے سر کو عقیقہ کے خون سے لتھیڑدیا کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور خون کی بجائے خلوق وغیرہ ملنے کاحکم دیا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ اور بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں تصریح آچکی ہے

---

(۱)السنن الکبری للبیھقی(۹/۳۰۳)(۲) مالا بدمنہ(ص ۱۷۸)

،ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ،امام مالک،امام شافعی اور امام احمدؒ نیز جمہور علماء امت کا اتفاق ہے کہ بچے کے سر پر عقیقہ کا خون لگانا ممنوع اور جاہلیت کی رسم ہے۔(۱)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل دلائل سے بھی اس کا عدم جواز واضح ہے۔

(۱)فی سنن ابن ماجة (۲) عن ایوب بن مو سی ان یزیدبن عبدا لمزنی حدثه ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال:یعق عن الغلام ولایمس راسه بدم.

وفی المغنی (۳)وروی یزید بن عبد المزنی عن ابیه.... قال مهنا:ذکرت هذاالحدیث لاحمد فقال ما أ ظرفه ورواه ابن ماجة ولم یقل عن ابیه.

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بچے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اور اس کے سر پر خون نہ ملا جائے۔

(۲)علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ المغنی میں عقلی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولان هذا تنجیس له فلا یشرع کلطخه بغیره من النجاسات(۴)

یعنی بچے کے سر پر خون ملنا اس کو پلید اور نجس کرنے کے مترادف ہے لہذا یہ مشروع نہیں ہوسکتا جیسا کہ اس کو خون کے علاوہ نجاستوں میں لتھیڑنا مشروع نہیں ہے۔

البتہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،عبداللہ بن عباسؓ،حسن بصری عطاءؒ اور قتادہؒ سے منقول اس کا جواز منقول ہے۔

---

(۱)المغنی لابن قدامة (۴/۴۴۵و۴۴۶)وبدایة المجتهد (۱/۴۶۴)و فتح الباری (۹/۱۴۷و۲۴۷)واوجزا لمسالک (۹/۲۲۲)

(۲) سنن ابن ماجة (ص ۲۲۸)(۳)المغنی (۸/۴۴۶)(۴)ایضاً

(۱)فی مصنف ابن ابی شیبة(۱)عن عبدالله بن عمررضی الله تعالی عنهماقال فی العقیقة:تذبح عنه یوم السابع و یحلق راسه ویتصدق بوزن شعره فضة و یلطخ راسه با لدم.

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بچے کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ ذبح کیا جائے اور اس کا سر مونڈھا جائے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی جائے اور اس کے سر پر خون ملا جائے۔

(۲)فی جمع الفوائد (۲)ابن عباس قال:سبعة من السنة فی الصبی یوم السابع یسمی و یختتن ویماط عنه الاذی وتثقب اذنه ویعق عنه ویلطخ رأسه بدم عقیقته ویتصدق بوزن شعره ذهبااوفضة.للاوسط.

وفی اعذب الموارد:ورجا له ثقا ت کذا فی مجمع الزوائد (۵۹/۴)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سات امور بچے کے متعلق سنت ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عقیقہ کا خون بچے کے سر پر ملایا جائے۔

اور حضرت عطاءؒ، حسن بصریؒ اور قتادہؒ کا مذہب علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے المحلی با لآثار میں نقل فرمایا ہے۔ فتح الباری(۳)لیکن حسن بصری کی طرف اس قول کی نسبت مشکوک معلوم ہوتی ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ(۴)میں حضرت حسن کا قول نقل کیا ہے کہ بچے کے سر پر خون ملنا مکروہ ہے۔

عن الحسن ومحمد:انهماکرها ان یلطخ راس الصبی بشئی من دم العقیقة وقال الحسن: الدم رجس

حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ نے عقیقہ کے خون سے بچے کے سر کے لتھیڑنے

---

(۱)مصنف ابن ابی شیبة(۳۲۷/۱۲)(۲)جمع الفوائد (۵۵۸/۲)

(۳) فتح البا ری(۴۷/۹ و ۲۴۷)(۴)مصنف ابن ابی شیبه (۳۲۹/۱۲)

کو مکروہ قرار دیا ہے، اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ خون ناپاک ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (۱) میں مصنف ابن ابی شیبہ کی مذکورہ روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

اور جمہور نے ابن عمر، ابن عباسؓ، قتادہ اور عطاءؒ کے مذہب کو شذوذ قرار دیا ہے ابن رشد بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

وشذالحسن وقتادة فقالا:يمس رأس الصبی بقطنة قدغمست فی الدم. (۲)

حضرت حسن اور قتادہؒ نے شذوذ اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ خون میں لتھڑی ہوئی روئی بچے کے سر پر ملنا چاہئے۔

ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

قال ابن عبدالبر: لاا علم اخذاقال هذاالاالحسن وقتادة وا نكره سا ئر اهل العلم وكرهوه الخ (۳)

ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق یہ بات حضرت حسن اور قتادہؒ کے علاوہ کسی نے نہیں کہی اور تمام اہل علم نے اس کا انکار کیا ہے اور اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

ہمامؒ کا وہم؟

فی سنن ابو داؤد (۴)......خد لنا حفص بن عمر النمری قال نا همام قال نا قتادة عن الحسن عن سمرةؓ عن رسول الله صلى الله عليه وآله

(۱)فتح الباری (۹/ ۵۹۴) (۲)بداية المجتهد(۱/ ۴۶۳)(۳)المغنی (۸/ ۶۴۵)(۴)سنن ابی داود(۲/ ۳۴)وكذا فی مسند احمد (۷/ ۲۶۹)

وسلم قال: كل رهينة بعقيقته تذبح عنه يوم السابع و يحلق راسه ويدمّى فكان قتادة اذا سئل عن الدم كيف يصنع به قال: اذاذبحت العقيقة اخذت منها صوفة واستقبلت به اوداجهاثم توضع على يا فوخ الصبى حتى يسيل على راسه مثل الخيط ثم يغسل راسه بعد و يحلق. قال ابوداؤد: هذاو هم من همام ويدمى وكذا فى مسند احمدبن حنبلؒ (٢٦٩/٧)

اس روایت میں ساتویں دن کے اعمال میں تدمیہ کو بھی شمار کیا ہے یعنی عقیقہ کے خون سے بچے کا سر لتھیڑنا، ہمام راوی کہتے ہیں حضرت قتادہؒ سے تدمیہ کی صورت پوچھی گئی تو انہوں نے اس کی صورت اور طریقہ یہ بتایا کہ جب عقیقہ ذبح کر دیا جائے تو اسی جانور کے بال یا اون لے کر اس کی رگوں کے خون میں تر کردیا جائے پھر اون کو بچے کے تالو پر رکھا جائے حتی کہ اس کا خون دھاگے کی طرح اس کے سر پر بہہ جائے پھر اس کا سر دھولیا جائے اور سر کے بال اتار دئے جائیں۔

لیکن امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں "یدمی" کا لفظ نقل کرنا حضرت ہمامؒ کا وہم ہے، صحیح لفظ "یسمی" ہے یعنی بچے کا نام رکھا جائے، اس کے بعد انہوں نے دوسری سند سے یہ حدیث نقل کی ہے، اس میں ہمامؒ راوی کی جگہ سعیدؒ راوی حضرت قتادہؒ سے "یسمی" نقل کرتے ہیں۔

حدثناابن المثنى قال ناابن ابى عدى عن سعيد عن قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندبؓ ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: كل غلام رهينة بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه و يحلق ويسمى قال ابوداؤد: ويسمى اصح الخ

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ سلام بن ابی مطیع بھی سعید کی طرح قتادہ سے "یسمی" نقل کرتے ہیں نیز ایاس بن دغفل اور اشعث دونوں حضرات قتادہؒ کے شیخ حسن

بصریؒ سے "یسمی" نقل کرتے ہیں لہذا مذکورہ روایت میں یدمی ہمام کا وہم ہے۔

لیکن حافظ ابن حجر اور ابن حزمؒ وغیرہ نے امام ابوداؤدؒ پر اعتراض کیا ہے ایک تو اسلئے کہ ہمام ثقہ راوی ہے دوسرے اس لئے کہ اس میں تصریح ہے کہ کچھ حضرات نے قتادہ سے تدمیہ کا طریقہ پوچھا تو انہوں نے اس کا پورا طریقہ بتایا، اس حقیقت کی موجو دگی میں یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ حضرت ہمام کو وہم ہو گیا اور یسمی کی جگہ یدمی نقل کر دیا، اس بناء پر ابن حزمؒ نے تو یہ فیصلہ دیدیا کہ

لا با س بان یمس بشئی من دم العقیقة اه

لیعنی عقیقہ کا خون سر پر ملنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن حافظ ابن حجر اور دوسرے حضرات نے یہ توجیہ فرمائی ہے کہ دراصل حضرت قتادہؒ سے زمانہ جاہلیت کے تدمیہ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا طریقہ بتلایا، یہ مطلب نہیں تھا کہ اسلام میں بھی یہ طریقہ مشروع ہے، حضرت ہمام نے سمجھا کہ وہ شرعی طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔بذل المجہود(۱)

لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت ہمامؒ نے صحیح سمجھا ہے کیونکہ قتادہ کا موقف یہی ہے کہ اسلام میں تدمیہ مشروع ہے جس کی وضاحت آچکی ہے البتہ جمہور اس کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں کیونکہ گذشتہ احادیث مین تصریح آچکی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔

علامہ محمدؒ بن محمد بن سلیمان المغربی جمع الفوائد(۲) میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وتفسیر قتادة منسوخ لیعنی حضرت قتادہ کی تفسیر منسوخ ہے۔

---

(۱)بذل المجھود (۸۶/۴)(۲)جمع الفوائد(۲ /۵۵۷)

بچی کا عقیقہ

جمہور فقہاء اسلام کا اتفاق ہے کہ بچی کی طرف سے بھی عقیقہ مسنون ہے اور اسی پر فتوی ہے البتہ حسن بصریؒ، قتادہؒ، ابووائل (شقیق بن سلمہؒ) ابن سیرینؒ وغیرہ حضرات سے مروی ہے کہ عقیقہ صرف بچے کی طرف سے مسنون ہے، بچی کی طرف سے نہیں۔(۱)

(۱) فی مصنف عبد الرزاق (۲)عن الحسن قال:یعق عن الغلام شاة ولا یعق عن الجایة لیست علیها عقیقة .

(۲)فی مصنف ابن ابی شیبة(۳)باب من قال:علی الجاریة عقیقة.عن الحسن ومحمد انهما کانالا یریان عن الجا ریة عقیقة.

(۳)وفیه ایضاً عن ابی وائل قال: لا یعق عن الجا ریة ولا تکرم(۴)

ان حضرات نے کل غلام رهین بعقیقته الخ حدیث سے استدلال کیا ہے غلام کا اطلاق بچے پر ہوتا ہے بچی پر نہیں، اس لئے بچی کی طرف سے عقیقہ مسنون نہیں ہے لیکن یہ موقف درست نہیں ہے، اوراس کی وجوہ درج ذیل ہیں:

(۱) بچی کی طرف سے عقیقہ کا ثبوت بھی احادیث کثیرہ سے ملتا ہے جن میں سے بعض احادیث آگے آرہی ہیں۔

(۲) بچے کی طرف سے عقیقہ کرنے اور بچی کی طرف سے نہ کرنے اورا سے مستقل مذہب بنا کر پیش کرنے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ بیٹے کو بیٹی پر شرعاً ترجیح حاصل ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، احادیث سے ثابت ہے کہ بیٹی کی پرورش اور اس پر خرچ کرنے میں

---

(۱)اعلاء السنن(۱۱۳/۱۷)عن المحلی.وعمدة القاری (۲۶۳/۱۴)بدایة المجتهد(۱/۶۳)(۲) مصنف عبد الرزاق (۳۳۲/۴)

(۳) مصنف ابن ابی شیبة (۳۳۰/۱۲)(۴)ایضاً

بیٹے کی بنسبت زیادہ ثواب ہے۔

(۳) یہود لڑکیوں کا عقیقہ نہیں کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مخالفت میں لڑکیوں کی طرف سے عقیقہ کا حکم دیا لہذا لڑکی کی کا عقیقہ نہ کرنا یہود کے ساتھ مشابہت ہے۔

(۴) عقیقہ کے مشرع ہونے کی جو حکمتیں اور مصالح ہیں وہ لڑکی کے عقیقہ میں بھی موجود ہیں جیسے نعمت کا شکرانہ، بچے کا شیطانی اثرات، شرور وفتن، مصائب ومشکلات وغیرہ سے محفوظ ہو جانا۔

(۵) حدیث" کل غلام الخ" سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں غلام کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں، قرآن وحدیث پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں ایسے مواقع میں ایک کے ذکر سے دوسرے کی نفی مقصود نہیں ہوتی۔

لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق

صحیح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنا مستحب ومسنون ہے، مذکر اور مونث جانور کا کوئی فرق نہیں، اگر قربانی وغیرہ کے بڑے جانور میں حصہ ڈالنا ہو تو لڑکے کی طرف سے دو حصے اور لڑکی کی طرف سے ایک حصہ ڈالے، بعض حضرات مثلاً عبداللہ بن عمرؓ، قاسم بن محمد عروہ بن زبیر، ابو جعفر، زہریؒ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے عقیقہ میں کوئی فرق نہیں یعنی دونوں کی طرف سے ایک بکرا یا بکری ذبح کی جائے، امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف ابن ابی شیبہ (۳۲۵/۱۲) میں ایک باب قائم کیا ہے۔ باب من قال: یسوی بین الغلام و الجاریة اس باب میں مذکورہ سب حضرات کا مسلک تسویہ (برابری) نقل کیا

ہے، موطا امام مالک اور سنن بیہقی میں بھی حضرت ابن عمرؓ اور عروہؒ بن زبیر کا مسلک تسویہ منقول ہے۔

فی موطأ الامام مالک(۱)عن نافع ان عبدالله بن عمرؓلم یکن یساله احدمن اهله عقیقة الااعطاه ایاهاوکان یعق عن ولده بشاة شاة عن الذکروالاناث.

ان حضرات نے ان چند احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں آتا ہے کہ حضرات حسینؓ کی طرف سے ایک ایک بکری کا عقیقہ کیا گیا تھا مثلاً:

(۱) فی سنن ابوداؤد(۲) عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهماا ن رسول صلی الله علیه وآله وسلم عق عن الحسن والحسین رضی الله تعالیٰ عنهما کبشا کبشا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حسینؓ کی طرف سے ایک، ایک مینڈھا عقیقہ کیا۔

---

(۱)موطأ الامام مالک(۱۸۶)وکذافی السنن الکبری للبیهقی مع الجوهرالنقی(۹/۳۰۲)باب من اقتصرفی عقیقة الغلام علی شاةواحدة.
وفی موطا ایضا عن هشام بن عروة ان اباه عروة بن الزبیر کان یعق عن بنیه الذکوروالاناث بشاة شاة وکذافی السنن الکبری للبیهقی (۹/۳۰۲)الباب المذکور

(۲)سنن ابوداؤد (۲/۴۴) کتاب الضحایا،باب فی العقیقة وکذا فی السنن الکبری للبیهقی (۹/۳۰۲)ولفظه: ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عق عن الحسنؓ کبشا وعن الحسینؓ کبشا

(۲) فی جا مع الترمذی (۱) عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الحسنؓ بشاۃ وقال یا فاطمۃ احلقی راسہ وتصدقی بزنۃ شعرہ فضۃ فوزنتہ فکان وزنہ درھماًاوبعض درھم ھذاحدیث غریب وا سنادہ لیس بمتصل،ابوجعفرمحمد بن علی لم یدر ک علی بن ابی طالب.

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت حسنؓ کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ ذبح کی۔

(۳) ان حضرات کی عقلی دلیل یہ ہے کہ عقیقہ قربانی کی طرح ہے اور قربانی میں مذکر مونث میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح عورت پر ایک ہی قربانی ہے مرد پر بھی ایک ہی قربانی ہے لہذا عقیقہ میں بھی بچے اور بچی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ہونی چاہئے۔

فی زادالمعاد(۲)قالو:لانہ نسک فکا ن علی الراس مثلہ کا لاضحیۃ ودم التمتع.

وہ کہتے ہیں کہ عقیقہ ایک ذبیحہ ہے لہذا وہ قربانی اور دم تمتع کی طرح ایک سر کے ذمہ ایک ہی ہوگا۔

جمہور کے دلائل

جمہور کی دلیل وہ احادیث صحیحہ کثیرہ ہیں جن میں لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق کرتے ہوئے لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنے کا

---

(۱) لؤ جا مع الترمذی (۱/ ۱۰ ۴)ابواب الا ضاحی

(۲) زادالمعاد(۲/ ۳۱۷)

ذکر ہے، یہ احادیث بہت زیادہ ہیں اور حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱)فی سنن ابی داؤد،(۱)،عن ام کرز الکعبیة قالت:سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول:عن الغلا م شاتان مکافئتان وعن الجاریة شاة الخ وفی روایة عن ام کرز قالت:سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول:اقروا الطیر علی مکناتها قالت:وسمعته یقول:عن الغلام شاتان وعن الجاریة شاة لایضرکم اذکرانا کن ام انا ثا.

ام کرز فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک، جانور مذکر ہو یا مونث اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(۲)فی سنن ابی داؤد،عن عمر وبن شعیب عن ابیه اراه عن جده قال :سئل النبی صلی الله علیه وآله وسلم عن العقیقة فقال:لا یحب الله العقوق کا نه کره الاسم وقال من ولد له ولد فاحب ان ینسک عنه فلینسک، عن الغلام

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا،باب فی العقیقة،(۲/۲۴۴)
وکذا فی مصنف عبد الرزاق (۳۲۷/۴و۳۲۸ ومصنف ابن ابی شیبة (۳۲۲/۱۲و۳۲۳)والسنن الکبری للبیهقی (۳۰۰/۹و۳۰۱)ومستدرک الحاکم (۲۶۵/۴) کتاب الذبائح وقال الذهبی فی التلخیص:صحیح وسنن الدارمی (۱۱۱/۲)باب السنة فی العقیقة رقم الحدیث (۱۹۶۶، ۱۹۶۸)وسنن النسائی (۸۷/۲و۱۸۸) کتاب العقیقة، باب کم یعق عن الجاریة وجامع الترمذی(۲۱۰/۱) ابواب الاضاحی،باب ماجاء فی العقیقة

شاتان مکافئتان وعن الجاریہ شاۃ الحدیث.(۱)

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو بچے کی طرف سے دو برابر بکریاں ہیں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ہے۔

(۱)عن یو سف بن ماھک انھم دخلوا علی حفصة بنت عبد الرحمن فسا لوھاعن العقیقة فاخبرتھم ان عائشة رضی الله تعالیٰ عنھااخبرتھاان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم امرھم عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریة شاة.سنن الترمذی (۲)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ بچے کی طرف سے دو برابر بکریاں عقیقہ کی جائیں اور بچی کی طرف سے ایک بکری۔

جوابات

فریق اول کے دلائل کا مختصر جواب یہ ہے۔

(ا) ابن الترکمانیؒ نے الجوہر النقی میں فرمایا ہے کہ اس حدیث میں دو وجہ سے اضطراب ہے۔

(۱) اصح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباسؓ سے منقول نہیں، حضرت عکرمہؒ اسے

---

(۱)سنن ابی داؤد(۲/۴۲) و کذا فی مصنف عبدالرزاق (۴/۳۳۰)و مستدرک الحاکم (۴/۲۶۵)والسنن الکبری للبیھقی(۹/۳۰۰)باب مایستدل به علی ان العقیقة علی الاختیارالخ وسنن النسائی (۲/۱۸۷)اول کتاب العقیقة(۲)سنن الترمذی (۱/۱۰۴) ابواب الا ضاحی،باب ماجاء فی العقیقة و کذا فی السنن الکبری للبیھقی (۹/۳۰۱)

مرسل روایت کرتے ہیں۔

(۲) سنن نسائی میں یہ روایت عکرمہ عن ابن عباسؓ سے منقول ہے اور اس میں دو مینڈھوں کا ذکر ہے۔

قال فی الجوھر النقی تحت السنن للبیھقی(۱)قلت:قدا اضطرب فیه علی عکرمة من وجھین.احدھماان ابا حاتم قال:روی عن عکرمة عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم مر سلا وھوالا صح ،الثا نی:ان النسائی اخرج من حدیث قتادة عن ابن عباس انه علیه السلام عق عن الحسن والحسین بکبشین کبشین.

(۲)اس حدیث کے بارے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: **ھذاحدیث غریب واسنا دہ لیس بمتصل وابوجعفر محمد بن علی لم یدرک علی ابن ابی طالب. جامع الترمذی(۲)**

یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے ،ابوجعفر محمد بن علی الباقر نے حضرت علی کو نہیں پایا۔

(۳) قیاس وہاں صحیح ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو اور یہاں ایک نص نہیں بلکہ نصوص موجود ہیں۔

راجح قول اور اس کی وجوہ ترجیح

راجح مذہب یہی ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے اور دو بکریوں والی حدیث ایک بکری والی حدیث کے مقابلے میں راجح ہے اور اس کی وجوہ ترجیح مندرجہ ذیل ہیں۔

---

(۱)الجوھر النقی تحت السنن للبیھقی(۹/۳۰۲)(۲) جامع الترمذی (۱ / ۲۱۰)

(۱) دو بکریوں والی احادیث پر کلام نہیں ہے یا بہت کم ہے جبکہ ایک بکری والی احادیث پر محدثین نے کلام کیا ہے جس کا کچھ ذکر آچکا ہے۔

(۲) دو بکریوں والی احادیث زیادہ ہیں ان کے راوی کئی صحابہ ہیں (۱) حضرت عائشہؓ (۲) عبداللہ بن عمروؓ جو کہ شعیب عن ابیہ جدہ کی سند سے منقول ہے(۳)ام کرز کعبیہؓ(۴) حضرت اسماءؓ، پہلے تین راویوں کی احادیث آچکی ہے اور حضرت اسماءؓ کی روایت مسند احمد(۱) میں منقول ہے۔

(۳) ایک بکری کی احادیث فعلیہ ہیں اور دو بکریوں کی احادیث قولیہ، اور اصول یہ ہے کہ اگر احادیث فعلیہ اور قولیہ میں تعارض ہو تو ترجیح احادیث قولیہ کو دی جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول عام ہوتا ہے جبکہ آپ کے فعل میں آپ کی خصوصیت کا احتمال بھی رہتا ہے، اس اصول کے تحت دو بکریوں کی احادیث راجح ہیں۔

(۴) احادیث شاتین(دو بکریوں والی احادیث) زیادتی کو شامل ہیں اور احادیث شاۃ (ایک بکری والی احادیث) زیادتی کو شامل نہیں، تفصیل یہ ہے کہ ایک بکری کا ثبوت تو دونوں قسم کی احادیث سے ملتا ہے لیکن پہلی قسم کی احادیث سے مزید ایک بکری کا ثبوت ملتا ہے، دوسری قسم سے نہیں اور اصول یہ ہے کہ جن احادیث سے زیادتی ثابت ہوتی ہو وہ قابل ترجیح ہوتی ہیں لہذا احادیث شاتین کو ترجیح حاصل ہے۔

(۵) احادیث فعلیہ (ایک بکری والی احادیث) جواز پر محمول ہیں اور احادیث قولیہ (احادیث شاتین) استحباب پر، اس اعتبار سے جمہور کے مذہب کے مطابق دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو سکتا ہے، دوسرے حضرات کے مذہب کے مطابق احادیث شاتین کو معطل کرنا لازم آتا ہے۔

---

(۱)مسند احمد(۹/۴۵٦)

(۶) امام نسائیؒ نے اپنی کتاب ''الکبیر)) میں لکھا ہے کہ حضرت حسن کا عقیقہ جنگ احد کے سال ہوا تھا اور حسین کا عقیقہ اس کے ایک سال بعد جبکہ ام کرز کی حدیث حدیبیہ ۶ھ کی ہے لہذا اس کو ترجیح حاصل ہے۔

(۷) حضرات حسنینؓ کے عقیقہ میں جو شاۃ یا کبش کا لفظ آیا ہے اس سے ایک بکری یا مینڈا مراد نہیں بلکہ بکری یا مینڈے کی جنس مراد ہے اور دو بھی جنس میں داخل ہے جیسا کہ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی نو(۹) ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کی لفظ'' بقرۃ'' آیا ہے اور اس سے جنس مراد ہے، ایک گائے مراد نہیں ورنہ ایک گائے میں قربانی کے نو(۹) حصے نہیں ہو سکتے۔(۱)

بچے کی طرف سے دو اور بچی کی طرف سے ایک جانور ہونے کی حکمت، مصلحت اور فلسفہ

شریعت جو حکم دیتی ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ضرور ہوتی ہے البتہ اس حکمت و مصلحت تک رسائی ہو جانا ضروری نہیں، بعض حکمتیں معلوم ہو سکتی ہیں اور بعض نہیں، شریعت مقدسہ نے لڑکی کی طرف سے ایک بکری اور لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا جو حکم دیا ہے اس فرق کی بھی بہت سی حکم اور مصالح ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

پہلی حکمت:

اللہ تعالی نے مذکر کو مونث پر فضیلت دی ہے، قرآن کریم میں ہے۔

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالأُنثَىٰ (۲)

(۱) زاد المعاد (۲/۳۱۷،۳۱۹) (۲) (آل عمران ۳۷)

یعنی مذکر مونث کی طرح نہیں ہے بڑھ کر ہے

اس تفاضل (فضیلت میں فرق) کی وجہ سے بہت سے شرعی احکام میں مذکر کو دو مؤنثوں کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے (!) ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کی گواہی کے برابر ہے(!!) مرد کو عورت کے مقابلے میں دوگنی میراث ملتی ہے(!!!) ایک مرد کی دیت دو عورتوں کی دیت کے برابر ہے، عقیقہ میں بھی مذکر کو دو مؤنثوں کے برابر شمار کیا گیا ہے لہذا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں مسنون ہیں۔

دوسری حکمت

یہ احادیث پہلے ذکر کی جا چکی ہیں کہ بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ قید اور محبوس ہوتا ہے عقیقہ اس کو قید سے چھڑاتا اور آزاد کرتا ہے، اس اعتبار سے عقیقہ اعتاق یعنی غلام کو آزاد کرنے کے مشابہ ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ دو عورتوں کو آزاد کرنا ایک مرد کے آزاد کرنے کے برابر ہے، گویا ایک مرد دو عورتوں کے قائم مقام ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہوں اور لڑکی کی طرف سے ایک ہو۔ (۱)

فی جامع الترمذی(۲) اخرابواب النذور والا یمان،باب ماجا ء فی فضل من اعتق.... عن ابی امامة وغیره من اصحاب النبی صلی الله علیه وآله وسلم عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال:ایماامرأ مسلم اعتق امرأ مسلماکان فکاکه من النا ر یجزی کل عضومنه عضوامنه وایماامرأمسلم اعتق امرأتین مسلمتین کانتافکاکه من النار یجزی کل عضو منهما عضوامنه وایما امرأة مسلمةاعتقت امرأة مسلمة کا نت فکاکهامن الناریجزی کل عضومنها عضوا منها هذا حدیث حسن صحیح غریب من هذاالوجه .

---

(۱)زاد المعاد لا بن القیم (۲/۳۲۰)(۲)جامع الترمذی (۱/۳۱۵)

حضرت ابوامامہؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایاجوبھی مسلمان دوسرے مسلمان غلام کرآزادکرتاہےتووہ اس کے لئے جہنم سے چھٹکارابن جاتاہے،اس کاہرہرعضوآزادکرنے والے کے ہرعضو کے لئے کفایت کرتاہے اور جوبھی مسلمان دومسلمان عورتوں کوآزادکرتا ہےتو وہ دوعورتیں اس کیلئے جہنم سے چھٹکارا بن جاتی ہیں ان کا ہرعضوآزادکرنے والے کے ہرعضو کے لئے کفایت کرتا ہےاورجو بھی مسلمان عورت کسی مسلمان کوآزادکرتی ہےتو وہ اس کیلئے جہنم سے چھٹکارے کا ذریعہ بن جاتی ہےاوراس کا ہرعضوآزادکرنے والی کے ہرعضو کے لئے کافی ہو جا تا ہے۔

تیسری حکمت

فرق کی حکمت یہودکی مخالفت ہے، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی بچی کا عقیقہ نہیں کرتے تھے اور بچے کی طرف سے ایک جانور کا عقیقہ کرتے تھے، نبی علیہ السلام نے ان کی مخالفت میں حکم فرمایا کہ بچی کا بھی عقیقہ کرو اور بچے کی طرف سے دوعقیقے کرو۔

فی السنن الکبریٰ للبیهقی (۱) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال:ان الیهود تعق عن الغلام ولا یعق عن الجاریة فعقوا عن الغلام شاتین وعن الجاریة شاة.

---

(۱)السنن الکبریٰ للبیهقی (۳۰۲/۹)کتاب الضحایا باب ما یعق عن لغلام ومایعق عن الجاریة.

وکذا فی کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال(۱۸۰/۱۶)رقم الحدیث ۴۵۲۷۸، و فتح الباری(۳۹/۹ ۷)عن مسندالبزار وابی الشیخ و اعلاء السنن للعثمانیؒ(۱۲۲/۱۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہودی لوگ لڑکے کا عقیقہ کرتے ہیں اور لڑکی کا نہیں کرتے لہذا تم لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کرو۔

چوتھی حکمت

حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ عقیقہ سے مقصود استبقاء نفس ہے یعنی نفس کو باقی رکھنا کیونکہ جیسا کہ پہلے آچکا ہے کہ اگر بچے کا عقیقہ نہ کیا جائے تو وہ مختلف امراض و مصائب کا شکار ہو جاتا ہے لہذا عقیقہ دیت کے مشابہ ہے اور دیت (blood money) وہ مال کہلاتا ہے جو قاتل مقتول کے اولیاء کو ادا کر کے اپنے نفس کو قتل سے بچاتا ہے، دیت کے بارے اصول یہ ہے کہ مؤنث کی دیت مذکر کی دیت سے نصف ہوتی ہے چونکہ عقیقہ دیت کے مشابہ ہے لہذا لڑکے کی طرف سے دو بکرے ہوں گے اور لڑکی کی طرف سے اس کا نصف یعنی ایک بکرا۔

فی فتح الباری(۱) وذکر الحلیمی ان الحکمۃ فی کو ن الانثی علی النصف من الذکر ان المقصود اسبقاء النفس فاشبھت الدیۃ وقواہ ابن القیم بالحدیث الو ارد فی ان من اعتق ذکرا اعتق کل عضو منہ ومن اعتق جاریتین کذلک، الی غیر ذلک مماورد الخ

پانچویں حکمت

عقیقہ اللہ تعالی کے شکر اور تعظیم کے لئے کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے نفع کی چیز (اولاد) عطاء کی ہے اور لوگوں کا عمومی خیال یہی ہے کہ لڑکا لڑکی کی بنسبت زیادہ نفع دے

---

(۱) فتح الباری (۹/ ۴۰۷) کتاب العقیقۃ

سکتا ہے لہذا مناسب ہے کہ لڑکا پیدا ہونے کی صورت میں اللہ تعالی کا زیادہ شکر ادا کیا جا ئے اوراس کی زیادہ تعظیم کی جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ(۱) میں لکھتے ہیں۔

وذلک لما عند هم ان الذکرانفع لهم من الاناث فناسب ذیادة الشکروزیادة التنویه به.

یعنی اس فرق کی حکمت یہ ہے کہ لوگوں کے خیال میں بچہ بچی کی بنسبت زیادہ نافع ہے اس لئے بچے کی وجہ سے زیادہ شکر اور زیادہ تعظیم مناسب ہے۔

چھٹی حکمت

عقیقہ کی مشروعیت کی وجہ خوشی اور مسرت ہے جبکہ فطری طور پر بچہ پیدا ہونے پر خوشی زیادہ ہوتی ہے اس لئے بچے کی طرف سے دو بکریاں مشروع ہیں تاکہ خوشی کا اظہار بھی زیادہ ہو۔(۲)

ساتویں حکمت

اس فرق کی ایک مصلحت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ لڑکا مستقبل میں انسان کے لئے اقتصادی خوش حالی کا باعث بنتا ہے اورشریعت والدین کی کفالت اس کے ذمہ لگاتی ہے،اس بناپراس کی پیدائش اللہ کے دوہرے شکر کا تقاضہ کرتی ہے اور بندگان خدا کی زیادہ خدمت کے ذریعہ اللہ کا زیادہ شکرادا کیاجاسکتا ہے۔(۳)

---

(۱) حجة الله البالغه (۱۴۵/۲)(۲)تنقیح الفتاوی الحامدیه(۲۳۲/۲)و الفتاوی الکاملیه(ص ۲۴۰) (۳) کتاب الفتاوی(۱۷۱/۴)زمزم پبلشرز کراچی

لڑکے کی طرف سے ایک بکرا کا عقیقہ

مذکورہ تفصیل سے واضح ہو گیا کہ کمالِ سنت یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہوں لیکن ایک پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے، باوجود قدرت واستطاعت کے ایک بکرا یا بکری ذبح کر دی تو بھی درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ مجموعۃ الفتاوی (۱)

کمالِ سنت اور اصل سنت

کمال سنت یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ کیا جائے اور اگر ایک کا کر دیا تو یہ اصل سنت ہے کمالِ سنت نہیں۔ اعلاء السنن (۲)

خنثی کا عقیقہ

خنثی وہ بچہ کہلاتا ہے جس میں مذکر اور مونث دونوں کی نشانی موجود ہو یا کوئی نشانی موجود نہیں، خنثی کی طرف سے عقیقہ کا یہ حکم ہے۔

(۱) اگر وہ بچہ ذکر (مرد کے آلہ تناسل) سے پیشاب کرتا ہے تو شرعاً وہ لڑکے کے حکم میں ہے اور اس کی طرف سے دو بکرے ہوں گے اور اگر فرج (عورت کی شرم گاہ) سے پیشاب کرتا ہے تو وہ لڑکی کے حکم میں ہے اس کی طرف سے ایک بکرا ہو گا یعنی اس میں مبال (پیشاب کی جگہ) کا اعتبار ہے، اس کی وجوہ درج ذیل ہیں۔

(۱) الکامل لابن عدی (۳) اور نصب الرایہ للزیلعیؒ (۴) میں ایک حدیث ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خنثی کی میراث کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ

---

(۱) مجموعۃ الفتاوی (۳/ ۲۲۴) عن نہایۃ البیان و کیمیائے سعادت

(۲) اعلاء السنن (۱۷/ ۱۱۹) (۳) الکامل لابن عدی (۳/ ۲۴۵)

(۴) نصب الرایہ للزیلعی (۴/ ۴۱۷)

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من حیث یبول یعنی پیشاب کی جگہ کا اعتبار ہے،اگر ذکر سے پیشاب کرتا ہے تو مردوں والی میراث پائے گا اور اگر فرج سے پیشاب کرتا ہے تو عورت والی میراث ملے گی۔

(ب) سنن الدارمی(۱) میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو اثر منقول ہیں کہ خنثی کی میراث میں مبال کا اعتبار ہے۔

عن عبدالاعلی انه سمع محمد بن علی یحدث عن علی فی الرجل یکون له ما للرجل وما للمراة ایهمایورث؟ فقال: من ایهمابا ل.رقم الحدیث ۲۹۷۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے شخص کی میراث کے بارے پوچھا گیا جس میں مرد اور عورت دونوں کی نشانیاں ہوں کہ اس کو کونسی میراث ملیگی ؟توانہوں نے فرمایا کہ جس نشانی سے وہ پیشاب کرے۔

عن الشعبی عن علی فی الخنثی قال:یورث من قبل مباله.رقم الحدیث(۲۹۷۱)

یعنی علیؓ نے خنثی کے بارے فرمایا کہ اس کو اپنے مبال کے اعتبار سے میراث ملے گی۔

(ج) عقلی وجہ یہ ہے کہ آلہ انسان کی بنیادی منفعت وضرورت یعنی پیشاب کی جائے خروج ہے،اس کے بغیر آدمی زندگی نہیں گزار سکتا ہے اور اس کی ضرورت ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی پیش آتی ہے، دوسرے منافع بعد میں پیدا ہوتے ہیں،جب انسان کے پاس دونوں قسم کے اعضاء ہوں اور ایک عضو سے پیشاب نکلے تو یہ اس بات کی دلیل ہے

(۱)سنن الدارمی(۲/۴۶۱)(۱) کتاب الفرائض باب فی میراث الخنثی

کہ یہی عضو اصل ہے اور دوسرا عضو بمنز لہ عیب کے ہے لہذا اصلی عضو کا اعتبار کیا جائے گا۔

تاریخی روایات میں واقعہ ملتا ہے کہ عامر بن الظرب بن عمرو بن عیاذ العدوانی جو کہ زمانہ جاہلیت کا رئیس، قبیلہ مضر کا امام، ان کا خطیب اور قاضی تھا، یہ بڑا حکیم اور سلیم الفطرت انسان تھا، اس نے زمانہ جاہلیت میں شراب کو حرام قرار دیا تھا چونکہ قاضی تھا اس لئے اس کی مجلس عدالت میں خنثی کی میراث کا مسئلہ پیش ہوا، قاضی صاحب نے بتایا کہ وہ مرد بھی ہے اور عورت بھی، لوگوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا تو قاضی صاحب بھی حیران و پریشان ہوئے، جب گھر گئے اور چارپائی پر سونے کے لئے لیٹے تو پریشانی کی وجہ سے نیند نہیں آرہی تھی، ان کی ایک خصیلہ نامی لونڈی ان کے پاؤں دبا رہی تھی، لونڈی نے پریشانی کے بارے پوچھا تو انہوں نے واقعہ سنادیا لونڈی نے کہا: دع المحال واتبع الحکم المبال" محال بات کو چھوڑدیں اور حکم کو مبال کے تابع کر دیں، دوسرے دن قاضی صاحب نے مبال کو بنیاد بنا کر مسئلہ بتایا تو لوگوں نے اس کی تحسین کی۔

علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ تبیین الحقائق(۱) میں یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فعرف بذلک ان هذا الحکم کا ن فی الجاهلیة فا قر ه الشر ع

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ مبال کا اعتبار کرنا جاہلیت کا مسئلہ تھا شریعت نے اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲) اگر خنثی دونوں نشانیوں سے پیشاب کرتا ہے تو اس صورت میں اسبق کا اعتبار ہے یعنی جس آلہ سے پہلے پیشاب نکلتا ہے اس کے مطابق حکم لاگو ہوگا، ذکر سے پہلے نکلتا ہے تو لڑکا ہے اس کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور اگر فرج سے پہلے نکلتا ہے تو

---

(۱)تبیین الحقائق (۷/۴۴۰) (۱)اول کتاب الخنثی

لڑکی ہے اس کی طرف سے ایک بکری ہے۔

اسبق کا اعتبار کرنے کی دو وجوہ ہیں۔

(۱) ایک سے پہلے پیشاب نکلنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اصلی عضو ہے۔

(۲) اس آلہ سے جیسے ہی پیشاب خارج ہو تو یہ علامت تامہ ہے لہذا اس پر حکم لگ جائے گا بعد میں اگر دوسرے آلہ سے خروج ہو تو اس کی وجہ سے پہلا حکم تبدیل نہیں ہو گا۔ تبیین الحقائق (۱)

(۳) اگر دونوں سے بیک وقت پیشاب نکلے، تقدم و تاخر نہ ہو تو ایسا بچہ خنثی مشکل ہے اس کے بارے مذکر یا مونث ہونے کا فیصلہ مشکل ہے، اس کے عقیقہ کا حکم یہ ہے کہ ایک بکری کافی ہے البتہ احوط یہ ہے کہ دو بکریاں ہوں۔ تنقیح الحامدیۃ میں ہے۔

وعن الخنثی واحدة والاحتیاط لثنتان (۲)

خنثی کی طرف سے ایک بکری کافی ہے اور دو بکریوں میں زیادہ احتیاط ہے۔

توأمین (جڑواں بچوں) کا عقیقہ

اگر دو یا تین بچے اکٹھے پیدا ہوئے تو ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ عقیقہ مستحب ہے، کیونکہ:

(۱) عقیقہ نعمت کا شکرانہ ہے اور ہر بچہ الگ الگ نعمت ہے۔

(۲) عقیقہ کا جانور جان کا بدلہ ہے اور یہاں کئی جانیں ہیں۔

(۳) عقیقہ کی حکمت دفع بلیات ہے اور ہر بچے کی بلیات، امتحانات اور آزمائش علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں۔

---

(۱) تبیین الحقائق (۷/۱۴۴)

(۲) تنقیح الفتاوی الحامدیة (۲/۲۳۲) وکذا فی الفتاوی الکاملیة (ص ۲۴۰)

(۴)حدیث کل غلام مر تهن الخ میں غلام عام ہے اکیلا پیدا ہوا ہو یا جڑواں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۵) ابتداء میں عقیقہ کے مشروع ہونے کی تقریباً تیرہ حکمتیں اور مصالح بیان کی گئی ہیں وہ جڑواں بچوں میں سے ہر ایک میں پائی جاتی ہیں،اس لئے ہر ایک کا عقیقہ الگ ہونا چاہیئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (۱) میں فرماتے ہیں۔

فلوولدله اثنان في بطن استحب عن كل عقيقة ذكره ابن عبدالبر عن الليث وقال : لا علم عن احد من العلماء خلافه

۔اگر کسی کے ہاں ایک پیٹ سے دو بچے پیدا ہوں تو ہر ایک کا عقیقہ مستحب ہے یہی بات ابن عبدالبرؒ نے امام لیث بن سعد سے نقل کی ہے اور فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کسی عالم نے اس کے خلاف کہا ہو۔

مشہور شافعی ڈاکٹر وہبہ الزحیلی الفقہ الاسلامی وادلتہ (۲) میں لکھتے ہیں:

وتتعددالعقيقة بتعددالاولادفلوولدله توامان كان لهماعقيقتان ولا تكفي واحدة عنهما.

اولاد کے متعدد ہونے سے عقیقہ بھی متعدد ہو جاتا ہے لہٰذا اگر کسی کے ہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوں تو ان کی طرف سے دو عقیقے ہوں گے اور ایک عقیقہ دونو کو کافی نہ ہوگا۔

في اعلاء السنن(۳)عن شرح المهذب ولوولدله ولدان فذبح عنها شاة لم تحصل العقيقة

---

(۱)فتح الباری (۹/۷۳۹) (۲)الفقه الاسلامی وادلته (۴/۲۷۴۷)

(۳)اعلاء السنن (۱۷/۱۱۹)

مکافئتان کا مطلب

پہلے وضاحت آچکی ہے کہ بچے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ افضل ہے اور اس بارے حدیث میں شاتان مکافئتان کے الفاظ آئے ہیں۔

فی مستدرک الحاکم(۱)عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم عق عن الحسن والحسین عن کل واحد منهما کبشین اثنین متکافئتین.

وفی جامع الترمذی،ابواب الاضاحی ان عائشة اخبرتها ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم امرهم عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریة شاة وکذافی سنن ابی داؤدوسنن النسائی وسنن ابن ماجة والسنن الکبری للبیهقی (۲)

پھر بعض روایات میں متکافئتان ہے کما فی المستدرک اور بعض میں مکافئتان ہے اور دونوں صورتوں میں فاء کا فتحہ اور کسرہ دونوں درست ہیں یعنی اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں کا صیغہ بن سکتا ہے البتہ باب مفاعلہ سے مشتق ماننے کی صورت میں اسم مفعول کا صیغہ اور باب تفاعل سے مشتق ماننے کی صورت میں اسم فاعل کا صیغہ اولی ہے۔(۳)

---

(۱)مستدرک الحاکم(۲۶۵/۴)کتاب الذبائح رقم الحدیث ۷۵۹۰/۲۱)

(۲) جامع الترمذی(۱/۱۰ ۴)ابواب الاضاحی ومثله فی سنن ابی داؤد (۲ /۳۳)کتاب الضحایاباب العقیقة وسنن ابن ماجة (ص ۲۲۸) وسنن النسائی (۱۸۷/۲)کتاب العقیقة والسنن الکبری للبیهقی(۳۰۱/۹)کتاب الضحایا.(۳)النهایة فی غریب الحدیث والاثر (۱۸۱/۴)

تکافؤ اور مکافاۃ کفوٌ سے ہے، جس کا معنی ہے نظیر، برابری، مساوات، اسی سے کفاءۃ فی النکاح ہے یعنی مرد کا حسب و نسب، دین، مال، پیشہ وغیرہ میں بیوی کے برابر ہونا، مزید فیہ سے بھی اس کا یہی معنی آتا ہے یقال: کافأہ یکافئہ فھو مکافئۃ ای مساویۃ، امام لغت جار اللہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکافئتین (اسم مفعول) اور مکافأتین (اسم فاعل) کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الفائق (۱)

قال الزمخشری: لا فرق بین المکافئتین والمکافأتین، لان کل واحدۃ اذا کافأت اختھا فقد کوفأت فھی مکافِئۃ ومکافَأۃ. (۲)

النھایۃ فی غریب الحدیث (۱۸۱/۴) یعنی مکافئتین اور مکافأتین میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ایک نظیر جب اپنی نظیر کے برابر ہوتی ہے تو دوسری کو مکافِئۃ اور مکافأۃ کہا جاتا ہے۔

مکافئتان مثلان اور مستاویان کے معنی میں ہے البتہ مماثلت اور مساوات کس چیز میں ہے؟ اس بارے محدثین عظام کے اقوال مختلف ہیں۔

(۱) متساویان فی السن یعنی عمر میں برابر ہوں اور برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں بکریوں کی عمر کم ازکم اتنی (ایک سال) ہونی چاہیے جو قربانی کیلئے شرط ہے (۲) بعض نے اس کا معنی لکھا ہے: متساویان سنا وجمالا یعنی دونوں عمر اور خوبصورتی میں برابر ہوں۔

(۳) متقاربان یعنی وہ جسم وبدن میں صغر و کبر کے اعتبار سے برابر ہوں ۔ (۳)

(۴) المتشابھتان تذبحان جمیعا یعنی وہ ذبح میں برابر ہوں یعنی دونوں کو

---

(۱) الفائق (۴۱۷/۲) (۲) النھایۃ فی غریب الحدیث (۱۸۱/۴)

(۳) سنن ابی داؤد (۳۳/۲) والنھایۃ فی غریب الحدیث

(۱۸۱/۴) وعمدۃ القاری (۲۶۸/۱۴)

ایک ہی وقت میں ذبح کیا جائے۔

فی سنن النسائی(۱)قال داؤد بن قیس:سالت زید بن اسلم عن المکافئتان قال:الشاتان المتشابھتان تذبحان جمیعا.

وفی النھایۃ (۲)ویحتمل مع الفتح ان یراد مذبوحتان،من کا فاالرجل بین بعیرین اذا نحرھذا ثم ھذا معا من غیر تفریق کانہ یرید شاتین یذ بحھمافی وقت و احد.

آخری تین مطالب کی صورت میں یہ حدیث استحباب پر محمول ہوگی۔

(۵)الکوکب الدری (۳)میں ہے کہ مکافئتا ن شاتا ن کی صفت ہی نہیں کہ اس کی مراد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے بلکہ التکا فؤ،الاجزاء(کا فی ہو نے)کے معنی میں ہے اور مبتدا محذوف کی خبر ہے، معنی ہوا:

الشاتان عن الغلام کافیتان والشاۃ عن الجاریۃ کا فیۃ

یعنی بچے کی طرف سے دوبکریاں کافی ہیں اور بچی کی طرف سے ایک کافی ہے۔

اوہام وخیالات

اولاد کے عقیقے سے پہلے اپنا عقیقہ ضروری نہیں

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر اپنا عقیقہ نہ ہوا ہوتو اولاد کا عقیقہ نہیں ہوسکتا ،پہلے اپنا عقیقہ کیا جائے پھر اولاد کا،یہ بات درست نہیں ہے،اگر اپنا عقیقہ نہیں ہوا تب بھی اولاد کا عقیقہ صحیح اور درست ہے البتہ اپنا عقیقہ بھی کر لینا چاہیے۔

---

(۱)سنن النسائی(۱۸۷/۲)(۲) النھا یۃ فی غریب الحدیث(۱۸۱/۴)

(۳)الکو کب الدری (۴۰/۲)

آپ کے مسائل اور ان کا حل(۱) میں ہے۔

سوال: میرا خود عقیقہ نہیں ہوا تو کیا مجھے اپنا عقیقہ کرنے کے بعد بچی کا کرانا چاہیے؟

جواب: آپ اپنی بچی کا عقیقہ کرسکتی ہیں، آپ کا عقیقہ نہیں اگر نہیں ہوا تو کوئی مضائقہ نہیں۔

کیا قربانی سے پہلے عقیقہ ضروری ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربانی سے پہلے عقیقہ ضروری ہے، اگر عقیقہ نہیں کیا تو قربانی نہ ہوگی، یہ بات غلط ہے، عقیقہ کئے بغیر بھی قربانی ہو جاتی ہے، قربانی عقیقہ پر موقوف نہیں ہے البتہ اگر کسی کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو بلوغ کے بعد کر لینا چاہئے۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲) میں ہے۔

سوال ... کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی قربانی جائز نہیں پہلے اپنا عقیقہ کرے، اس کے بعد قربانی کرے، کیا یہ از روئے شریعت درست ہے؟

جواب .... بڑی عمر میں اگر عقیقہ کیا جائے تو بال کاٹنے کی ضرورت نہیں، جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو وہ قربانی کر سکتا ہے اور اگر اس کے ذمہ قربانی واجب ہو تو قربانی کرنا ضروری ہے عقیقہ خواہ ہوا ہو کہ نہ ہوا ہو۔

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۴/۲۲۵، ۲۲۶)

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۴/۲۳۵، ۲۳۶)

لڑکی کے عقیقہ میں بکری اور لڑکے کے عقیقہ میں بکرا ضروری نہیں

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ لڑکی کے عقیقہ میں مؤنث جانور اور لڑکے کے عقیقہ میں مذکر جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے مثلاً لڑکی کے لئے بکری اور لڑکے کے لئے بکرا ضروری ہے، یہ بات صحیح نہیں ہے، شرعا لڑکی اور لڑکے کے عقیقہ میں مذکر و مونث کے اعتبار سے فرق ثابت نہیں البتہ تعداد کے اعتبا سے فرق مستحب ہے یعنی لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا یا بکری ذبح کی جائے اور لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے یا بکریاں۔

کفایت المفتی (۱) میں ہے۔

لڑکے اور لڑکی کے عقیقے میں جانور کے مذکر مونث ہونے کا فرق نہیں ہے، لڑکے کے عقیقے میں بکری اور لڑکی کے عقیقے میں بکرا ذبح کیا جا سکتا ہے مگر یہ فرق ہے کہ لڑکے کیلئے دو بکرے افضل ہیں اور لڑکی کیلئے ایک۔

فتاوی رحیمیہ جدید (۲) میں ہے۔

سوال: کیا لڑکے کیلئے بکرا یعنی نر جانور ضروری ہے اور اس طرح کیا لڑکی کیلئے بکری یعنی مادہ جانور ہی ضروری ہے؟

جواب: لڑکے کیلئے بکرا اور لڑکی کیلئے بکری ہونا ضروری نہیں ہے، حدیث میں ہے۔ لا یضر کم ذکرانا کن او اناثا

یعنی نر اور مادہ دونوں برابر ہیں مشکوۃ (۳)

---

(۱) کفایت المفتی جدید (۲۳۹/۸)

(۲) فتاوی رحیمیہ جدید (۶۴/۱۰) (۳) مشکوۃ (۳۶۲/۲) باب العقیقہ

بڑی اولاد کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو چھوٹوں کا عقیقہ نہ ہوگا؟

اگر کسی وجہ سے بڑی اولاد کا عقیقہ نہ ہو سکا تھا تو نومولود کا عقیقہ پھر بھی مستحب ہے، اس کا عقیقہ کر لینا چاہئے، بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر بڑی اولاد کا عقیقہ نہیں کیا تھا تو اب چھوٹی اولاد کا عقیقہ بھی نہیں ہو سکتا، ہ بات غلط ہے، سب بچوں کا عقیقہ الگ الگ مستحب ہے، اس لئے چھوٹوں کا عقیقہ کرنا چاہئے اور اگر گنجائش ہے تو سب کا کر لینا افضل ہے۔

عام دنوں میں بڑے جانور میں عقیقہ کا حصہ ڈالنا

مشہور ہے کہ ایام قربانی کے علاوہ دنوں میں بڑے جانور میں عقیقہ کا حصہ رکھنا درست نہیں، بڑے جانور میں حصہ رکھنا ایام قربانی کے ساتھ خاص ہے، یہ بات درست نہیں ہے، شرعا بڑے جانور میں عقیقہ کا حصہ رکھنا مطلقا درست ہے خواہ ایام قربانی میں ہو یا ان کے علاوہ دنوں میں۔

فتاوی رحیمیہ (۱) میں ہے۔

سوال: بہت سے لوگوں کہتے ہیں کہ صرف قربانی کے دنوں میں بڑے جانور میں عقیقہ ہوتا ہے دوسرے دنوں میں نہیں ہو سکتا الخ

جواب: یہ سمجھنا کہ قربانی کے دنوں کے علاوہ میں بڑا جانور عقیقہ کے لئے نہیں چل سکتا صحیح نہیں۔

فتاوی محمودیہ (۲) میں ہے۔

---

(۱) فتاوی رحیمیہ (۱۷۹/۶) (۲) فتاوی محمودیہ جدید (۵۲۳/۱۷)

ایام قربانی کے علاوہ گائے، بھینس، اونٹ مستقل عقیقہ کیلئے ذبح کرنا شرعاً درست ہے، اس میں عقیقہ کے سات حصے ہوسکتے ہیں۔

عقیقہ نانا اور ننھیال کی ذمہ داری ہے؟

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ مولود کا عقیقہ نانا اور ننھیال کے ذمہ ہے، یہ بات درست نہیں ہے، عقیقہ اصل میں والد کے ذمہ ہے، یہ مسئلہ پہلے تفصیل سے آچکا ہے۔(۱)

عقیقہ کی رسوم وبدعات

آجکل دین کے دوسرے شعبوں اور عبادات کی طرح عقیقہ میں بھی نت نئی رسوم شامل کرلی گئی ہیں جن سے احتراز ضروری ہے، چند رسوم یہ ہیں۔

(۱) بعض لوگ دیکھا دیکھی عقیقہ کو صرف رسمی چیز سمجھ کر انجام دیتے ہیں حالانکہ عقیقہ ایک عبادت ہے لہذا عقیقہ کو عبادت سمجھ کر اللہ تعالی کی رضا کیلئے کرنا چاہئے۔

(۲) بعض لوگ عقیقہ لوگوں اور خاص کر برادری اور دوست احباب کے لعن طعن سے بچے کیلئے کرتے ہیں (نہ کہ اللہ تعالی کی رضا کیلئے اور اس کا حکم سمجھ کر) اور سوچتے ہیں کہ اگر عقیقہ نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے؟

ان لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر دنیا میں لوگوں کی لعن طعن سے بچ بھی گئے لیکن آخرت کی رسوائی اور ذلت سے نجات نہ ملی تو کیا فائدہ؟

(۳) بعض لوگ عقیقہ نام ونمود، شہرت اور اپنا نام اونچا کرنے کیلئے کرتے ہیں جبکہ عبادت میں اگر اخلاص نہ ہو بلکہ جاہ طلبی، نام کمانا اور لوگوں پر اپنی بڑائی ظاہر کرنا اور

ماخذہ: مالابد منہ، رسالہ احکام عقیقہ (ص ۱۷۹) و فتاوی رحیمیہ (۹۴/۲) و کتاب الفتاوی (۱۷۳/۴) زمزم پبلیشر کراچی

فوقیت جتلا نا مقصود ہو تو پھر عبادت عبادت نہیں رہتی بلکہ گناہ کا ذریعہ بن جاتی ہے لہذا عقیقہ میں اخلاص ضروری ہے۔

(۴) بعض لوگ عقیقہ کا بڑا اہتمام کرتے ہیں لیکن دوسرے فرائض و واجبات (مثلاً نماز روزہ، زکوۃ، قربانی وغیرہ) کا ذرا اہتمام نہیں کرتے اور گناہوں سے بھی اپنے آپ کو نہیں بچاتے، ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص عقیقہ تو اہتمام کے ساتھ کرے لیکن دین کے دوسرے اہم کاموں کو نظرانداز کردے تو صرف عقیقہ کر لینا اس کو آخرت میں نجات نہیں دلا سکے گا لہذا دین کے دوسرے اہم کاموں کو بھی پابندی سے انجام دینا اور گناہوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(۵) بعض لوگ عقیقہ کو فرض اور واجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح عقیقہ کے لئے انتظام کرتے ہیں خواہ اس کیلئے ان کو قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے حالانکہ عقیقہ ایک سنت اور مستحب عمل ہے، اس کو فرض اور واجب کا درجہ دینا یا اس کے ساتھ فرض اور واجب جیسا معاملہ کرنا اور جب تک عقیقہ نہ ہو جائے آپ کو گناہ گار سمجھنا غلط ہے، ہر چیز کو اس کے درجہ پر رکھنا ضروری ہے۔

(۶) بعض لوگ عقیقہ کیلئے بڑی ہنگامہ آرائی کرتے ہیں، بعض اوقات عقیقہ کے کھانے پر بے پردہ عورتوں کا اجتماع ہوتا ہے بلکہ مردوں اور عورتوں کا مخلوط مجمع ہوتا ہے تصویر سازی اور مووی کی لعنت بھی شامل ہوتی ہے استغفراللہ، ایک مستحب عمل کو انجام دینے چلے ہیں اور اس کی خاطر اتنے سارے گناہوں کا انبار جمع کر رہے ہیں، یہ کونسی عقلمندی کی بات ہے؟

(۷) بعض لوگ عقیقہ میں فضول خرچی بہت کرتے ہیں، لائٹنگ کا مستقل انتظام کیا جاتا ہے اور بے شمار کھانوں کی ڈشوں کا بندوبست کرتے ہیں جس میں عقیقہ کے گوشت کی نسبت تو آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے اور اس میں عموماً اپنی بڑائی اور نمود

ونمائش مقصود ہوتی ہے اپنی طرف سے دین میں نئی نئی باتیں شامل کرنا گناہ ہے اور فضول خرچی تو شیطان کا عمل ہے، ہر مسلمان کو اس سے بچنے کا حکم ہے۔

(۸) بعض لوگ عقیقہ میں حرام رقم استعمال کرتے ہیں جو کہ سراسر ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حرام مال پیش کرنا گناہ ہے لہذا عقیقہ میں حلال مال استعمال کرنا چاہئے۔

(۹) بعض لوگ صرف عقیقہ کر دینے کو بچہ کا حق یا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں لیکن بچہ کی اسلام کے مطابق تعلیم و تربیت کا اہتمام نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں حالانکہ عقیقہ تو صرف ایک سنت و مستحب عمل ہے، اگر نہ کیا جائے تو بھی کوئی گناہ نہیں لیکن اسلام کے مطابق تعلیم و تربیت سے غفلت اختیار کرنا بہت حق تلفی اور دنیا و آخرت کے اعتبار سے گناہ اور خسارے کی بات ہے اور اس کی اہمیت یقیناً عقیقہ سے زیادہ ضروری بلکہ سرپرستوں کا فریضہ ہے۔

(۱۰) بعض لوگ عقیقہ کر کے سمجھتے ہیں کہ اب بچہ ہر قسم کی الابلا اور نحوستوں سے محفوظ ہو گیا، اب کسی چیز کی ضرورت نہیں حالانکہ اگر اس کی تعلیم و تربیت دین کے مطابق نہیں کی اور اس کو دین پر نہ ڈالا جس کے نتیجے میں وہ گناہوں اور بداعمالیوں میں مبتلا ہوا تو صرف عقیقہ اس کو بداعمالیوں کے نتائج اور آفات سے نہیں بچا سکتا۔(۱)

☆عقیقہ کے روز لڑکے کیلئے دو بکرے یا دو بکریاں اور لڑکی کیلئے ایک بکری یا ایک بکرا ذبح کرنا اور اس کا گوشت کچا یا پکا کر تقسیم کر دینا اور بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے یا اس کی قیمت خیرات کر دینا اور سر منڈوانے کے بعد بچہ کے سر میں زعفران لگا دینا بس یہی عقیقہ ہے اور یہ باتیں ثواب کی ہیں، اس کے علاوہ جو فضولیات اور رسوم نکالی گئی ہیں ان کا کوئی ثبوت نہیں مثلاً:

---

(۱) ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام (ص ۱۶۷، ۱۶۹)

(۱۱) بعض علاقوں میں رواج ہے کہ بچے کا سر منڈوانے کے بعد گھر والوں کی طرف سے کٹوی، سوپ اور چکور وغیرہ میں کچھ اناج رکھ دیا جاتا ہے اور برادری اور کنبہ کے لوگ اس میں نقدی ڈالتے ہیں، یہ اناج اور نقدی نائی یعنی بال کاٹنے والے کو دیا جاتا ہے اور یہ اس کا واجبی حق تصور کیا جاتا ہے اور برادری والوں نے جو نقدی دی ہوئی ہے اسے گھر والوں کے ذمہ قرض تصور کیا جاتا ہے یعنی جب ان دینے والوں کے ہاں عقیقہ یا اس طرح کی کوئی اور تقریب ہو تو اس گھر والے اس قرض کو ادا کریں گے۔

(۱۲) بعض جگہ عقیقہ کے موقعہ پر بہنیں وغیرہ کچھ رقم، جوڑا وغیرہ مانگتی ہیں اور اسے اپنا حق تصور کرتی ہیں جو کہ حقیقت میں ناحق ہے، اس میں کئی مفاسد اور خرابیاں ہیں۔

(۱) کافر کے ساتھ مشابہت۔

(۲) دینے والے کی نیت خراب ہونا کیونکہ بعض اوقات دینے کی گنجائش نہیں ہوتی اور دینا گراں گزرتا ہے لیکن شرمندگی اور لوگوں کے لعن طعن سے بچنے کیلئے دیتے ہیں۔

(۳) لینے والوں کا دینے والوں پر اخلاقی جبر و کراہ ہوتا ہے۔

(۴) دینے والے شہرت، دکھلاوے اور ریا و نمود کیلئے دیتے ہیں جبکہ اس مقصد کیلئے رقم خرچ کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

(۱۳) ان رسموں کی پابندی کی مصیبت میں کبھی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے عقیقہ موقوف کرنا پڑتا ہے اور یہ خلاف مستحب ہے بلکہ بعض جگہ تو کئی کئی سال بعد عقیقہ کیا جاتا ہے۔

(۱۴) بعض جگہوں میں یہ رسم ہے کہ نائی جس وقت بچے کے سر پر استرا رکھتا ہے اور بال مونڈھنا شروع کرتا ہے فوراً اسی وقت جانور ذبح کیا جاتا ہے، یہ محض ایک

فضول رسم ہے، شریعت کی رو سے ذبح اور حلق میں ترتیب ضروری نہیں ہے، سر مونڈنے کے بعد ذبح کیا جائے یا پہلے دونوں طرح درست ہے البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح حلق سے پہلے کرنا مستحب ہے کماذکرنا لیکن مستحب کو اپنے درجہ پر رکھنا ضروری ہے، اسے رواج بنالینا اور ضروری سمجھنا درست نہیں ہے۔

(۱۵) ایک رسم یہ بھی ہے کہ عقیقہ کے جانور کا سر نائی کو اور ران دائی کو دینا ضروری سمجھا جاتا ہے یہ بھی لغو ہے ایسا کرنا کوئی ضروری نہیں ہے پھر سر نائی کو دینا کسی درجہ میں ثابت نہیں ہے اور ران دائی کو دینا بعض روایات سے ثابت ہے لیکن یہ زیادہ سے زیادہ اولی اور مستحب ہے، ضروری نہیں ہے، کچھ بھی نہ دیں تو بھی گناہ نہیں ہے، ران کی بجائے گوشت دیدیا تو بھی درست اور صحیح ہے، شرعا کوئی قید اور پابندی نہیں ہے، اس لئے اس بارے پابندی کرنا زیادۃ علی الشرع ہے۔

(۱۶) بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑنے کو برا جانتے ہیں، دفن کر دینے کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ دونوں باتیں غلط اور محض مہمل ہیں، یہ مسئلہ پہلے آچکا ہے کہ عقیقہ کی ہڈی نہ توڑنا زیادہ سے زیادہ مستحب عمل ہے۔(۱)

بچہ کی پیدائش کے موقع پر رسمی لین دین (نیوتہ کی رسم) اور اس کی قباحت

بعض جگہ یہ رواج ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد خاندان کی خواتین اس گھر میں آتی ہیں اور رسمی طور پر بطور نیوتہ کچھ رقم جمع کر کے دیتی ہیں، ان دینے والی خواتین کی کیا نیت ہوتی ہے؟ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی تھی اس وقت شاید خوشی کے موقع پر

---

(۱) ماخذ: بہشتی زیور، حصہ ششم، بتغیر و اضافۃ)

تعاون مقصود ہو اور اسے ضروری نہ سمجھا جاتا ہو لیکن اب اس کی صورت حال مختلف ہے کیونکہ:

(۱) دوسری خواتین کو خوشی ہو یا نہ ہو، دل چاہے یا نہ چاہے، رقم دینی ہی پڑتی ہے، خاندان کی بعض عورتیں نہایت مفلس اور غریب ہوتی ہیں، ان کو بھی اصرار کے ساتھ بلایا جاتا اور شرکت کی دعوت دی جاتی ہے، اگر وہ نہ جائیں تو عمر بھر شکایت کرتے ہیں اور اگر جائیں تو دینے کے واسطے کچھ لیکر جائیں ورنہ سخت ذلت اور شرمندگی ہوگی، غرض جاؤ اور جبراً و قہراً دے کر آؤ، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ گھر بلا کر لوٹ لیا جاتا ہے، سرکاری ٹیکس اور مال گزاری میں تو تاخیر ہو سکتی ہے اور کبھی معاف بھی لیکن اس ٹیکس میں ایک منٹ کا توقف نہیں ہوتا بلکہ وقت سے پہلے انتظام کر لینا واجب ہے اور معافی کی کوئی صورت نہیں، صرف لعن طعن اور شکوے برداشت کرنے کے عوض معافی ہو سکتی ہے۔

(۲) دینے والیوں کی نیت محض اپنی بڑائی، نیک نامی اور شہرت کی ہوتی ہے کہ لوگ کہیں گے فلاں نے اتنی رقم دی ورنہ طعنہ دیں گے کہ اتنے بخیل و کنجوس ہیں، ایسے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس بارے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہنائیں گے یعنی جو کپڑا خاص شہرت کی نیت سے پہنا جائے اس پر اس طرح کا عذاب ہوگا۔

فی المشکوٰۃ(۱)، عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہماقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من لبس ثوب شھرفی الدنیاالبسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیمۃ رواہ احمد وابوداؤد و ابن ماجۃ

(۳) ایسا مال لینا بھی جائز نہیں ہے، حدیث میں ہے **لایحل مال امرأ مسلم الابطیب نفس منہ** یعنی کسی مسلمان کا مال اس کی قلبی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح (۳۷۵/۲) کتاب اللباس

(مشکوۃ) لہذا اگر دینے والا اخلاقاً مجبور ہے اور وہ اخلاقی جبروکراہت سے دیتا ہے تو اس سے لینا جائز نہیں ہے۔

(۴) جو صاحب حیثیت اپنے اختیار سے دیتا ہے لیکن اس کا مقصد فخر و شہرت ریاونمود ہے تو اس سے لینا بھی جائز نہیں، اس میں معصیت کی اعانت ہے اور معصیت کی اعانت خود معصیت ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فخرو مباہات کیلئے دعوت کرنے والوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے، یہاں دینے والوں کی نیت یہی ہوتی ہے، اس لئے ان سے لینا صحیح نہیں ہے۔

(۵) گھر والے چونکہ ان کو بلاتے ہیں لہذا وہ اس اعتبار سے ان گناہوں کا سبب بھی بنے۔

(۶) رسم نیوتہ میں مذکورہ خرابیوں کے علاوہ ایک خرابی یہ ہے کہ جو کچھ نیوتہ میں ملتا ہے وہ مشہور فقہی قاعدہ المعروف کالمشروط کی رو سے قرض ہوتا ہے اور اس میں کئی خرابیاں ہیں۔

مثلاً:

(۱) قرض کا بلاضرورت لینا منع ہے اور یہاں کسی قسم کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۲) قرض کا حکم یہ ہے کہ جب رقم آئے تو اسے ادا کرنا ضروری ہے جبکہ یہاں گنجائش کے باوجود انتظار کیا جاتا ہے پھر جب دینے والے کے ہاں اس طرح کی تقریب ہوتی ہے تب ادا کیا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص نیوتہ کا بدلہ تقریب سے پہلے جلدی دینا چاہے تو قبول ہی نہیں کیا جاتا، یہ قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور بلا وجہ تاخیر ہے جو مستقل گناہ ہے۔

(۳) قرض کا حکم یہ ہے کہ اگر مقروض کے پاس گنجائش نہ ہو تو اسے مہلت دینا ضروری ہے جبکہ یہاں تقریب منعقد ہونے پر نیوتہ کا بدلہ دینا ضروری ہے خواہ گنجائش نہ

ہو اور اس کیلئے قرض لیا جائے یا بھیک مانگی جائے۔(۱)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اصلاح الرسوم میں مزید لکھتے ہیں:

عجیب بات یہ ہے کہ قرض کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی حاجت کے وقت ادا کر دیتا ہے اور یہ عجیب قسم کا قرض ہے کہ خواہ حاجت ہو یا نہ ہو مقروض بنو اور پھر جس وقت ادا کرنا چاہو ادا نہ کر سکو، اگر کوئی شخص اگلے دن نیوتہ کا روپیہ ادا کرے تو ہرگز ہرگز نہ لیں اور یہ کہیں کہ ہم نے کیا آج کے لئے لینے کے واسطے دیا تھا؟ ہمارے یہاں جب کوئی تقریب ہوگی اس وقت دینا، سو احادیث میں قرض کے باب میں سخت وعید آتی ہے اس سے مراد وہی قرض ہے جو بلا حاجت ہو، خواہ مخواہ بے ضرورت مقروض ہونا بے شک شارع علیہ السلام کی مرضی کے خلاف ہے پھر ایک شخص حق واجب سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے اور اس کو کوئی شخص گراں بار رکھنے کی کوشش کرے تو یہ اور بھی مذموم ہے، سو اس نیوتہ کی رسم میں یہ دونوں خرابیاں ہیں، ایک لینے والے کے واسطے، دوسری دینے والے کے واسطے(۲)

علامہ احمد رومی رحمہ اللہ مجالس الابرار میں لکھتے ہیں۔

ومن السوال المذموم اهداء قليل لاخذ كثير كما يفعل في دعوة العرس والختان واتخاذ الغنم لاجل النسل ازقيل فيه نزل قوله تعالى: ولا تمنن تستكثر المدثر: ٦(٣)

یعنی مذموم سوال (بھیک) کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ زیادہ حاصل کرنے کی نیت سے کم دیا جائے جیسا کہ شادی اور ختنہ کی دعوت.....میں ہوتا ہے، کہا گیا ہے کہ اللہ

---

(۱) ماخذہ: اصلاح الرسوم با ضافة وتغير (ص ۴۳)

(۲) اصلاح الرسوم (ص ۴۳)

(۳) مجالس الابرار ومسالک الاخیار ومحائف البدع ومقامع الاشرار (ص ۲۰۲) المجلس الخامس والسبعون، سهيل اكيڈمی لاہور

تعالیٰ کا قول ولاتمنن تستکثر اسی کے بارے نازل ہوا ہے۔

مخصوص جگہ پر سر منڈانے اور عقیقہ کی رسم

بعض علاقوں میں یہ رسم ہے کہ اگر کسی مخصوص جگہ مزار وغیرہ پر بچے کے سر کے بال اتروائے جاتے ہیں اور اسی جگہ بکری کو ذبح کیا جاتا ہے اور بعض خواتین اس طرح کی منت کرتی ہیں اور جب تک وہاں جانور ذبح نہ کیا جائے وہ گوشت وغیرہ کھانے چھوڑ دیتی ہیں، اس قسم کی رسوم بدعت ناجائز اور ہندوانہ ہیں اور اس میں عقیدے کی خرابی بھی ہے جو بعض صورتوں میں کفر وشرک تک بھی پہنچا دیتی ہیں کیونکہ اس میں بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ بچہ فلاں بزرگ نے دیا ہے لہذا وہاں جا کر نذر ونیاز چڑھانا ضروری سمجھتے ہیں۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل (۱) میں ہے۔

سوال: ہمارے علاقے میں عورتیں یہ کہتی ہیں کہ اگر ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو وہ اس کے سر کے بال مخصوص جگہ پر اتروائیں گی اور بکرے کی قربانی بھی وہاں جا کر دے گی اور لڑکا پیدا ہونے کے بعد کئی ماہ تک اس کے بال اترنے سے پہلے اپنے اوپر گوشت کھانا حرام سمجھتی ہیں اور پھر کسی دن مرد اور عورتیں ڈھول کے ساتھ اس جگہ پر جا کر لڑکے کے سر کے بال اترواتے ہیں اور بکرے کا ذبیحہ کر کے وہاں ہی گوشت پکا کر کھاتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

جواب: یہ ہندوانہ رسم ہے جو مسلمان میں در آئی ہے اور چونکہ اس میں فساد عقیدہ شامل ہے اس لئے اعتقادی بدعت ہے جو بعض صورتوں میں کفر وشرک تک پہنچا دیتی ہے، چنانچہ بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ بچہ فلاں بزرگ نے دیا ہے اسلئے وہ

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۴/ ۲۳۹)

اس بزرگ کے مزار پر نیاز چڑھانے کی منت مانتے ہیں اور منت پوری کرنے کیلئے اس مزار پر جا کر بچے کے بال اتارتے ہیں، وہاں قربانی کرتے ہیں، مسلمان کو ایسی خرافات سے پرہیز کرنا چاہئے۔

عقیقہ اور سالگرہ

شریعت مقدسہ نے بچے کی پیدائش کی خوشی میں عقیقہ کا حکم دیا ہے اور اس کی باقاعدہ تقریب کی بھی اجازت ہے یعنی پیدائش کے ساتویں دن اہل خاندان، عزیز و اقارب اور دوست احباب کو بلا کر بچے کی طرف سے عقیقہ کا جانور ذبح کر کے اس کا گوشت پکانا اور دعوت کے طور پر سب کو کھلانا درست ہے بشرطیکہ اس تقریب میں کوئی خلاف شرع بات نہ ہو مثلاً تصویر کشی، مردوں اور عورتوں کا اختلاط، نیوتہ یعنی پیسوں کا لین دین وغیرہ۔

فی الادب المفرد للامام البخاریؒ (۱)، عن بلال بن کعب العکی قال: زرنا یحی بن حسان فی قریته انا وابراهیم بن ادهم وعبد العزیز بن قدید وموسی بن یسار فجاء نا بالطعام فامسک موسی وکان صائما فقال یحی: امنا فی هذا المسجد رجل من من بنی کنانة من اصحاب النبی ﷺ یکنی اباقرصافة اربعین سنة، یصوم یوما ویفطر یوما فولد لابی غلام فدعاه فی الیوم الذی یصوم فیه فافطر فقام ابراهیم فکنسه بکسائه وافطر موسی قال ابو عبدالله: ابو قرصافة اسمه جندرة بن خیشنة، ضعیف الاسناد /فیه بلا بن کعب مجهول.

اور یہ تقریب چونکہ ولادت کی خوشی میں ہے اور ولادت ایک ہی بار ہوتی ہے لہذا ہر سال اس طرح تقریب کا اہتمام کرنا جائز نہیں ہے، اس زمانے میں ایک بدترین

---

(۱) الادب المفرد (ص ۲۲۷) باب الدعوة فی الولادة

رسم یہ چل پڑی ہے کہ مسلمان اپنے بچے کا عقیقہ نہیں کرتے، اس کی جگہ ہر سال بچے کی پیدائش کی تاریخ مناتے ہیں، اردو میں اسے سالگرہ، انگریزی میں برتھ ڈے(birth day)اور عربی میں عیدمیلادالطفل کہاجا تا ہے، اور یہ سلسلہ تادم موت جاری رہتا ہے، مروجہ سالگرہ ناجائز اور قبیح رسم ہے، اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) سالگرہ بہت سے مسلمانوں نے عقیقہ کے متبادل کے طور پر اپنا کر عقیقہ کے مشروع عمل کو ترک کردیا ہے۔

(۲) سالگرہ اصل میں عسائیوں کی جاری کردہ رسم ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ اس کی ابتداء انگلینڈ سے ہوئی وہاں جس کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے وہ ہر سال اسی تاریخ پیدائش پر اپنے رشتہ دا راور دوست احباب کو دعوت دیتا ہے، بعض اوقات گانے بجانے کا اہتمام بھی ہوتا ہے، لوگ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تحفہ پیش کرتے ہیں اور یوم سالگرہ کی مناسبت سے ایک خاص قسم کا کیک بنایا جاتا ہے جس کی لمبائی اور چوڑائی بچہ کی عمر کی مناسبت سے ہوتی ہے، کیک پر بچے کی عمر کے مطابق موم بتیاں جلائی جاتی ہیں، پانچ برس کا ہو تو پانچ موم بتیاں جلائی جاتی ہیں، چھ سال کا ہو تو چھ، شام کے وقت جب تمام مندوبین جمع ہو جاتے ہیں سالگرہ والا بچہ پھونک مار کر بتیاں بجھادیتا ہے، اگر ایک پھونک سے تمام بتیاں بجھ جائیں تو اسے بہت اچھا سمجھا جاتا ہے اور مندوبین اس کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے تالیاں بجاتے ہیں جس سے محفل گونج اٹھتی ہے، اس کے بعد وہ بچہ اپنے ہاتھ سے کیک کاٹتا ہے اور اسی مجلس مین ہپی برتھ ڈے ٹو یو (happy birth dy to you) (تجھ کو سال گرہ مبارک ہو)کوگانے کے طور پر بجایا جاتا ہے، بعد میں یہ رسم مسلمانوں میں بھی سرایت کرگئی اور اب مزید پھیلتی جارہی ہے۔

(۳) مذکورہ وضاحت سے بخوبی معلوم ہو چکا کہ سالگرہ عیسائیوں کی رسم ہے

اورشریعت نے تمام غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا ہے۔

فی المشکوۃ (۱) وعنه (عن ابن عمر) قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم من تشبه بقوم فهومنهم رواه احمد وابوداؤد.

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی قوم میں سے شمار ہوتا ہے۔

فی الزواجر عن اقتراف الکبائر(۲) وقال مالک بن دینار: اوحی الله الی نبی من انبیاء ان قل لقومک:لایدخل مداخل اعدائی ولایلبس ملابس اعدائی ولایرکب مراکب اعدائی فیکونوااعدائی کماهم اعدائی.

ابن حجر الہیثمیؒ کی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر میں مالک بن دینارؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے کسی نبی کو یہ وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو کہو کہ وہ میرے دشمنوں کے داخل ہونے کی جگہوں میں داخل نہ ہوں اور میرے دشمنوں جیسا لباس نہ پہنیں اوران کی سواریوں جیسی سواریوں پر سوار نہ ہوں ورنہ وہ میرے اسی طرح دشمن ہوں گے جیسے وہ ہیں۔

(۴)سالگرہ منانا یا تو بطور عبادت ہے یا بطور عادت، اگر بطور عبادت منائی جاتی ہے تو یہ قبیح ترین بدعت اور اللہ تعالیٰ کے دین میں اضافہ ہے جو کہ سخت ضلالت اور گمراہی ہے اور اگر بطور عادت، رسم و رواج اور تہوار کے منائی جاتی ہے تو بھی جائز نہیں، یہ حدوداللہ کو توڑنے کے مترادف ہے کیونکہ شریعت میں صرف دو تہوار اور عیدین ہیں (۱) عیدالفطر (۲) عیدالاضحیٰ، ان کے علاوہ اور کوئی عید نہیں ہے۔

---

(۱)المشکوۃ (۲ /۳۵۷) کتاب اللباس الفصل الثانی

(۲)الزواجر عن اقتراف الکبائر (ص ۱۵)

(۵) بعض لوگ کہتے ہیں کہ تادم مرگ سال گرہ اس لئے منائی جاتی ہے کہ زندگی اور عمر میں اضافہ اللہ تعالی کی نعمت ہے لہذا عمر میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ہر سال سالگرہ منانا چاہیے لیکن یہ عذر لنگ ہے کیونکہ انسان کی عمر میں اضافہ اس وقت نعمت ہے جب وہ یاد الہی میں خرچ ہو، جس کی عمر لہو ولعب اور اللہ کی نافرمانی میں خرچ ہو وہ نعمت نہیں اللہ تعالی کی طرف سے ڈھیل ہے، جن کی عمر یادالہی میں خرچ ہوتی ہے وہ اس قسم کی تقاریب کرتے ہی نہیں اور نہ ضرورت ہے،اللہ تعالی کو یاد کرنا ہی شکر نعمت ہے، نیز ہر سال کا گزرنا انسان کی زندگی کا ایک سال کم ہونا ہے یعنی انسان موت کے قریب ہو جاتا ہے،ایسی صورت میں یا د الہی میں مشغول ہو نا چاہیے اور فکر آخرت کرنا چاہیے نہ کہ ہر سال سالگرہ جیسی خرفات، غیر اسلامی تہوار میں مشغول ہونا چاہیے جس مین کئی مفاسد اور خرابیاں بھی موجود ہوتی ہیں۔

رسوم عقیقہ کی راہ میں رکاوٹ

عقیقہ ایک آسان عبادت ہے اور اس کا طریقہ کار بھی انتہائی آسان اور شریعت مقدسہ کا تلقین کردہ سادہ ہے لیکن لوگوں نے اس میں طرح طرح کی رسوم ایجاد کرکے قسم قسم کی پابندیاں لگا کر اسے مشکل ترین بنا دیا ہے صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان الدین یسرولن یشادالدین احد الا غلبه (۱)

یعنی دین تو آسان ہے لیکن اگر کوئی شخص (از خود قیودات بڑھا کر) دین میں سختی پیدا کرے گا تو دین اس پر اس طرح غالب آجائیگا کہ وہ دین پر عمل نہیں کر سکے گا، دین کا کام مشکل محسوس ہوگا، چنانچہ ان قیود کے پیش نظر عقیقہ جوایک عبادت تھا رسم کی

---

(۱) صحیح البخاری (۱/۱۰)

صورت اختیار کر چکا ہے اور مختلف قیودات مثلاً ہر صورت دعوت کا اہتمام، دعوت نامے چھاپنا، عزیز واقارب کی فہرست تیار کرنا، گھروں میں قمقمے لگانا، شامیانوں اور کراکری کا انتظام کرنا وغیرہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اس لئے عقیقہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے عقیقہ کا رواج

بعض لوگ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے عقیقہ کرتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، عقیقہ ایک بار کیا جاتا ہے، اس میں تکرار مشروع نہیں ہے، نیز اصل عقیقہ وہی ہے جو زندہ ہونے کی حالت میں کیا جائے انتقال کے بعد عقیقہ کی سنیت باقی نہیں رہتی، اگر ایک قول کے مطابق اجازت ہے تو وہ ان قریبی رشتہ داروں کے لئے ہے جن کا انتقال ہوا ہے اور معلوم ہے کہ ان کا عقیقہ نہیں ہوا تھا، اس لئے نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے عقیقہ کا رواج درست نہیں، صحیح طریقہ یہ ہے کہ قربانی کر کے ان کو ایصال ثواب کیا جائے۔

متفرق مسائل

مردہ پیدا ہونے والے بچے کا عقیقہ

مردہ پیدا ہونے والے بچے کا عقیق شرعاً ضروری نہیں ہے اور نہ ہی شریعت سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور عقیقہ جن مصالح کے پیش نظر مشروع ہے وہ بھی یہاں نہیں پائی جاتیں۔

زندہ پیدا ہوا تھا پھر فوت ہو گیا

اگر بچہ زندہ پیدا ہوا تھا پھر فوت ہوا ہے تو اس کی طرف سے عقیقہ شرعاً مشروع ہے۔

فی اعلاء السنن(۱)ولومات المولود قبل السابع استحب العقیقة عندنا.

وفی المحلی لا بن حزم (۲)وان مات قبل السا بع عق عنه.

جانور خریدا پھر فوت ہو گیا

ایک شخص نے بچے کے عقیقہ کیلئے جانور خریدا اتفاقاً بچہ مر گیا تو اس نے ارادہ ملتوی کر کے جانور فروخت کر دیا اور اس کی ساری رقم کسی طالب علم کو دیدی تو طالب علم وہ رقم لے کر اپنے استعمال میں لا سکتا ہے، اب اس شخص کا طالب علم سے مذکورہ رقم واپس لینا جائز نہیں ہے اور بچے کی طرف سے عقیقہ ادا نہ ہوا۔(۳)

غریب کے بچے بغیر عقیقہ کے مر گئے تو؟

اگر کسی غریب شخص کے بچے بغیر عقیقہ کے فوت ہو گئے تو ان کی طرف سے شرعاً عقیقہ ضروری نہیں ہے۔(۴)

---

(۱)اعلاء السنن(۱۲۶/۱۷)(۲)المحلی لا بن حزم (۲۳۵/۶)

(۳)ماخذہ:فتاوی محمودیه (۳۵۱/۱۱)قدیم

(۴)آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۲۶/۴)

رشتہ دار کی خبر گیری پر خرچ کرنے کو عقیقہ پر ترجیح دی جائے

آپ کے مسائل اور ان کا حل(۱) میں ہے۔

سوال: میرے آٹھ بچے ہیں جن سے تین بچوں کا عقیقہ کر چکا ہوں، بقیہ پانچ بچے (۳ لڑکے ۲ لڑکیاں) ہیں، میں مالی مجبوری کی وجہ سے ان کا عقیقہ نہیں کر سکا اور ارادہ تھا کہ کسی سے کچھ رقم مل جائے تو ان کا عقیقہ کردوں گا، اسی فکر میں تھا کہ میرے ایک قریبی عزیز تپ دق کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے وہ بھی غریب تو پہلے ہی تھے مگر بیماری کی وجہ سے آمدنی بالکل بند ہو گئی، اب ان کے تین بچے اور ایک بیوی اور ان کی بیماری کے جملہ مصارف میں برداشت کر رہا ہوں، اس صورت حال کے پیش نظر درج ذیل امور کی وضاحت چاہتا ہوں۔

(۱) عقیقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) کیا عقیقہ پر خرچ ہونے والی رقم کسی قریبی رشتہ دار پر خرچ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ ان دونوں ذمہ داریوں میں سے اولیت کس کو دی جائے؟ رشتہ دار کی خبر گیری اور اس پر خرچہ وغیرہ کی ذمہ داری کو یا عقیقہ سے عہد برا ہونے کی ذمہ داری کو؟ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ قربانی کا ذبیحہ لازم ہے، اس کی رقم کسی کو نہیں دی جا سکتی، کیا عقیقہ کا بھی یہی حکم ہے؟

(۳) کیا میرے لئے لازم ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح پانچ بچوں کے عقیقہ سے فارغ ہو جاؤں؟

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۲۷/۴)

جواب:(۱) عقیقہ شرعاً مستحب ہے ضروری یا واجب نہیں ہے۔

(۲) اس لئے عقیقہ میں خرچ ہونے والی رقم اپنے رشتہ دار محتاج کو دے دیں کیونکہ ایسی حالت میں اس کی اعانت کرنا ضروری ہے لہذا اس کو اولیت دی جائے۔

(۳) عقیقہ کرنا واجب یا لازم نہیں البتہ استطاعت ہونے پر عقیقہ کردینا مستحب ہے، کارِثواب ہے، نہ کرنا گناہ نہیں ہے۔

کئی بچوں کا ایک ساتھ عقیقہ کرنا

آپ کے مسائل (۱) میں ہے۔

سوال: اکثر لوگ کئی بچوں کا عقیقہ ایک ساتھ کرتے ہیں جبکہ بچوں کے پیدائش کے دن مختلف ہوتے ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں یہ فرمائیں کہ کیا عقیقہ ہو جاتا ہے؟

جواب: عقیقہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن سنت ہے، اگر گنجائش نہ ہو تو نہ کرے، کوئی گناہ نہیں، دن کی رعایت کے بغیر سب بچوں کا اکٹھا عقیقہ جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہے۔

بڑا عقیقہ کیا ہے؟

گزشتہ تفصیل کے مطابق بڑے جانور میں کئی بیٹوں اور بیٹیوں کا اکٹھا عقیقہ کرنا بھی جائز ہے، بعض علاقوں میں اسے بڑا عقیقہ کہاجاتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ اصطلاح عوام الناس کی وضع کردہ ہے، یہ کوئی شریعت کی اصطلاح نہیں ہے۔

---

(۱) آپ کے مسائل اوران کا حل (۲۳۶/۴)

خواب میں عقیقہ کی تعبیر

خواب میں عقیقہ کرنا بہت اچھا ہے،عقیقہ کرنا کسی غائب کے آنے،گم شدہ کے ملنے،مریض کے تندرست،شفایاب،صحت مند اورعافیت حاصل ہونے اورقیدی کی رہائی کی نشانی ہے،نیز اتباع سنت اورایمان کی زیادتی کی علامت ہے،اگرخواب میں عقیقہ کے لئے حلال جانورذبح کیاہے تویہ اس کے دنیاوآخرت میں معاملات کے اچھاہونے کی دلیل ہے،اوراگرخنزیریاحرام جانورذبح کیاہے یاکسی نے اس کے سامنے پیش کیاہے اوروہ جانتابھی ہے کہ یہ حرام ہے تویہ اس کے اللہ تعالی یااپنے والدین کے نافرمان ہونے کی نشانی ہے۔(۱)

العقیقة مثل الا ضحیة (ایک تحقیق)

محدثین وفقہاءؒ سب حضرات نے یہ اصول لکھا ہے کہ اکثر احکام میں عقیقہ قربانی کی طرح ہے۔

مذاہب فقہیہ کے معتمدناقل علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں:

ولا اعلم فی ھذا خلا فا فی المذاھب ولا خارجا منه (۲)

مجھے اس بارے مذاہب میں کوئی اختلاف نظرنہیں آتااور نہ کوئی اس اصول

---

(۱)تعطیر الانام فی تعبیر المنام(ص ۱۵۵)باب العین للعلامة عبدالغنی النابلسی،رحمه الله

(۲)بدایةالمجتهد(۱/۳۶۴)

سے خروج کرنے والا نظر آتا ہے۔

لیکن اس بارے عبارات فقہیہ پر نظر ڈالنے سے دوقسم کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) بعض عبارات میں ہے:العقیقۃ مثل الاضحیۃ اور بعض میں ہے: العقیقۃ مثل الا ضحیۃ فی اکثر الاحکا م. ان عبارات میں بظاہر تعارض ہے۔

(۲) پھر اکثر الاحکام سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت نہیں ملتی جبکہ جزئیات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ اکثر احکام میں قربانی کی طرح نہیں ہے، اس بارے غور وخوض کے بعد جو تطبیق سامنے آئی یہ ہے کہ العقیقۃ مثل الا ضحیۃ میں مشبہ بہ جمیع احکام نہیں ہے،اکثر احکام ہی مراد ہیں اور اکثر احکام سے مراد بھی عقیقہ کے جانور اورس کے متعلقات کے احکام و مسائل ہیں مطلق احکام مراد نہیں ہیں، تفصیل اس کی یہ ہے کہ احکام عقیقہ دوقسم کے ہیں۔

(۱) عام احکام عقیقہ(جانور کے احکام کے علاوہ) (۲) عقیقہ کے جانور کے احکام ومسائل۔

عام مسائل

پہلی قسم کے احکام میں عقیقہ قربانی کی طرح نہیں ہے اور وہ احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نفسِ حکم: چنانچہ قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے اور عقیقہ صاحب استطاعت پر مستحب ہے واجب نہیں۔

(۲) وقت: قربانی کے ایام مخصوص ہیں ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ جبکہ عقیقہ کے اوقات و ایام مخصوص نہیں ہیں۔

(۳)نصاب: قربانی کا نصاب غنا کی تین اقسام میں سے دوسری قسم" غناء متوسط ہے یعنی (۱) سونا (۲) چاندی (۳) نقدی (۴) مال تجارت (۵) ضرورت سے زائد اشیاء کا مجموعہ جبکہ عقیقہ کیلئے اس طرح نصاب متعین نہیں ہے بلکہ یہاں صاحب استطاعت سے مراد یہ ہے کہ۔

(۱) اس کے پاس عقیقہ کا جانور خرید کر ذبح کرنے کی گنجائش موجود ہو، قرض لینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔

(۲) عقیقہ کرنے کے بعد آمدنی کے حصول یا تنخواہ ملنے تک اس کے گھر کے اخرا جات پورے ہو سکتے ہوں۔

(۴) مکلف کی تعین: قربانی صاحب حیثیت پر خود اپنی طرف سے واجب ہوتی ہے جبکہ عقیقہ دوسروں (اولاد) کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

(۵) کیفیت وجوب: یہ فرق دو طرح سے ہے (۱) عقیقہ ابتداء میں واجب تھا، بعد میں وجوب منسوخ ہو گیا استحباب باقی رہا جبکہ قربانی ابتداء میں مشروع ہی نہ تھی اور جب مشروعیت کا حکم آیا تو ابتداء ہی سے وجوبی حکم آیا۔(۲) عقیقہ زندگی میں ایک بار مشروع ہے، اس کا تکرار مشروع نہیں جبکہ قربانی صاحب حیثیت پر ہر سال واجب ہے۔

(۶) التزام: کسی نے نفلی قربانی کی نذر مان لی تو شرعاً منعقد ہو جاتی ہے، لیکن اگر عقیقہ کرنے کی نذر مانی تو منعقد نہیں ہوتی۔

(۷) کمیت و مقدار: لڑکے کی طرف سے عقیقہ کے دو حصے ہوتے ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک، یعنی مذکر و مونث کا فرق ہے جبکہ قربانی میں مذکر و مونث کا کوئی فرق نہیں ہے۔

مسائل حیوان

عقیقہ کے دوسری قسم کے مسائل حیوان اوراس کے گوشت وغیرہ متعلقات کے ہیں اس بارے میں صحیح یہ ہے کہ اکثر مسائل حیوان میں عقیقہ قربانی کی طرح ہے، تمام مسائل میں نہیں لیکن حیوانِ عقیقہ میں حیوانِ قربانی کی رعایت ضروری ہے یا مستحب؟ اکثر حضرات کی عبارات سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ ضروری ہے جبکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مستحب لکھا ہے۔

فی العرف الشذی علی هامش جا مع الترمذی قوله:لا یجزی فی العقیقة الخ ای الاجزاء المستحب ولم یقل احدبوجوبها.(۱)

اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امدادالفتاوی(۲)میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

چونکہ شرائط واجبہ فی الاضحیہ عقیقہ میں محض مستحب ہیں،اس لئے تصدق بالقیمت بھی مستحب ہوگااورانتفاع بالجلد کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

اسی اصول پرایک دوسرامسئلہ متفرع کیاہے۔چنانچہ اس کے بعد ہے۔

سوال:عقیقہ کی کھال کی قیمت کامصرف کیاہے اوروہ کھال یاپوست قربانی بعینہ غنی یابنی ہاشم کودے سکتے ہیں؟

الجواب:بعینہ غنی اور بنی ہاشم کودینادرست ہے۔

نیز فتاوی محمودیہ(۳)میں ہے۔

عقیقہ میں بہتر ہے کہ قربانی جیسا معاملہ کیا جائے۔

---

(۱)العرف الشذی علی هامش جا مع الترمذی (۲۱۱/۱)

(۲)امدادالفتاوی (۶۱۹/۳) (۳) فتاوی محمودیه (۵۲۸/۱۷)

اس بارے صحیح یہی ہے کہ عقیقہ کے حیوان میں حیوان اضحیہ کی رعایت ضروری ہے اور ضروری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ۔

(۱) جو امور حیوانِ اضحیہ میں ضروری ہیں وہ حیوانِ عقیقہ میں بھی ضروری ہیں(!) جیسے جن اجناس کی قربانی درست ہے ان کا عقیقہ بھی درست ہے اور جن اجناس کی قربانی درست نہیں ان کا عقیقہ بھی صحیح نہیں جیسے گھوڑا، نیل گائے اور تمام جنگلی حیوانات،(!!) جانوروں کی عمروں کالحاظ (!!!) عیوب سے پاک ہونا وغیرہ احکام۔

(۲) جو امور حیوانِ اضحیہ میں مسنون ومستحب ہیں وہ حیوانِ عقیقہ میں بھی مستحب مسنون ہیں، ضروری نہیں۔

متعلقاتِ حیوان میں گوشت، کھال، رسی، جھول، جانور کا دودھ، اون، بڑے حیوان میں زیادہ سے زیادہ سات حصے ہونا وغیرہ سب شامل ہیں، ان کا جو حکم قربانی میں ہے وہی عقیقہ میں ہے۔

بعض احکام میں فرق

فقہاء کرامؒ نے ”العقیقة مثل الاضحیة“ میں ”فی اکثر الاحکام“ کی قید لگائی ہے یعنی دوسری قسم کے مسائل میں بھی مثلیت اکثر احکام میں ہے، سب میں نہیں کیونکہ بعض مسائل میں فرق ہے جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

(۱) عقیقہ میں سالم ران دائی کو دینا مستحب ہے جبکہ قربانی میں مستحب نہیں ہے۔

(۲) عقیقہ کی ہڈیاں نہ توڑنا مستحب ہے جبکہ قربانی میں ایسا نہیں ہے۔

(۲) عقیقہ میں بکری یا مطلقاً چھوٹا جانور ذبح کرنا افضل ہے کماذ کرنا، قیمت اور گوشت کے زیادہ ہونے کی کوئی قید نہیں جبکہ قربانی میں کچھ تفصیل ہے مثلاً فقیہ النفس قاضیخان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی قاضیخان میں لکھتے ہیں۔

جب بکری اور گائے کا ساتواں حصہ قیمت اور گوشت میں برابر ہوں تو بکری گائے کے ساتویں حصہ سے افضل ہے،اس لئے کہ بکری کا گوشت گائے کے گوشت سے عمدہ ہوتا ہے اور اگر گائے کا ساتواں حصہ گوشت میں بکری کے گوشت سے زیادہ ہو تو ساتواں حصہ افضل ہے لہذا ان دونوں میں سے جو زیادہ ہوگا وہ افضل ہے،غیر خصی نر جو بیس درہم کا ہو وہ پندرہ درہم کے خصی سے افضل ہے اور اگر دونوں قیمت میں برابر ہوں اور غیر خصی گوشت میں زیادہ ہو تو غیر خصی افضل ہے۔

☆ گائے بیل سے افضل ہے جبکہ دونوں برابر ہوں کیونکہ گائے کا گوشت بیل کے گوشت سے عمدہ ہوتا ہے اور ایک گائے چھ بکریوں سے افضل ہے جبکہ وہ دونوں برابر ہوں اور سات بکریاں ایک گائے سے افضل ہیں۔(۱)

(۴) قربانی کے سب شرکاء کی طرف سے قربت کی نیت ضروری ہے جبکہ ایک قول کے مطابق عقیقہ کے جانور میں محض گوشت حاصل کرنے کی نیت سے حصہ رکھا جا سکتا ہے۔کماذکرنا

(۵) قربانی کا گوشت پکانا اور کھلانا مستحب نہیں جبکہ عقیقہ کا گوشت میٹھی چیز میں پکانا اور کھلانا مستحب ہے۔

فی الفتاوی الکاملیة وحکمها کاحکام الا ضحیة الا انه یسن طبخها بحلو تفاء لا بحلاوة اخلاق المولود.(۲)

یعنی عقیقہ کے وہی احکام ہیں جو قربانی کے ہیں البتہ عقیقہ کا گوشت میٹھی چیز میں پکانا مسنون ہے بچے کے اخلاق کی مٹھاس کی نیک فالی کے طور پر۔

مالا بدمنہ(۳) رسالہ احکام عقیقہ میں ہے:

در شرح مقدمه امام عبدالله وغیره مرقوم است وهی کا لا ضحیة یعنی

(۱) فتاوی قاضیخان(۳۳۱/۴) (۲) الفتاوی الکاملیہ(ص ۲۴۰) (۳) مالا بدمنہ(ص ۱۷۷)

حکم جا نور عقیقه مثل حکم جانور قربانی است فی سنها در عمراوکه بزکم ازیك سال گاؤ کم از دو سال و شتر کم از پنج سال نه بود وفی جنسها و درجنس او مثل شترگاؤ و بز و میش و د نبه وسلامتها وسلامتی اعضاء که هیچ عضوِ او زیا ده از ثلث مقطوع نباشد وفی افضلها ودرافضلیت او که فربه وقیمتی افضل است والاكل منها و درخوردن ازو که خوردنِ گوشتِ عقیقه همه فقیر وغنی وصاحب عقیقه ووالدین اوراجا ئزاست مثل گوشت قربانی وهمچنیں شکستنِ استخوانش جائزاست والا هداء والا ذخار ودرهدیه فر ستادن اگرچه اغنیاء باشد و ذخیره نمودن وا متناع بیعها ودر منع بیع اووالتعیین با لتعیین ودر مقررشدن به نیت تعیین واعتبار النية وغير ذلک ودر اعتبار نیت وغیره۔

اس سے معلوم ہوا کہ" العقيقة مثل الاضحية" کی تشبیہ صرف حیوان میں ہے البتہ وفی افضلها اور والتعیین بالتعیین محل نظر ہیں۔

فتاوی محمودیہ (۱) میں ایک سوال کے جواب میں ہے۔

جن حضرات نے لکھا ہے کہ عقیقہ کا حکم مثل قربانی کے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقیقہ کیا جائے تو ایسے جانور کو ذبح کرے جس میں قربانی کرنے کی صلاحیت ہوایسا جانور ذبح نہ کیا جائے جس کو قربانی میں ذبح کرنا درست نہیں نیز جس طرح قربانی کے گوشت کا طریقہ ہے کہ خود کھانا، احباب کو دینا، فقراء کو خیرات کرنا اور آئندہ کیلئے رکھ لینا سب کچھ درست ہے اسی طرح سے عقیقہ کے گوشت کا حکم ہے۔

(۱) فتاوی محمودیہ جدید (۵۱۳/۱۷)

ضمیمہ

الفرع والعتیرۃ :

فرع کی تعریف:

فرع میں دولغات ہیں(۱) الفَرَع فاء اور راء دونوں کا فتحہ (۲) الفرعۃ،اس کی جمع فِرَع اور فِراع آتی ہے،سنن نسائی کی ایک حدیث میں اس کی جمع الفرائع آئی ہے، باب افعال وضرب،لغوی معنی ہے فرع یعنی مخصوص جانور کو ذبح کرنا۔

اصطلاحا فرع کی کئی تعریفیں کی گئی ہیں :

(۱)زمانہ جاہلیت کی رسم تھی کہ اونٹ وغیرہ کا جو پہلا بچہ پیدا ہوتا وہ اسے ذبح کر کے کھلا دیا کرتے،اپنا مملوک نہ بناتے،ان کا خیال تھا کہ اس عمل سے اس بچہ کی ماں میں برکت پیدا ہوتی ہے اور اس کی نسل بڑتی ہے۔

قال ابوداؤد:قال بعضهم:الفرع اول ماتنتج الابل كانوايذبحونه لطو اغيتهم ثم ياكله ويلقي جلده على الشجرة.(۱)

یعنی فرع اونٹ کا پہلا بچہ کہلاتا ہے جسے جاہلیت کے لوگ اپنے بتوں کے نام ذبح کر لیتے پھر اس کے بعد ذابح اسے کھالیتا اور کھال درخت پر ڈال دیتا۔

(۲)ہر وہ پہلا بچہ جسے وہ اپنے معبودوں کے نام ذبح کیا کرتے تھے۔

(۳)جس شخص کے اونٹ ایک سو کی تعداد تک پہنچ جاتے اس وقت جو بچہ سب سے پہلے پیدا ہوتا اسے بت کے نام پر ذبح کر دیا جاتا۔

شرح النووی علی صحیح المسلم(۲)والنهایة فی غریب الحدیث

---

(۱)سنن ابوداؤد (۸۴/۲) (۲)شرح النووی علی صحیح المسلم(۱۵۹/۲)

والا ثر(۱)

پہلے اور تیسرے قول میں فرق یہ ہے کہ پہلے قول میں اولیت ایک اونٹ کے اعتبار سے ہے اور تیسرے قول میں سو اونٹوں کے مجموعہ کے اعتبار سے۔(۲)

عتیرہ کی تعریف:

عتیرہ عتر یعتر (ض) سے مشتق ہے، لغوی معنی ہے: عتیرہ ذبح کرنا، اور اس کا اصطلاحی معنی ہے وہ جانور جو اہل جاہلیت رجب کے مہینے میں بتوں کے نام ذبح کرتے تھے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جانور کا خون اس کے سر پر ڈال دیا جاتا تھا، بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اسکی نذر مانتے تھے مثلاً اگر میرا فلاں کام ہو گیا یا میرے اونٹ اتنے زیادہ ہو گئے تو میں ہر دس اونٹوں میں سے ایک اونٹ رجب کے مہینے میں ذبح کروں گا، عتیرۃ کی جمع عتائر آتی ہے۔

النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر(۳)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رجب کے پہلے عشرہ میں ذبح کرتے تھے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علماء کرام کا عتیرہ کے اس مفہوم پر اتفاق ہے البتہ فرع کی تفسیر میں کچھ اختلاف ہے۔

وا تفق العلماء علی تفسیر العتیرۃ بھذا واما الفرع فقد فسرہ الخ

شرح الصحیح للمسلم (۴)

---

(۱)النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (۳/ ۴۳۵)(۲) بذل المجھود (۴/۸۳)

(۳)النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (۳/۱۷۸)(۴)شرح الصحیح للمسلم (۲/۱۵۹)

عتیرہ کو چونکہ رجب میں ذبح کیا جا تا ہے اس لئے اسے رجبیہ بھی کہا جا تا ہے

شرعی حیثیت: جمہور فقہاء ومحدثین کا اتفاق ہے کہ فرع اور عتیرہ منسوخ ہیں لہذا ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے البتہ امام شافعیؒ کے ہاں دونو ں چند شرائط کے ساتھ مستحب ہیں۔

(۱) ان کو اللہ تعالی کے نام ذبح کیا جائے، غیر اللہ کے نام ذبح کرنا کسی کے ہا ں بھی جائز نہیں، حرام اور کفریہ عمل ہے۔

(۲) نیز رجب کی تخصیص نہ کی جائے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم (۱) میں فرماتے ہیں۔

والصحیح عند اصحا بناوھو نص الشا فعی استحباب الفرع والعتیرۃ

یعنی ہمارے شافعیہ حضرات کے ہاں فرع اور عتیرہ مستحب ہے اور اس بارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح موجود ہے۔

نیز باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالی ولعن فاعلہ، میں لکھتے ہیں۔

واماالذبح لغیر اللہ فالمر ادبہ ان یذبح با سم غیر اللہ تعالی کمن ذبح للصنم اوللصلیب اولمو سی او لعیسی صلی اللہ علیھما اوللکعبۃ ونحو ذلک فکل ھذا حرام ولا تحل ھذہ الذبیحۃ سواء کان الذابح مسلما اونصرا نیااویھودیا نص علیہ الشافعی وا تفق علیہ اصحا بنا فا ن قصد مع ذلک تعظیم المذبوح لہ غیر اللہ تعالی والعبادۃ لہ کا ن ذلک کفرا فان کا ن الذابح مسلما قبل ذلک صار با لذبح مر تدا.(۲)

حاصل یہ کہ غیر اللہ کے نام ذبح کرنے سے مرادیہ ہے کہ اس پر غیر اللہ کا نام لیا

---

(۱)(۲)النووی شرح مسلم (۱۶۰/۲)

جائے جیسے بت، صلیب، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام یا کعبہ وغیرہ کیلئے ذبح کرے، یہ سب حرام ہے اور یہ ذبیحہ حلال نہیں، ذبح کرنے والا خواہ مسلمان ہو یا نصرانی یا یہودی، اس کی امام شافعیؒ نے تصریح کی ہے اور ہمارے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے، اور اگر اس کے ساتھ اس نے غیراللہ کی تعظیم کا ارادہ بھی کرلیا تو یہ کفر ہے اور اگر ذبح کنندہ پہلے مسلمان تھا تو اس کی وجہ سے کافر ومرتد ہو جائیگا۔

بعض دوسرے حضرات بھی عتیرہ کے جواز اور رجب کی تخصیص کے قائل ہیں مثلاً:

(۱) ابن سیرینؒ، ابن عونؒ وغیرہ

فی مصنف عبدالرزاق قال ایوب: فکان ابن سیرین یذبح العتیرة فی شهر رجب وقال غیره من اهل مکة: وکان ابن سیرین یروی فیها شیئا وفی بعض النسخ کان ابن سیرین یوقت فیها شاةً.(۱)

یعنی حضرت محمد بن سیرینؒ رجب کے مہینے میں عتیرہ ذبح کیا کرتے تھے اور وہ اس بارے کچھ روایات بھی نقل کرتے تھے۔

وفی مصنف ابن ابی شیبة عن ابن عون عن محمد قال: کان یذبح فی کل رجب قال معاذ: ورایت عتیرة ابن عون.(۲)

وفی سنن النسائی قال معاذ: کان عون یعتر بصر ته عینی فی رجب. (۳)

(۲) حضرت مجاہدؒ وغیرہ

---

(۱) مصنف عبدالرزاق(۳۴۱/۴) اول باب العتیرة، رقم الحدیث(۸۹۹۹)

(۲) مصنف ابن ابی شیبة (۳۴۱/۱۲) کتاب الاطعمة(۳)سنن النسائی (۱۸۸/۲)

فی المصنف لعبدالرزاق(۱)عن صدقة بن یسار قال: قلت لمجاھد:سمعت رجلا فی مسجد الکو فة یقول:ورب ھذا المسجد لقد ذبحت العتیرة فی الجا ھلیة و الا سلام فسألنی این سمعت ھذا؟ قال:قلت:فی مسجد الکوفة قال:ما را یت ارضا اجدران یسمع فیھا علم لم یسمع فی مسجد الکو فة اوقال: الکوفة.

صدقہ بن یسارؒ کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہدؒ سے کہا کہ میں نے کوفہ کی مسجد میں ایک شخص سے سنا جو کہ رہا تھا کہ اس مسجد کے رب کی قسم میں نے جاہلیت اور اسلام دونوں میں عتیرہ ذبح کیا ہے، انہوں نے کہا تم نے یہ بات کہاں سے سنی ہے؟ میں نے کہا کہ مسجد کوفہ میں،انہوں نے کہا کہ کوفہ یا مسجد کوفہ کے علاوہ کوئی جگہ اس قابل نہیں کہ وہاں ایسا علم سنا جائے۔

(۳) وکیع بن عدسؒ،ابوعوانہؒ وغیرہ۔

فی السنن الکبری للبیھقی (۲)ابو عوانة عن یعلی بن عطاء عن وکیع بن عدس قال اخر نی عمی ابورزین انه قال یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم انا کنا نذ بح فی الجا ھلیة ذبائح فنا کل منھا و نطعم من جا ء نا فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لا بأ س بذلک فی رجب.

وفی سنن النسا ئی (۳)قال وکیع بن عدس: فلااد عه.

وکیعؒ کہتے ہیں میں کبھی بھی عتیرہ کو نہیں چھوڑوں گا اور ابوعوانہ کہتے ہیں ہم نے رجب میں اسے ذبح کیا ہے۔

---

(۱)المصنف لعبدالرزاق(۴/ ۳۴۲.۳۴۳)رقم الحدیث (۸۰۰۲)

(۲)السنن الکبری للبیھقی (۹/ ۳۱۲)

(۳) سنن النسا ئی (۲/ ۱۸۹)

فی مصنف ابن ابی شیبة عن وکیع العقیلی عن عمه ابی رزین وھولقیط بن عامر انه قال یا رسول الله اناکنا نذبح فی رجب ذبائح فناکل منھا ونطعم من جاء نا ؟فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لا باس بذلک قال:فقال وکیع:لا ادعه ابدا.(۱)

دلائل استحباب

امام شافعیؒ وغیرہ حضرات نے فرع اورعتیر کی مشروعیت اور استحباب پر مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے۔

(۱)عن ابی ملیح قال قال نبیشة نادی رجل رسول الله ﷺاناکنانعترفی الجاھلیة فی رجب فماتامرنا؟قال:اذبحوالله فی ای شھر کا ن وبروا الله واطعموا قال قال:اناکنانفرع فرعافی الجا ھلیة فماتامرنا؟ قال:فی کل سائمة فرع تغذوه ما شیتک حتی اذا استحمل قال نصر:اذا استحمل

(۱)مصنف ابن ابی شیبة(۱۲/۳۴۳)کتاب الا طعمة وقال محمدعوامة:وکیع العقیلی:ھوابن عدس اوحدس،ذکره ابن حبان فی الثقات (۵/۴۹۶)وروی له الترمذی ثلاثة احادیث،قال عن النین منھما:حسن صحیح وقال عن الثالث:حسن،انظر"تحفة الاشراف(۱۱۱۷۴) فما بعده وانظرتمسک وکیع با لعمل بحدیثه والحدیث روا ہ احمد۴:۱۲بمثل اسنادالمصنف،ورواه احمد۴:۱۲،۱۳)والدارمی (۱۹۶۵) والنسائی(۴۵۵۹) وابن حبان(۵۸۹۱)والطبرانی ۱۹ (۴۶۷) کلھم من حدیث ابی عوانة به.

للحجيج ذبحته فتصدقت بلحمه قال خالد: احسبه قال:على ابن السبيل فان ذلك خير قال خالد:قلت:لابي قلابة وكم السالمة؟قال:مائة.(١)

حضرت نبیشہؓ کہتے ہیں ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ہم زمانہ جاہلیت میں ماہ رجب میں عقیقہ ذبح کیا کرتے تھے آپ اس بارے ہمیں کیا امر کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے نام پر جس مہینے میں چاہو ذبح کرو اور اس کی اطاعت کرو اور دوسروں کو کھلاؤ، اس نے کہا کہ ہم جاہلیت میں فرع ذبح کیا کرتے تھے اس بارے کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ سو جانوروں پر ایک فرع ہے، اسے کھلاتے رہو، جب وہ بڑا اونٹ بن جائے یا حاجی کیلئے سواری کے قابل ہو جائے تو اسے ذبح کر کے گوشت مسافروں پر صدقہ کردو۔

(٢)في مستدرك الحاكم(٢)عن عبد الله بن عمرو قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن الفرع؟فقال:الفرع حق وان تركته حتى يكون ابن مخاض او ابن لبون فتحمل عليه في سبيل الله اوتعطيه ارملة خير من ان تذبحه يلصق لحمه بوبره وتؤله ناقتك.

عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام سے فرع کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ فرع حق ہے البتہ چھوٹا بچہ ذبح کر کے اس کا خون اس کے بالوں پر ملنے اور اس کی ماں کو تکلیف دینے سے بہتر یہ ہے کہ اس کی پرورش کی جائے جب وہ بڑا ہو جائے تو اسے جہاد میں سواری کیلئے وقف کر دیا جائے یا کسی بیوہ کو دیدیا جائے۔

---

(١)ابوداؤد(٢/٤٣)كتاب الضحايا،باب في العتيرة،سنن النسائي (١٨٩/٢)والحاكم(٢٦٣/٤)والبيهقي(٣١٢/٩)

(٢) مستدرك الحاكم (٢٦٣/٤)

اس طرح کی اور بھی بہت سی احادیث کتب حدیث میں مروی ہیں اور صحیحین کے علاوہ تقریباً سب مشہور کتب میں موجود ہیں،جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فرع اور عتیرہ بھی مشروع ہیں اور جن احادیث میں لا فرع ولا عتیرۃ آیا ہے شافعیہؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فرع اور عتیرہ واجب نہیں یعنی وجوب کی نفی مقصود ہے استحباب اور نفس مشروعیت کی نہیں۔(۱)

جمہور کے دلائل:

احناف اور جمہور فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کی غیر شرعی رسوم کو تبدیل کر کے ابتداء اسلام میں فرع اور عتیرہ کی اجازت دی گئی تھی لیکن بعد میں ان کو بالکلیہ منسوخ کر دیا گیا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی مشروعیت سے عتیرہ اور فرع کو منسوخ کر دیا گیا،ایسی روایات مذہب احناف کے بیان میں نسخ عقیقہ کی بحث میں نقل کی جا چکی ہیں۔

فی صحیح البخاری (۲) عن سعید بن المسیب عن أبی هریرة رضی الله تعالىٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال لا فرع ولا عتیرة والفرع اول النتاج کانوا یذبحونه لطواغیتهم والعتیرة فی رجب.

وفیه ایضا،باب العتیرة(۳) عن ابی هریرة رضی الله تعالىٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال:لا فرع ولا عتیرة والفرع اول النتاج کان

---

(۱)شرح صحیح المسلم للنووی (۲/۱۶۰)والبیهقی (۹ /۳۱۳)

(۲) صحیح البخاری (۲/۸۲۲) باب الفرع

(۳)صحیح البخاری(۲/۸۲۲)ومثله فی صحیح المسلم(۲/۱۵۹)

ینتج لهم کا نوا یذ بحونه لطوا غیتهم والعتیرة فی رجب۔

اس طرح کی روایات تقریباً تمام کتب حدیث میں موجود ہیں،ان سے معلوم ہوا کہ فرع اور عتیرہ منسوخ ہیں۔

جواب الجواب: شافعیہؒ نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ فرع اور عتیرہ واجب نہیں یعنی ان احادیث سے وجوب کی نفی مقصود ہے،استحباب اور نفس مشروعیت کی نہیں، کماذ کرناہ

امام سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بذل المجہود میں شافعیہؒ کو ان احادیث کا جواب الجواب نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ منداحمد کی روایت میں "انه نهی عن الفرع و العتیرة" کے الفاظ آئے ہیں یعنی نبی علیہ السلام نے فرع اور عتیرہ سے منع کیا ہے،یہ حدیث ان کے منہی عنہ ہونے پر صریح ہے اور منہی عنہ کے ساتھ استحباب جمع نہیں ہو سکتا،لہٰذا ان احادیث کو محض نفی وجوب پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

قلت:وتا ویل المجوزین بان معنی قوله صلی الله علیه وآله وسلم لا فرع ای لا فرع واجب یرده حدیث لا عتیرة فی الا سلام ولا فرع وکذا لفظ احمد انه نهی عن الفرع والعتیرة فا نه یدل صر یحا علی کو نه منهیا عنه فبطل الا ستدلال علی الندب.(۱)

قاضی شوکانیؒ نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ جب تک احادیث نہی کا متاخر ہونا ثابت نہ ہو جائے عتیرہ اور فرع کے منسوخ ہونے کا جزم حاصل نہیں ہوسکتا اور احادیث نہی کا متاخر ہونا ثابت نہیں،اس لئے نسخ کا قول بھی مشکوک ہے۔

امام سہارنپوریؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ابن لمنذر وغیرہ نے کہا ہے کہ

---

(۱)بذل المجہود(۸۵/۴)

فرع اور عتیرہ ابتداء اسلام میں مشروع تھااور مسلمانوں نے اس پر عمل کیا ہے پھر اس سے منع کیا گیا،اگر پہلے ایک عمل نہ ہوتو اس سے نہی نہیں آسکتی، معلوم ہوا کہ اس پر پہلے عمل ہوتا تھا پھر نہی آئی ہے اور یہ کسی روایت سے ثابت نہیں کہ نہی کے بعد اس کی اجازت آئی ہو اور نہ کوئی اس کا قائل ہے لہذا احادیث نہی متاخر ہیں۔

فی بذل المجهود(١)وما قال الشوكانی انه لا يجوزالجزم با لنسخ الابعدثبوت ان احاديث النهی متأ خرة ولم يثب ففيه انه قال ابن المنذر: كا نت العرب تفعلهما وفعلهمابعض اهل الاسلام بالا ذن ثم نهی عنهما والنهی لايكون الاعن شیء كان يفعل وماقال احدانه نهی عنهماثم اذن فی فعلهما ثم نقل عن العلماء تر كهما الا ابن سيرين.قاله الحافظ فی الفتح.

ریاض محمد بلگرامی

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مفتی ومدرس دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

۱۴۲۹/۱۲/۲۰ھ

---

(١) بذل المجهود(٨٥/٤)



الخلیل پبلشنگ ہاؤس
دوکان نمبر 1-B فضل داد پلازہ اقبال روڈ، راولپنڈی
Ph: 051 - 5553248 , 0300 - 5034629, 0331-5459409